تاریخ ہند

از

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم - اے - پی - ایچ - ڈی -
بیرسٹر ایٹ لا

اور

لالہ رام پرشاد صاحب ایم - اے
پروفیسر ہسٹری گورنمنٹ کالج لاہور

لاہور
رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز
ایجوکیشنل پبلشرز

سنہ ۱۹۱۳ء

تعداد جلد ۱۰۰۰۰ دفعہ ۱ قیمت فی جلد

رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز
کے لئے
مفید عام پریس لاہور میں باہتمام
رائے بہادر لالہ موہن لعل چھپی

یہ مختصر تاریخ اُنہیں اصول پر لکھی گئی ہے - جن پر ہندوستان کی بڑی بڑی تاریخیں مبنی ہیں - اور طلبہ کو اعلےٰ جماعتوں میں پڑھائی جاتی ہیں - واقعاتِ تاریخی کی صحت میں بہت احتیاط سے کام لیا گیا ہے - واقعات کے اسباب بیان کئے ہیں - اور سوچنے اور نتائجِ صحیح پر پہنچنے کے لئے طالب علموں کے واسطے سامان مہیا کیا گیا ہے - انگریزی راج کے خاص خاص انتظامات کی کامیابی یا ناکامی پر بھی نظر ڈالی ہے - ہاں جن امور میں اختلاف رائے ہے - اُن پر خواہ مخواہ رائے زنی نہیں کی گئی - اصلی کتاب میں ہر ایک باب کے خاتمے پر مستند تاریخوں کے نام دئے ہوئے ہیں - جن میں سے مضمون لیا گیا ہے - لیکن چونکہ وہ کتب اکثر انگریزی

ہیں۔اُردو میں اُن کے نام لکھنے لا حاصل تھے۔ انگریزی کتاب میں فرنگستانی تاریخ کے حوالے اور فرنگستانی نام بھی اکثر آ جاتے ہیں۔وہ اُردو خواں طلبہ کی آسانی کے لحاظ سے چھوڑ دئے گئے ہیں۔ بعض بعض جگہ مطالب کی تشریح کر دی ہے۔ غرض کوشش یہ کی ہے۔کہ تاریخِ ہندوستان کی کہانی عام فہم عبارت میں دلچسپ طور پر طالب علموں کے سامنے پیش کی جائے۔جس میں نہ غیر معروف واقعات کی بھرمار ہو۔نہ لمبی چوڑی تفصیلات ہوں۔بلکہ کہانی کے طور پر طلبہ لطف لے لے کر پڑھا کریں۔اور صحیح واقعات تاریخی سے واقف ہو جائیں۔سرکاری پالیسی کی نسبت بھی غلط خیال دور کرنے میں یہ کتاب بہت کچھ مدد دیگی +

فہرستِ مضامین

تاریخ ہند

نقشہ خاکہ ہندوستان
کوہ ہندوکش
صحرائے اعظم
دریائے برہم پتر
دریائے مہاندی
گوداوری
دکن
برہما
بحیرۂ عرب
خلیج بنگالہ

ملک اور باشندے

ہندوستان اور برما کا رقبہ ملا کر تقریباً اٹھارہ لاکھ مربع میل ہے۔ ان ممالک کی آبادی ۱۹۰۱ء میں تقریباً ساڑھے اُنتیس کروڑ تھی۔ برِّ اعظم ایشیا میں ہندوستان سے بڑھ کر کسی ملک کا محلِ وقوع عمدہ نہیں ہے۔ اور یہ عمدگی محض جغرافی مقام کے لحاظ سے نہیں۔ بلکہ آب و ہوا کے لحاظ سے ہے۔ اس ملک کا حال جزیرہ نمائے عرب کا سا نہیں ہے۔ بلکہ اکثر حصّوں میں ہمالیہ اور مشرقی و مغربی گھاٹ کی برکت سے بارش بکثرت ہوتی ہے۔ گرم ہوائیں جنوب مغرب سے آکر اُن پہاڑوں سے ٹکراتی ہیں۔ اور برسات میں چھاجوں پانی برسا جاتی ہیں۔

ملکِ مصر میں جو کام دریاے نیل دیتا ہے۔ وہی ہندوستان میں برسات کی بارش دیتی ہے۔ غرض یہاں کے پہاڑ کیا ہیں۔ بڑی نعمت ہیں۔ اُنہیں کی برکت سے موسمی بارش ہوتی ہے۔ اور اُنہیں سے وہ بڑے بڑے دریا نکلتے ہیں۔ جو میدانوں کو بھی سیراب کرتے ہیں۔ اور جن کی نہریں تمام ملک میں آبپاشی بھی کرتی ہیں۔ برسات میں بارش نہ ہؤا کرتی۔ تو جو آبادئے کثیر ہندوستان کے میدانوں میں زمانۂ قدیم سے چلی آئی ہے۔ وہ ہرگز نہ ہوتی +

اس ملک کی زمین زرخیز اور زر ریز ہے۔ تقریباً ہر ایک نباتاتی پیداوار کسی نہ کسی حصّے میں ملتی ہے۔ چاول۔ گیہوں۔ روئی۔ سن۔ چاے۔ قہوہ۔ افیون ہر قسم کا اناج۔ دالیں۔ بیج۔ مصالحے۔ ربڑ۔ ہر طرح کے پھل۔ انڈی کا تیل۔ نیل۔ کنین۔ غرض یہاں ہر فصل عمدہ ہوتی ہے۔ لیکن دُنیا کے اور ملکوں میں جہاں زراعت کے نئے نئے طریقے اور طرح طرح کی کھاتیں ایجاد ہو کر برتی جاتی ہیں۔ پیداوار مقابلتہً بہت زیادہ ہونے لگی ہے +

معدنیات کی یہ بہتات نہیں ہے۔ ہاں پتّھر کا کوئلہ۔ لوہا اور نمک افراط سے ملتا ہے۔ اور برما میں مٹّی کا تیل بھی بہت ہے۔ بعض بعض مقامات

میں سونا بھی نکلتا ہے ۔ مینگینیز بھی جو بڑی
کارآمد چیز ہے ۔ پیداواروں میں بڑا درجہ پاتی
نظر آتی ہے ۔ ہیرے اور جواہرات کی تجارت
اب اتنی نہیں ۔ جتنی پہلے تھی ۔ لیکن بڑے بڑے
خوش رنگ لعل اور سنگ یشب اب بھی کہیں کہیں
ملتے ہیں +

غرض سچ پوچھو ۔ تو ہندوستان میں دولتمند
ملک ہونے کا مادّہ تو موجود ہے ۔ لیکن جن اسباب
سے دولت پیدا ہوتی ہے ۔ وہ یہاں نہیں ہیں ۔
یعنی نہ یہ کہنا زیبا ہے ۔ کہ اس ملک کی زمین
زرخیز ہے ۔ نہ یہ کہنا ۔ کہ اس میں سونے کی
کانیں ہیں ۔ کیونکہ اصل میں دولت کی کل آدمی
ہے ۔ ہندوستان کو خدا نے جوہرِ طبعی تو ایسے
ایسے عطا کئے ہیں ۔ کہ اکثر ممالک میں نہیں پائے
جاتے ۔ مگر یہاں کے باشندے لکیر کے فقیر ہیں ۔
جس ڈگر پر ان کے آبا و اجداد چلتے تھے ۔
اُسی پر آپ چلتے ہیں ۔ زمانے کے قدم بقدم
ترقی کرکے ملک کی زرعی اور معدنی پیداوار کو
نہیں بڑھاتے ۔ محنت ۔ لیاقت اور ایجاد اور قوموں
کی دولت ہے ۔ جس ملک میں یہ نہیں ۔ وہ غریب
نہ رہے ۔ تو کیا ہو +

اس ملک میں ایک قدرتی کمی بھی ہے ۔ یعنی
یہاں بندرگاہ کم ہیں ۔ بمبئی بے شک دنیا کی

بہترین بندرگاہوں میں سے ہے - اور رنگون اور چاٹگام بھی معقول بندر ہیں - لیکن کلکتہ خطرات کا گھر ہے - اور باقی تمام بندرگاہیں مصنوعی ہیں - یہی قدرتی کمی ملک جرمنی میں بھی پائی جاتی ہے - لیکن تجارتی اقوام میں اہلِ جرمنی کا درجہ کسی سے نیچا نہیں ہے - ہندوستان کی تجارت پر بھی اس کمی کا زیادہ اثر نہیں پڑا ہے +

ہندوستان ایشیا کے اَور ملکوں سے بالکل الگ واقع ہے - یہی وجہ ہے - کہ اگرچہ مختلف صوبوں کے لوگوں میں اتنا اختلاف ہے - لیکن پھر بحالتِ مجموعی ان میں یگانگت کا کچھ نہ کچھ مادّہ ضرور موجود ہے +

سر ولیم ہنٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں - کہ ہندوستان کے چار بڑے قطعات ہیں - اوّل میں کوہستانِ ہمالیہ شامل ہے - جو ہندوستان کو شمال کی جانب باقی ایشیا سے جُدا کرتا ہے - دوسرا دامنِ ہمالیہ سے شروع ہوکر جنوب کی طرف پھیلتا ہے - اس میں وہ میدان شامل ہے - جسے ہمالیہ سے نکلے ہوئے بڑے بڑے دریا سیراب کرتے ہیں - تیسرا اس میدان کے جنوبی کنارے سے پھر بلند ہونا شروع ہوتا ہے - یہ ایک مثلث نما سطح مرتفع ہے - جس میں کہیں کہیں چوٹیاں بھی ہیں - یہی ہندوستان کا نصف جنوبی حصّہ ہے - چوتھا برما ہے

جو خلیج بنگالہ کے مشرق میں واقع ہے +

کوہستانِ ہمالیہ دُنیا کا سب سے اونچا سلسلۂ کوہ ہے - اور تبت و ہندوستان کے بیچ میں ایک ناقابلِ گزر حدِّ فاصل ہے - اس کے حیرت انگیز مناظر بہت سے سیّاحوں نے بیان کئے ہیں - سب سے اونچی چوٹی مونٹ اورسٹ جسے یہاں کے باشندے گوری شنکر کہتے ہیں - اُنتیس ہزار فٹ بلند ہے - بہتیری اَور چوٹیاں بھی تقریباً اُتنی ہی اونچی ہیں - ہمالیہ کی جنوبی ڈھلانوں میں جنھیں ترائی کہتے ہیں - کثرتِ بارش سے نباتات بافراط پیدا ہوتی ہے - شکار ہر قسم کا ملتا ہے - کیونکہ مختلف اقسام کے جنگلی جانور پائے جاتے ہیں - بہت سے حصّوں میں چائے بہت بوئی جاتی ہے - لیکن یہ مقام بیماری کا گھر ہیں +

طبقۂ دوم شمالی ہندوستان یا ہندوستانِ خاص کے نام سے موسوم ہے - اس میں مفصّلۂ ذیل علاقے شامل ہیں - اوّل دریائے سندھ کا طاس جسے پنجاب کہتے ہیں - دوم وہ علاقہ جو دریائے گنگا اور اس کے معاونوں سے سیراب ہوتا ہے - یعنی صوبہائے متّحد اور بنگال - سوم دریائے برہم پُتّر کا طاس جسے آج کل آسام اور مشرقی بنگالہ کہتے ہیں - لیکن آسام کو یوں سمجھ لو - کہ ترائی کا حصّہ ہے - یہاں کے باشندے بھی ایک علیحدہ ہی نسل کے

ہیں۔اس وسیع طبقے کا بہت سا حصّہ زرخیز ہے۔
اور آبادی نہایت گنجان۔اس میں بڑے بڑے دریا
بہتے ہیں +

طبقۂ سوم میں صوبہاے وسط ہند۔ بمبئی۔
برار اور مدراس شامل ہیں۔شمالی طبقے کے مقابلے
میں یہ حصّہ زیادہ ناہموار اور پہاڑی ہے۔ اور
اکثر جگہ پہاڑ خاصے اونچے ہیں۔ یہ معدنی دولت
کا گھر ہے۔میسور میں سونے کی کانیں پائی جاتی
ہیں +

برما خلیج بنگالہ کے مشرق کی طرف واقع ہے۔
جغرافیے کے لحاظ سے اس کا ہندوستان سے کچھ
تعلّق نہیں۔ہاں سلطنت کے لحاظ سے یہ اس
ملک کا حصّہ ہے۔اور اُنیسویں صدی میں فتح
ہوکر شامل ہؤا ہے۔ اس کی زمین زر ریز ہے۔
جنگل گھنے ہیں۔اور معدنیات کثرت سے پائی جاتی
ہیں۔ابھی اس میں کچھ آثار ترقّی نمایاں نہیں ہوئے۔
اس کی وجہ یہ ہے۔کہ یہاں کے باشندے محنتی
نہیں ہیں۔نیز برما کو سرکار انگریزی کے سایۂ
عاطفت میں آئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہؤا
ہے +

جزائر انڈمان خلیج بنگالہ میں ساحل برما سے
۱۲۰ میل کے فاصلے پر چھوٹے چھوٹے جزیروں
کا ایک مجموعہ ہے۔جن کی آبادی پچیس ہزار ہے۔

ان کا دار الخلافہ پورٹ بلیر ایک بڑے جزیرے میں واقع ہے - اور یہاں زیادہ میعاد کے قیدی بھیجے جاتے ہیں - یہاں کے اصلی باشندوں کا رنگ سیاہ - قد پست - اور بال گھونگھر والے ہیں - ان کی حالت بالکل وحشیانہ ہے +

جزائر **نکوبار** انڈمان کے جنوب میں واقع ہیں - یہ اٹھارہ جزیرے ہیں - جن میں زیادہ تر تار بل بوئے جاتے ہیں - یہاں کے باشندے انڈمان والوں سے بالکل مختلف ہیں - کیونکہ یہ ملایا نسل کے لوگ ہیں - ان کی جلد بھوری اور بال سیدھے اور کالے ہوتے ہیں +

جزائر **لکادیپ** ساحلِ مالابار سے پرے چھوٹے چھوٹے جزیروں کا ایک مجموعہ ہے - جو حضور وائسرائے ہند کے زیر حکومت ہے - یہاں کے باشندے تعداد میں چودہ ہزار ہیں - اور ان کا مذہب اسلام ہے +

جزائر **مالدیپ** راس کماری کے جنوب مغرب میں چھوٹے چھوٹے جزائر کا ایک مجموعہ ہے - یہاں ایک سلطان حکمراں ہے - جو گورنمنٹ سیلون یا لنکا کا باجگزار ہے - باشندے تمام مسلمان ہیں +

سیلون یا لنکا جغرافیے کے لحاظ سے تو ہندوستان کا ایک حصّہ ہے - لیکن بلحاظِ سلطنت کرون کولونی یا شاہی نو آبادی ہے - سلطنت ہند کا حصّہ نہیں -

یہ ایک خوشحال اور بڑا جزیرہ ہے ۔ لیکن آئر لینڈ سے کچھ چھوٹا ۔ اس کی آبادی پینتیس لاکھ ہے + اسے پرانے زمانے میں لنکا کہتے تھے ۔ اور اہلِ ہنود میں آج تک اس کا یہی نام چلا آتا ہے +

ہندوستان میں جو اقوام آباد ہیں ۔ وہ ایک دوسرے سے بہت ہی مختلف ہیں ۔ لیکن اگر اُن کا مقابلہ اَور ممالک کی قوموں سے کیا جائے ۔ تو معلوم ہوگا ۔ کہ وہ آپس میں بہت ملتی جلتی ہیں ۔ اور یہ کہنا بجا ہے ۔ کہ وہ سب ایک ہی ملک سے تعلّق رکھتی ہیں ۔ اور ہندوستانی کہلاتی ہیں ۔ اتنے بڑے وسیع ملک میں یہ ضروری امر ہے ۔ کہ مختلف قوموں میں اختلاف ہو ۔ یہ بات ہر ایک بڑے ملک میں پائی جاتی ہے + یہاں کے رہنے والوں کی نسلیں بہت ہیں ۔ اور زبان ۔ رسوم اور مذہب میں بھی بڑا بھاری اختلاف ہے ۔ بعض کا تہذیب میں نہایت اعلےٰ درجہ ہے ۔ اور بعض کا نہایت ادنےٰ ۔ سب کا بیان شرح و بسط سے کرنا احاطۂ امکان سے باہر ہے ۔ ہاں مذہب کے لحاظ سے تقسیم آسانی سے ہو سکتی ہے ۔ اور وہ یہ ہے ۔ ہندو ۔ مسلمان ۔ بودھ ۔ پارسی ۔ جین ۔ اور عیسائی +

یہاں مناسب ہے ۔ کہ اہلِ ہند کی اصلیّت کا بھی کچھ مختصر ذکر کر دیا جائے ۔ ہندوستان کی

اصلی قوموں کا حال ہمیں بہت کم معلوم ہے۔ تحقیقات سے اتنا پتا لگتا ہے۔کہ نہایت قدیم زمانے میں وہ تہذیب میں بہت ادنٰے درجے کی قومیں نہ تھیں۔جس قوم نے انہیں فتح کیا۔اُس کی تحریز سے معلوم ہوتا ہے۔کہ اُن کا رنگ سیاہ تھا۔اہل الرائے مانتے ہیں۔کہ گورے رنگ کی ایک قوم یعنی آریوں نے وسط ایشیا کے مغربی حصّے سے ہندوستان پر چڑھائی کرکے یہاں کے پُرانے باشندوں کو مغلوب کیا۔آریوں کی کتابوں میں یہاں کے اصلی باشندوں کا ذکر آیا ہے۔معلوم ہوتا ہے۔کہ وہ تہذیب کے اُس درجے کو نہیں پہنچے تھے۔جو آریوں کو نصیب تھا۔مفتوح نسل کے بہت سے پس ماندگاں اب بھی پہاڑوں میں ملتے ہیں۔اور اُن میں سے بہت سی قومیں تہذیب سے بالکل بے بہرہ ہیں۔فاتحانِ ہند یعنی قوم آریا نسل اور زبان میں اہلِ فرنگ سے ملتے جلتے ہیں۔اور اَور نسلہائے انسانی سے بڑھ چڑھ کر ترقی و تمدّن کا مادّہ رکھتے ہیں۔لیکن یاد رہے۔کہ لفظ 'ہندو' کا اطلاق بہتیری غیر آریہ قوموں پر بھی ہوتا ہے۔جنھوں نے فاتحوں کا مذہب کم و بیش اختیار کر لیا ہے +

ہندو تعداد میں بیس کروڑ ستّر لاکھ ہیں۔ملک کے اکثر حصّوں میں انہیں کی آبادی زیادہ ہے۔

ہاں پنجاب اور مشرقی بنگال میں اَور صوبجات کے مقابلے میں نسبتاً کم ہیں ۔ مختلف ذاتوں کے آدمی مختلف کار و بار کرتے ہیں ۔ ہندوؤں نے فرنگستانی تہذیب بڑی مستعدی سے اختیار کر لی ہے۔ اور انہیں تعلیم سے بھی رغبت ہے۔لیکن ابھی تک تعلیم کی اشاعت جیسی ہونی چاہئے ۔نہیں ہوئی ہے۔ جن جن مقامات میں ہندو آباد ہیں۔یا جس جس نسل کے ہیں ۔اُسی کے لحاظ سے اُن کی صورت شکل ۔ استعداد و لیاقت ۔ جنگی عادات اور قوائے جسمانی میں بھی فرق ہے۔لیکن اپنی رسوم قدیم کی ان کی نگاہ میں بڑی عزّت ہے۔اور جہاں تک ہوسکے۔یہ اُن کے پابند رہتے ہیں + ان میں سکھ بھی شامل ہیں۔سکھّوں کے فرقے کے بانی گُرو نانک صاحب تھے ۔جو بابر کے عہد میں گزرے ہیں ۔ یہ لوگ تعداد میں تقریباً بائیس لاکھ ہیں۔اور صرف پنجاب کے رہنے والے ہیں ۔ یہ اپنی سپاہیانہ عادات کی وجہ سے مشہور ہیں ۔اور فوجِ ہند میں سب سے اچھے سپاہی ہیں ۔ آج کل ان کو ہندوؤں کا سپاہیانہ فرقہ سمجھنا چاہئے ۔ یہ بودھوں کی طرح ہندوؤں سے الگ نہیں ہیں۔ بلکہ اپنی عادات و رسومات میں پکّے ہندو ہیں +

مسلمان تعداد میں سوا چھ کروڑ سے کچھ کم ہیں۔ یا یوں کہو۔کہ کل آبادی کا اکیّس فی صدی حصّہ مسلمان

ہے - ہاں پنجاب اور مشرقی بنگال میں مسلمانوں کی آبادی نسبتاً ہندوؤں سے زیادہ ہے - ان میں کچھ تو اُن قوموں کے آدمی ہیں - جو فتّاحوں کے ساتھ باہر سے آکر یہاں بس گئے ہیں - اور کچھ یہیں کی اقوام ہیں - جنھوں نے تبدیل مذہب کرلیا ہے - یہ لوگ ہر طرح کا کار و بار بھی کرتے ہیں - اور حرفت و صنعت اور کاشتکاری بھی +

بودھ تقریباً تمام برما اور لنکا میں آباد ہیں - حضرت عیسےٰ سے کئی سو برس پہلے سے شروع ہوکر کئی صدی بعد تک انہیں کا مذہب ہندوستان کے حصۂ کثیر میں پھیلا ہوا تھا - لیکن آگے چل کر تم پڑھوگے - کہ برہمنی مذہب نے بُدھ مت کو ہندوستان سے بالکل ملک بدر کر دیا ہے - بعض قومیں مثلاً باشندگانِ بھوٹان - سکّم و سرحد شمالئے کشمیر جو اب بھی اس مذہب کے پیرو ہیں - ہندوستان کی سرحدوں پر رہتے ہیں - انہیں خاص ملک ہندوستان سے کچھ سروکار نہیں ہے - برما میں بودھوں کی تعداد نوّے لاکھ پچیس ہزار اور لنکا میں بیس ہزار ہے +

پارسی یوں تو خال خال ہندوستان کے ہر ایک شہر میں تجارت کرتے ملتے ہیں - لیکن ان کا صدر مقام صرف بمبئی ہے - اور یہیں کثرت سے پائے جاتے ہیں - یہ قوم نہایت ذکی - اعلےٰ درجے

کی تعلیم یافتہ اور بڑی دولت مند ہے - ان میں سے بہتیرے امیر کبیر ہیں - ساتھ ہی یہ بات بھی ہے - کہ اکثر پارسی اپنا روپیہ رفاہِ عام کے کاموں میں صرف کرتے ہیں - سرکار میں ان کی وفاداری بھی ضرب المَثَل ہے - ہندوستان میں کل چورانوے ہزار پارسی ہیں - یہ لوگ شروع میں فارس سے آئے تھے - ان کا مذہب آتش پرست ہے +

جین تعداد میں زیادہ نہیں ہیں - مغربی ہند میں بہت ہیں - ان کے مذہب کی کچھ باتیں ہندوؤں سے ملتی ہیں - اور کچھ بودھوں سے - یہ اہنسا کے قائل ہیں - اور جاندار کو مارنے سے سخت پرہیز کرتے ہیں - ان کی تعداد تیرہ لاکھ ہے - یہ لوگ تقریباً ہندو ہیں - اور ان کو ہندوؤں میں ہی شمار کرنا چاہیئے +

عیسائی اگرچہ آج کل ہندوستان کی آبادی کا بہت کم حصّہ ہیں - لیکن تعداد میں روز افزوں ترقی کر رہے ہیں - مدراس میں عیسائیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے - اور تمام ہندوستان کے عیسائی ملا کر آج کل کچھ کم تیس لاکھ ہیں +

دوسرا باب

اصلی باشندے

ہندوستان کے پُرانے زمانے کے حالات کا ہمیں بڑی مشکل سے پتہ لگتا ہے - کیونکہ ایسی بہت کم کتابیں ملتی ہیں - جن میں وہ مندرج ہوں - مؤرخین کی یہ رائے ہے - کہ ہندوؤں کو تاریخ نویسی کا کبھی شوق نہیں تھا - اس لئے اُنھوں نے اپنی تاریخ قلمبند کرنے کی کوشش نہیں کی - لیکن اگر غور سے دیکھا جائے - تو یہ خیال بالکل غلط ثابت ہوگا - کیونکہ یہ ممکن کس طرح ہو سکتا ہے - کہ اس قوم کو جس نے میدانِ تہذیب میں یہاں تک قدم بڑھایا - علمِ تاریخ کا شوق نہ ہو - اصل بات یہ ہے - کہ ہندوستان میں جو ہل چل کئی صدیوں تک رہی - اس میں بہت سی کتابیں گم ہوگئیں - پھر بھی کئی کتابیں ایسی ملتی ہیں - جن سے ایک تو ہندوستان کی پُرانی تاریخ کا پتہ لگتا ہے - اور دوسرے یہ ثابت ہوتا ہے - کہ یہاں کے لوگوں

کو تاریخ لکھنے کا اتنا ہی شوق تھا۔ جتنا کہ کسی
اَور ملک کے لوگوں کو۔ راج ترنگنی۔ ہرش چرتر۔
پرتھوی چند را یسا اگر تاریخ کی کتابیں نہیں تو اَور کیا
ہیں۔ اور رامائن۔ مہابھارت وغیرہ تاریخی مضامین
سے پُر ہیں +

ہندوستان کی تاریخ کے ماخذ اَور بھی بہت سے
ہیں۔ مثلاً وید۔ برہمن گرنتھ۔ گرہن سوترو۔ اپنشد۔
ویا کرن۔ پران وغیرہ وغیرہ کے پڑھنے سے قدیم
زمانے کی بابت بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔
پُرانے زمانے کے کھنڈرات جو آج کل پائے جاتے
ہیں۔ اُن کو دیکھنے سے بہت کچھ پتہ چلتا ہے۔
راجہ اشوک کے عہد میں ہندوستان کے مختلف حصّوں
میں پہاڑوں اور میناروں پر تاریخی واقعات کندہ
کئے گئے۔ اُن سے اُس زمانے کا حال معلوم ہوتا
ہے۔ پتّھر یا دھات کے قدیم کتبے یا سکّے بھی اس
بات میں بہت سی مدد دیتے ہیں۔ بودھوں اور جینیوں
کی مذہبی کتابوں سے بھی بہت کچھ حالات کا پتہ
چلتا ہے۔ جینیوں کی کتابوں میں راجپوت راجاؤں
کا حال درج ہے۔ اور باہر کے کئی مؤرّخوں نے
ہندوستان کے معاملات کی نسبت حوالے دئے ہیں۔
مثلاً ہیون سان۔ فاہیان۔ مگستھنیز وغیرہ وغیرہ چینی
جاتریوں نے یہاں رہ کر جو کتابیں لکھی ہیں۔ وہ
نہایت مفید ہیں۔ فاہیان پانچویں صدی بکرمی سمت

میں یہاں آیا۔ اور ہیون سان آٹھویں صدی بکرمی سمت میں۔ ان جاتریوں نے ہندوستان کے بہت سے حصّوں کی سیر کی۔ اور جو جو باتیں اُن کو قابلِ غور دکھائی دیں۔ اُن کو اُنھوں نے قلمبند کیا۔ ان کے علاوہ اَور بہت سے ماخذ ہیں۔ لیکن ان کے بیان کی یہاں کچھ ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ ان سب وسیلوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہندوستان کی آبادی صرف اصلی قوموں کی نہیں ہے۔ بلکہ جیسا تم آگے چل کر تیسرے اور چوتھے باب میں پڑھوگے۔ اس ملک میں شمال مغرب کی جانب سے ایک مہذب قوم آئی ہے۔ اور اُس نے یہاں کی اصلی قوموں کو زیر کیا ہے۔ ہاں پُرانے باشندے اب تک اس ملک میں کہیں کہیں پائے جاتے ہیں۔ خاص کر پہاڑی علاقوں میں۔ اسی وجہ سے جن آدمیوں کو ہندوستان کے حالات سے آگاہی کم ہے۔ اور یہاں کے حالات لکھنے یا اُن پر بحث کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اُن کو مغالطہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ ہندوستان کو وحشی ملک کہہ دیتے ہیں۔ مانا کہ ہندوستان میں اب تک کچھ ایسی قومیں بھی بستی ہیں۔ جو بالکل وحشی ہیں۔ لیکن یاد رہے۔ کہ اس وسیع جزیرہ نما میں ادنےٰ درجے کی تہذیب کے لوگوں سے لے کر اعلےٰ سے اعلےٰ درجے کی تہذیب کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایسے بڑے ملک میں یہ بات ناممکن ہے۔ کہ

سب آدمی تہذیب کے لحاظ سے ایک ہی درجے کے
ہوں - تھوڑا بہت فرق ہونا ضروری ہے - اور
جن کا ذکر محقّق مؤرّخ اور فصیح مقرّر کیا کرتے
ہیں - تہذیب کے بہت سے مختلف مدارج پائے
جاتے ہیں ٭
زمانۂ قدیم کا ذکر کرتے وقت مؤرّخ کو بڑی دقّت

غیر آریہ لوگ

کا سامنا ہوتا ہے - ہمیں ہندوستان کے پُرانے
باشندوں کے حالات بہت کم معلوم ہیں - اور جو

ہیں - وہ وبدوں کی رچاؤں کے نامکمل بیانات یا
اُن قوموں کے ہتھیاروں اور مکانوں کی ایسی ہی
نامکمل واقفیت سے اخذ ہوئے ہیں - با ایں ہمہ
ان قوموں کی دو بڑی بڑی شاخوں کا صاف صاف
پتا لگتا ہے -جو شمال اور جنوب میں رہتی تھیں -
انہیں **کلاری** اور **دراوڑی** کہتے ہیں - ایک
گروہ تیسرا بھی ہے - لیکن اس کے بیان کی
زیادہ ضرورت نہیں - کیونکہ قوم آریہ کی طرح یہ
قوم بھی جانی پہچانی ہے -اس سے ہماری مراد
تبتّی برہمی نسل ہے -جو برما اور ہندوستان
کے مختلف شمال مشرقی قطعات میں آباد
ہے +

کُلاری قوموں کے آدمیوں کی تعداد ایک کروڑ
اسّی لاکھ ہے - یہ دُور دُور آباد ہیں - اور تہذیب
کے لحاظ سے نہایت ہی ادنٰے حالت میں ہیں -
یاد رکھو -کہ قوم آریہ کی چڑھائی کا ذکر کرتے وقت
ہندوستان کے باشندوں کو "اصلی قومیں" کہنا از روے
علم نسل انسان درست نہیں ہے -کیونکہ اس بات
کا ثبوت ملتا ہے -کہ نہایت قدیم زمانے میں یہ
کُلاری قومیں بھی ہندوستان میں باہر سے آئی تھیں-
اور ان سے بھی پہلے جو لوگ یہاں بستے تھے -
اُنہیں یا تو اُنہوں نے مار ڈالا - یا اپنی قوم میں
ملا لیا - غرض کچھ ہی کیوں نہ ہو -نسل کُلاری ایک

بڑی پُرانی نسل ہے ۔اور ایک مؤرّخ کے قول کے مطابق" سُنسان اور دشوار گزار خطّوں میں ابھی تک رہتی ہے ۔لیکن عرصۂ دراز سے تاریخ انسانی میں شمار نہیں کی جاتی" +

سنھتال شمالی بنگال میں رہتے ہیں ۔یہ نسل کُلاری کی قوموں میں سے ایک با وقعت قوم ہے ۔ ان کی تعداد بیس لاکھ ہے ۔سنھتال توانا ۔بہادر اور چست و چالاک لوگ ہیں ۔ عرصے تک انگریزوں کے ساتھ ان کی لڑائی جاری رہی ہے ۔لیکن اب امن سے رہنے سہنے لگے ہیں ۔پولیس میں عمدہ سپاہیوں کا کام دیتے ہیں ۔لیکن تعلیم سے بے بہرہ ہیں ۔ یہ بھی بہتیری اصلی قوموں کی طرح ایک قطعۂ زمین میں سب مل کر رہنا نہیں پسند کرتے ۔ ہاں شمالی بنگال کے پہاڑی قطعات میں ان کی ایک بڑی بھاری برادری رہتی ہے +

بھیلوں کا حال بھی دلچسپ ہے ۔ان کی تعداد بارہ لاکھ ہے ۔اور وسط ہند کی پہاڑیوں میں رہتے ہیں ۔یہ سیاہ فام ۔پست قد اور چور ہوتے ہیں ۔ لیکن اب آہستہ آہستہ تہذیب کے احاطے میں آتے جاتے ہیں ۔ ایک نیک دل انگریزی افسر سر جیمز آؤٹرام ان میں کئی سال تک رہا ۔ وہ لکھتا ہے ۔ کہ مہربانی اور مستقل مزاجی سے ان کے ساتھ سلوک کرنے سے اچھے نتیجے نکلے +

اڑیسہ کے کانڈھ[1] تعداد میں ایک لاکھ ہیں ۔
یہ اب تک پُرانے شبانی طریقے سے زندگی بسر
کیئے جاتے ہیں ۔اور اصلی قوموں کی طرح ان کے
جسم نحیف نہیں ہیں ۔ان کی مذہبی رسوم ایسی
ہیبت ناک ہیں ۔کہ سخت بدنامی کا باعث ہیں ۔
ان کا عقیدہ ہے ۔کہ جن دیوتاؤں کو ہم مانتے
ہیں ۔وہ حاسد ہیں ۔اور آدمی کو پھلنا پھولتا
نہیں دیکھ سکتے ۔اس باعث سے ہمیشہ ان کے
منانے کے فکر میں رہتے ہیں ۔ستّر برس ہوئے ۔
کہ ان میں آدمیوں تک کی قربانیاں جاری تھیں ۔
سر وِلیم ہنٹر صاحب لکھتے ہیں ۔" انسانی قربانی
میں شریک ہونا کانڈھوں میں شرکتِ برادری
کی شرطِ اہم تھی ۔زمین کے دیوتا کی پوجا مجموعی
طور پر بھی ہوتی ہے ۔اور انفرادی طور پر بھی ۔

[1] کانڈھ ہندوستان کے اَور حصّوں میں بھی پائے جاتے
ہیں ۔ان کی کل تعداد پانچ لاکھ ہے ۔زمانے کے لحاظ سے
بعض محقّق قوم کانڈھ اور گونڈ کو دراوڑی بتاتے ہیں۔لیکن
چونکہ بعض محقّقین کو تقسیم کلاری و دراوڑی سے ہی
انکار ہے ۔اس لیئے دونو میں سے کسی شاخ میں شامل
کیئے جا سکتے ہیں ۔ہاں اس میں کسی طرح کا شک نہیں
ہے ۔کہ کانڈھوں کی زبان بھیلوں اور سنتھالوں کی زبانوں
سے بالکل مختلف ہے +

مجموعی طور پر تمام قبیلہ یا گاؤں مل کر پوجا کرتا ہے۔اور انفرادی طور پر وہی خاص اشخاص پوجتے ہیں۔جو اُس دیوتا کا غصہ فرو کرنا چاہتے ہیں۔پوجا حقیقت میں اُس سے پناہ مانگنا ہے۔یعنی انسان کے ساتھ اُسے جو ازلی عداوت ہے۔وہ ترک کر دے۔ اس دیوتا کی مہربانی یہ لوگ ایسی قیمتی قربانیاں کرکے حاصل کرتے ہیں۔کہ ان سے زیادہ قیمتی قربانیاں انسان خدا کے لئے نہیں کر سکتا۔" کانڈھ ایسے جاہل ہیں۔کہ ان کی زبان میں حروفِ تحریری تک نہیں۔جب مشنریوں نے اُنہیں انجیل پڑھانی چاہی۔تو مختلف آوازیں کانڈھی زبان کی لیں۔اور اُنہیں ظاہر اُڑیا حروف میں کیا +

صوبجاتِ وسط ہند میں بہتیری اصلی قومیں آباد ہیں۔ان میں سے گونڈوں کی تعداد خاصی ہے۔ یہ شکاری ہیں۔اور ابھی تک تیر کمان کا استعمال کرتے ہیں۔ان کی تعداد بائیس لاکھ پچاس ہزار ہے۔صوبجاتِ وسط ہند کے علاوہ یہ وسط ہند میں اور بھی بہتیری جگہ ملتے ہیں +

یاد رکھو۔کہ اصلی قومیں یا دسیو آریوں کی چڑھائی کے وقت وحشی نہ تھیں۔ویدوں میں اُن کی دولت اور اُن کی گڑھیوں کا اکثر ذکر آتا ہے۔مثلاً "ہے اندر اور اگنی! تم دونو نے مل کر دسیوں کی نوّے گڑھیوں کا ناس کر دیا۔" یہ ظاہر ہے۔کہ جن قوموں

کے پاس دولت اور گڑھیاں ہوں - وہ وحشی نہیں ہو سکتیں - حق یہ ہے - کہ ڈراوڑی[1] قومیں ہمیشہ سے بہیئت مجموعی آریہ قوموں سے کچھ ہی کم تھیں +

دراوڑ جنوبی ہندوستان میں آباد ہیں - اور اس وسیع جزیرہ نما میں تمام قوموں سے زیادہ محنت کش

---

[1] یاد رہے - کہ نسلوں کی نسبت محققین کے خیالات اکثر بدلتے رہتے ہیں - ہم نے سر ولیم ہنٹر کی تقسیم اختیار کی ہے - لیکن اخیر رپورٹ مردم شماری ہند کے لکھنے والوں نے اس کو متروک کر دیا ہے - انہیں تقسیم کُلاری و دراوڑی سے ہی انکار نہیں - بلکہ اس بات سے بھی انکار ہے - کہ دراوڑی قوم کا نکاس شمال مغرب سے ہے - چنانچہ لکھتے ہیں - "اول تو کُلاری اور دراوڑی کی تفریق محض زبان کے لحاظ سے ہے - دونو قوموں کی ساخت جسم کے فرق پر مبنی نہیں - دوسرے عقل تسلیم نہیں کر سکتی - کہ سیاہ رنگ اور لمبے سر والی نسل کا ایک جم غفیر ہندوستان میں اُس خطۂ زمین سے آئے - جہاں صرف ایسے لوگ بستے ہیں - جن کے سر چوڑے اور رنگ زرد ہیں" شائقین تاریخ عامہ کو ان جھگڑوں سے کچھ واسطہ نہیں - انہیں صرف یہ یاد رکھنا چاہئے - کہ شمال مغرب سے ایک قوم نے آکر ہندوستان کے ایسے باشندوں کو اپنا تابع بنایا - کہ اُن سے نسل میں بھی مختلف تھے - اور تہذیب میں بھی بہت گرے ہوئے تھے +

اور امن پسند ہیں۔ لوگ غلطی سے یہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ میدانِ ترقی میں مدراس باقی ہندوستان کا ہمسر نہیں۔ لیکن حق یہ ہے۔ کہ مال و دولت سے قطع نظر کریں۔ تو تہذیب کی ہر فرع میں صوبۂ مدراس کو ہندوستان کے اَور تمام صوبجات پر فوق حاصل ہے۔ اور یہ ترقی قوم دراوڑ کی محنت کشی کی ہی برکت ہے۔ برما میں تمام ملک کا کام یہی لوگ کرتے ہیں۔ اور دُنیا کے اَور بہت سے حصّوں میں ان کی محنت کے کارنامے نمایاں نظر سے گزرتے ہیں۔ زبان کے لحاظ سے دیکھیں۔ تو تامل۔ تلگو۔ کناری۔ مالایالم سب زبان دراوڑی کی ہی فروعات ہیں۔ لیکن سب دراوڑی قوموں کا یہ حال نہیں ہے۔ مغربی پہاڑیوں میں انہیں کی بعض قومیں نہایت وحشیانہ حالت میں ملتی ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ نہ وہ شورہ پشت ہیں۔ نہ ذلیل و خوار +

مالابار کی قوم نیر کے حالات بھی سننے کے قابل ہیں۔ یاد رہے۔ کہ نہایت قدیم زمانے میں نوع انسان بالکل وحشی تھی۔ لوگ بالکل جانوروں کی طرح بسر کرتے تھے۔ رشتۂ خاندانی کی بھی قید نہ تھی۔ ایک عورت کے کئی کئی خاوند ہوتے تھے۔ نیروں میں یہ رواجِ قدیم اب تک جاری ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ ہندوستان کیسا

قدیم ملک ہے۔ نیروں کی عورتیں کئی کئی خاوند کر سکتی ہیں۔ لیکن اہلِ تبّت کی طرح یہ لازم نہیں ہے۔ کہ وہ سب آپس میں بھائی ہوں۔ کسی نیر کو یہ معلوم نہیں۔ کہ میرا باپ کون ہے۔ ورثہ ماں کی طرف سے پہنچتا ہے۔ مالابار کی پہاڑیوں میں نیروں کی تعداد دس لاکھ سے کچھ زیادہ ہے +

نیلگری میں ایک چھوٹی سی قوم آباد ہے۔ جسے ٹوڈا کہتے ہیں۔ ان کی تعداد صرف آٹھ سو ہے۔ یہ بیلوں کے گلّے چراتے ہیں۔ بانس کی جھونپڑیوں میں رہتے ہیں۔ اور زمین نہیں جوتتے بوتے۔ ان کا مال و دولت اور دین و ایمان ان کے بیل ہیں۔ دل و جان سے اُن کی خدمت کرتے ہیں۔ ان میں بڑے بڑے قوی جوان ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ تمام پہاڑی قوموں کو نظرِ حقارت سے دیکھتے ہیں۔ ایک جگہ قیام نہیں رکھتے۔ بلکہ اپنے گلّوں کو چرانے کے واسطے ایک جگہ سے دوسری جگہ لئے پھرتے ہیں۔ ان میں بھی یہ رواج چلا آتا ہے۔ کہ ایک عورت کئی مردوں سے جو باہم رشتہ دار ہوں۔ شادی کر لیتی ہے۔ لیکن یہ رسم اب آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے۔ ان کے دل میں خدائے کائنات کا خیال جاگزیں نہیں۔ ہاں غیر معمولی چیزوں کی پرستش کا میلان پایا جاتا ہے۔ اگرچہ ان کے دیوتا

بے تعداد ہیں - مگر نہ یہ اُن سے دعائیں مانگتے ہیں - نہ چڑھاوے چڑھاتے ہیں - غرض نہایت ہی وحشیانہ حالت میں ہیں - اس پر تماشہ یہ - کہ ان کی جھونپڑیاں میونسپل حدود اوت کمانڈ کی مہذّب آبادی میں بھی پائی جاتی ہیں - ان کی زبان کناری کی ایک شاخ ہے +

نیلگری میں ایک اور بھی چھوٹی سی قوم آباد ہے - جسے کوٹا کہتے ہیں - ان کی تعداد تیرہ سو ہے - ٹوڈوں کی طرح ان کی حالت بھی سخت وحشیانہ ہے - اور پہاڑیوں کی نظر میں یہ اُن سے بھی کم درجے کے آدمی ہیں - یہ کم بخت مُردار خوار ہیں - لیکن تماشہ یہ ہے - کہ مُردار کھا کر بیمار نہیں پڑتے - ایک صاحب چشم دید حال لکھتے ہیں "- کہ یہ لوگ اُن ایّام میں اور بھی چست و توانا نظر آتے ہیں - جب ٹوڈوں یا بدگوں کے گلّوں میں بیماری پھیلی ہوتی ہے "- پہاڑیوں کی طرح سیدھی سادی زندگی بسر کرتے ہیں - اور ایسی زندگی کے لئے جن سیدھے سادے کار و بار کی ضرورت ہوتی ہے - وہ انہیں آتے ہیں +

یہاں ایک اور بات بھی دھیان میں رکھو - جس سے ہندوستان کی قدامت عیاں ہوتی ہے - پہلے سب آدمی شکاری تھے - اس حالت میں وہ

فہم و فراست میں اپنے سے ذرا ہی کم درجے کے
چرند و پرند کو مار کر اپنا پیٹ بھرا کرتے تھے ۔
اس کے بعد شبانی کا کام اختیار کیا - اس حالت
میں قومیں یا قبیلے اپنے گلے ایک جگہ سے
دوسری جگہ چراتے پھرا کرتے تھے - اس سے
شکار کی نسبت خوراک زیادہ آسانی اور حفاظتِ
بدن کے ساتھ میسّر ہو جاتی تھی - پھر زراعت
کرنی سیکھ گئے - اور اناج بونے اور کھانے لگے -
آخر میں ہر ایک قسم کی محنت و مشقّت کرنے لگے -
بھیل ابھی تک پہلی ہی حالت میں ہیں - ٹوڈا
دوسری حالت میں - نیر اور اَور اصلی اقوام
تیسری میں - اور کوٹا چوتھی میں - اس طرح اہلِ
ہند کی طرزِ معاشرت سے اُن کی تاریخ جلی حروف
میں لکھی ہوئی ملتی ہے - یہاں ہمیں انسان کی
چاروں ابتدائی حالتیں صاف صاف نظر آتی
ہیں - اور ممکن ہے - کہ اُسی زمانۂ قدیم میں
اَور خانہ بدوش پہاڑی اقوام بھی اسی طرح اپنی
سیدھی سادی ریت رسوم ادا کرتی ہونگی - جیسے
آج کل کرتی ہیں +

اگر مہذب قوم دراوڑ سے قطع نظر کی جائے -
تو ہندوستان کی اَور اصلی اقوام کے حالات
دلچسپی سے خالی نہیں - یہ قومیں امن و امان
سے رہتی ہیں - اور کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتیں -

جن لوگوں کو ان کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہُوا ہے۔
وہ ان کی مسکینی ۔ دوستی ۔ قناعت ۔ خوش مزاجی
اور دیانتداری کے مدّاح ہیں خونخواری طبیعت
سے فرو ہو گئی ہے ۔ اور باوجودیکہ مہذّب قوموں
کے ساتھ تعلّق ہے ۔ پھر بھی پھل پھول رہی
ہیں ۔ یہ مستحسن نتیجہ سرکار انگریزی کے دانایانہ
اور رحیمانہ سلوک کا ہے ۔ سرکار نے ان کے
مذہب و رسوم میں مطلق دست اندازی نہیں کی
ہے ۔ اور کی ہے تو صرف وہیں ۔ جہاں اجازت
دینی مناسب نہ تھی ۔ مثلاً کانڈھوں کو انسانی قربانی
سے روکا ہے ۔ ساتھ ہی زبردستوں کو اُن پر
ظلم کرنے اور اُنہیں بگاڑنے سے بھی روکا ہے۔
آج کل بہت سے گُلاری اور دراوڑی مہذّب پیشے
سیکھتے جاتے ہیں ۔ ایک دن وہ زمانہ بھی آئیگا۔
کہ ہندوستان کی باقی آبادی میں یہ بھی شامل
ہو جائینگے ۔ لیکن ابھی اس کو بہت عرصہ درکار
ہے ۔ کیونکہ ترقی بہت ہی آہستہ آہستہ ہو رہی
ہے ×

تیسرا باب

آریوں کی فتح - درجۂ اوّل - ویدوں کا زمانہ

تاریخی تحقیقات اور علم زبان سے ہمیں اُن قوموں اور زمانوں کا بہت کچھ حال معلوم ہو گیا ہے - جو پہلے "قبل از تاریخ" کہلاتے تھے - مثلاً ہم جانتے ہیں - کہ وسط ایشیا کا مغربی حصّہ گہوارۂ اقوام تھا - یہیں زمانۂ قدیم میں ایک قوم آریہ رہتی تھی - اگرچہ یہ ضروری نہیں - کہ یہ قوم شروع سے یہیں رہتی تھی - اور یہیں سے نکل کر وہ ایشیا اور یورپ میں پھیلی - تمام آریہ قوموں کی زبانوں میں یگانگت پائی جاتی ہے - اور زبان کے ہی توسط سے یہ بات بھی دریافت ہوئی ہے - کہ وطنِ مالوف چھوڑنے سے پہلے قوم آریہ تہذیب کے کس درجے میں تھی - اس میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہیں ہے - کہ وہ درجۂ وحشت سے نکل چکی تھی -

اوّل اوّل آدمی کی حالت جانوروں کی سی ہُوا کرتی ہے - یہ بڑی بھاری ترقی ہے - کہ اس حالت سے نکل کر خاندانی تعلقات قائم ہو جائیں - یہ خاندانی تعلقات آریوں میں اُس زمانۂ قدیم میں موجود تھے - جب اُنہوں نے ہندوستان فتح کیا - الفاظ پدر - مادر - برادر - دختر کا مادّہ ہر ایک آریہ زبان میں یکساں ہے - ویدوں کی رچاؤں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے - کہ آریہ دھاتوں کا استعمال جانتے تھے - رتھوں پر چڑھ کر لڑتے تھے - زمین کاشت کرتے تھے - غرض بہتیری باتوں سے معلوم ہوتا ہے - کہ وہ میدانِ تہذیب میں خاصی ترقی کر چکے تھے +

ہندوستان پر آریوں کی چڑھائی کے بہت ہی کم حالات معلوم ہیں - اس لئے جو مختلف من گھڑت مسائل سُننے میں آتے ہیں - یہاں اُن کی تفصیل لاحاصل ہے - ہاں جب وہ ہندوستان میں پہنچ گئے - تو اُن کی اُس زمانے کی حرکات و سکنات کی نسبت ہمیں بہت سی باتیں معلوم ہیں - جن کا ماخذ رگ وید ہے - یہ سُوکتوں یا مقدس بھجنوں کا نہایت قدیم مجموعہ ہے - انہیں سُوکتوں سے معلوم ہوتا ہے - کہ یہ گورے رنگ کے حملہ آور کس طرح کے آدمی تھے - رشی لکھتے ہیں - کہ آریہ زراعت اور حرفت بھی کرتے تھے - لیکن ابھی تک خانہ بدوشی بھی جاری

ہے - جنگ اور مہمّات کے بڑے شائق ہیں - خاندانوں
یں سیدھے
سادے طور
پر زندگی بسر
کرتے ہیں -
بزرگ خاندان
ہی خاندان کا
پجاری یا پروہت
ہوتا ہے - اور
طرزِ حکومت
کی نسبت یہ
معلوم ہوتا ہے -

آریوں کی ابتدائی زندگی

کہ راجہ کسی سیدھے سادھے طریقے سے منتخب کیا جاتا
ہے +

ان باتوں سے یہ نہ سمجھ لینا - کہ ہندوستان
کی فتح چند مہمّات میں تمام ہو گئی - پہلے پہل
پنجاب کے دو دریاؤں یعنی سرسوتی اور درشدوتی یا
گھگرّ کے بیچ کے تنگ قطعۂ زمین پر آریوں کی
سب سے مشہور بستی بسی - آہستہ آہستہ فتوحات
بڑھنی شروع ہوئیں - اور آریوں نے سیاہ فام
اصلی باشندوں کو زیر کرنا شروع کیا - اور انہیں
داس - دیت - اسُر - راکشس - ناگ - دسیو وغیرہ
نام دئے - لیکن دوسرے باب میں تم پڑھ آئے ہو -

کہ ان میں سے اکثر قومیں ناشائستہ نہ تھیں۔ اور ہمیں یقینی طور سے معلوم ہے۔ کہ اُنہوں نے آریوں کا جان توڑ کر مقابلہ کیا ہے۔ یہ بات بھی یقینی طور پر معلوم ہے۔ کہ گو جنگ جو اصلی قوموں نے قدم قدم پہ آریوں کے بڑھنے کو روکا۔ لیکن آریہ برابر جنوب کی طرف بڑھتے چلے آئے۔ آریہ لوگوں کو اُن کی وحشیانہ عادات سے اتنی نفرت نہ تھی۔ جتنی اس بات سے تھی۔ کہ یہ وحوش یگیہ خراب کر جاتے تھے۔ اور اس بات سے بہت خوش ہؤا کرتے تھے۔ لیکن آخر حملہ آوروں نے فتح پائی + یہ فتوحات زمانۂ دراز تک جاری رہیں۔ ان کی تفصیل کا حال ہمیں معلوم نہیں +

ویدوں کے زمانے میں ہمیں آریوں کے مذہب کی نسبت تو بہت کچھ معلوم ہے۔ لیکن ان کی طرزِ معیشت کے زیادہ حالات معلوم نہیں۔ آریوں کا مذہب آزادی اور خوشی کا تھا۔ بعض مکروہ یا بے رحمی کی رسوم جو بعد میں ہندوؤں کے بعض فرقوں میں داخل ہو گئی ہیں۔ اس وقت رائج نہ تھیں۔ یہ رسوم غیر آریہ قوموں سے لی گئی ہیں۔ آریوں کے دیوتا دیو یا پرکاشمان کہلاتے تھے۔ یعنی وہ درخشاں قوائے قدرت کی پرستش کرتے تھے۔ حقیقت میں حکمائے اشراقین کی طرح آریہ

ایک خدائے واحد کو مانتے تھے - اس فرقۂ حکما کا بھی خدائے برتر و اعلےٰ توزیوس (سنسکرت دیو) ہے - اور بہتیرے چھوٹی چھوٹی قوائے قدرت کو بھی دیوتا مانا گیا ہے - رگ وید کا مذہب یہ ہے - کہ ایک قائم بالذّات مگر آدمی کی سمجھ سے باہر طاقت خدائے کائنات ہے -
"اُس نے ارادہ کیا - کہ میں اپنی ذات میں سے مختلف طرح کی مخلوق پیدا کروں - اُس نے اوّل خیال سے پانی پیدا کیا - اور اُس میں خلق کرنے کا بیج رکھّا" اس بیج سے برہما پیدا ہؤا - اور اُس نے تمام اشیا پیدا کیں +
چھوٹے دیوتا قوائے قدرت کو ظاہر کرتے ہیں - مثلاً اندر مینہ کو - اگنی آگ کو - ورن آسمان کو - پرتھوی زمین یا اجرام فلکی کو - سوریہ سورج کو - چندر چاند کو - ورہسپتی وغیرہ ستاروں کو - یا یہ دیوتا خیالاتِ مجرّد کو ظاہر کرتے ہیں - مثلاً دھرم انصاف کا دیوتا ہے - دھنونتری علم طب کا دیوتا ہے وغیرہ وغیرہ - جو قوم ہندوستان میں آ کر رہی - اُس کے لئے قوائے قدرت کی پرستش لازمی تھی - کیونکہ اس ملک میں زندگی کا دار و مدار ہی ان قوّتوں پر ہے - جہاں بارش کے دیوتا نے دیا نہ کی - اور فصلیں جل گئیں - اب آپ کیا کھائیں - اور بچّے کیا کھائیں - یہ پوجا کرنے والے لکھتے ہیں "دیالو دیوتاؤں نے دُعا - گائے - گھوڑا - پودے - درخت -

زمین - پہاڑ اور پانی پیدا کیا - آفتاب کو آسمان پر چڑھایا - اور آریہ دھرم زمین پر پھیلایا" اُن کا عقیدہ تھا - کہ انصاف والوں پر سورج چمکتا ہے - اور نامنصف آدمی اُس کی روشنی سے محروم رہتے ہیں - اِندر دیوتا کہتے ہیں - "میں نے زمین آریوں کو اور مینہ یگیہ کرنے والوں کو دیا - میں برسنے والے پانی کا پیش رَو ہوں - دیوتا میری مرضی کے مطابق چلتے ہیں" +

اِندر اور اگنی رگ وید کے بڑے دیوتا ہیں - لیکن جیسی توقع کی جا سکتی ہے - ورُن کا بھی اکثر ذکر ہوتا ہے - اور پوجا کرنے والے اس کی تعریفوں کے بھی گیت گاتے ہیں +

اس قدیم زمانۂ شجاعت میں نگاہ تصوّر سے یہی نظر آتا ہے - کہ زندگی زیادہ آزادی کے ساتھ تھی - اور رسومِ معیشت کی ایسی سخت پابندیاں نہ تھیں - جیسی آج کل ہیں - یہ بات بھی یقینی طور پر معلوم ہے - کہ ویدوں کے زمانے میں ذاتوں کی تمیز نہ تھی - بلکہ بعد میں بتدریج ہونے لگی - اگلے باب میں ہم تمہیں بتائینگے - کہ برہمنوں کو یہ عروج کیونکر حاصل ہوا - یہاں صرف یہ کہ دینا کافی ہے - کہ ذاتوں کی بنیاد کیونکر پڑی - اس مسئلے پر تاریکی چھائی ہوئی ہے - اور اہل الرائے کی رایوں کا اختلاف ہے - یہ کہنا لاحاصل ہے - کہ جن

لوگوں کو ذاتوں کی تمیز سے فائدہ پہنچا۔ انہوں
نے اس کی ابتدا کو بھی یہی بتایا ۔کہ خدا کی
طرف سے ہوئی ہے ۔ مہابھارت میں ذاتوں کی
ابتدا برہما سے بتائی گئی ہے "برہمن اس کے
منہ سے نکلے ۔کشتری بازو سے ۔ ویش رانوں
سے ۔ اور شودر پاؤں سے ۔" لیکن اس بات کا
پتہ لگا لینا مشکل نہیں ہے ۔کہ ذاتیں قدرتی وسائل
سے بنی ہیں +

برہمنوں کا جب روز بروز رسوم مذہبی سے
زیادہ تعلق ہوتا گیا ۔تو ظاہر ہے ۔کہ وہ میدانِ
جنگ سے پرہیز کرتے گئے ہونگے ۔دیندار راجاؤں
کی تعریف کرتے ہونگے ۔ اور اُن کی عظمت اُن کی
دینداری کا باعث بتاتے ہونگے ۔اور بے دین حکام
کی نظیریں دے دے کر فہمائش کرتے ہونگے ۔
یہ بھی یاد رہے ۔کہ برہمن ہی پڑھے لکھے آدمی
تھے ۔ اور ایسی متبرک کتابیں لکھتے ہونگے ۔جن سے
اُن کے دعوے پایۂ ثبوت کو پہنچیں ۔غرض ہندوستان
میں برہمنوں کا صرف وہی درجہ نہ تھا ۔جو زمانۂ
وُسطیٰ میں فرنگستان میں پادریوں کا تھا ۔ بلکہ کئی
وجوہ سے ان کا اقتدار اور بھی مضبوط اور
دیرپا ہو گیا تھا +

اس میں کسی طرح کا شک نہیں ۔کہ بعض
آریہ لوگ فنِ جنگ میں اوروں سے بڑھ چڑھ کر

دسترس رکھتے تھے۔ یہ اپنی اولاد کو بھی سپاہیانہ فنون سکھاتے ہونگے۔ چونکہ زمانۂ قدیم میں لڑائی بھڑائی زیادہ ہوتی رہتی تھی۔ گمان غالب ہے۔ کہ سپاہیوں کی اَور لوگوں سے زیادہ عزّت ہوتی ہوگی۔ ہاں جب امن و امان قائم ہو گیا ہوگا۔ تو مادّی قوّتوں پر روحانی قوّتیں غلبہ پا گئی ہونگی۔ ہاں جنگی اور مذہبی آدمیوں کا فرق طبائع میں بخوبی بیٹھ گیا ہوگا۔ اس بات کو قدیم مستند مصنّف بخوبی سمجھتے تھے۔ چنانچہ وایو پران میں لکھا ہے۔ "جو سخت گیر اور جنگ جو تھے۔ اُنہیں اس نے کشتری بنایا۔ تاکہ اَوروں کی حفاظت کریں" اور اس آزادانہ زندگی کے زمانے میں بچارشیل برہمنوں سے الگ پہچانے جاتے تھے۔ امتدادِ وقت کے ساتھ اُن کا درجہ نیچا ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ ایسی تحریرات ملتی ہیں۔ کہ ان میں مبالغے سے قطع نظر کی جائے۔ تو صاف نظر آتا ہے۔ کہ برہمنوں اور کشتریوں میں بڑے بڑے نزاع واقع ہوئے ہیں۔ آخر میں پُجاری سپاہیوں پر غالب آ گئے +

ان دونو ذاتوں کے مقابلے میں تیسری چنداں مقتدر نہیں ہے۔ لیکن اس پر بھی انہیں دلائل کا اطلاق ہوتا ہے۔ جب امن و امان قائم ہو گیا ہوگا۔ تو پوجا اور جنگ کے علاوہ اَور پیشوں کی بھی ضرورت پڑی ہوگی۔ بھلا آریہ لوگ دسیوں کی لوٹ مار پر

ہمیشہ کیونکر گزارا کرتے رہے ہونگے۔ زمین بوئی ہوگی۔
اور پیداوار آپس میں تقسیم کی ہوگی۔ اس طرح
اہلِ تجارت و زراعت یعنی ویش لوگ بنے۔ پجاری
اور سپاہی دونو انہیں تعظیم کی نگاہوں سے دیکھنے
لگے۔ اور یہ بھی اپنے درجے کو جان اور پہچان کر
ہمیشہ امن سے رہنے سہنے لگے۔ اور درجۂ اعلےٰ
کے حاصل کرنے کے لئے کبھی جنگ و جدل میں
شریک نہیں ہوئے +

سب سے نیچی ذات یعنی شودروں کے بارے میں
بعض کی رائے ہے۔ کہ وہ ان اصلی قوموں کی نسل
سے ہیں۔ جن کو آریوں نے مفتوح کرکے اپنے میں
ملا لیا۔ لیکن علاوہ ازیں شودر آریوں میں سے ہی
تھے۔ اور جن قدرتی اسباب سے تینوں اونچی ذاتیں
بنیں۔ انہیں سے شودر بھی بنے۔ اور یہ طریقہائے
مختلف سے عمل میں آیا۔ برہمن۔ کشتری اور ویش
تینوں ذاتیں دوئی جات یا دو جنما کہلاتی تھیں۔
اور شودر ایک جات کہلاتے ہیں۔ کیونکہ پہلی تین
ذاتیں ایک جنم تو اپنے ماں باپ سے پاتے ہیں۔
اور دوسرا اپنے گرو سے + اکثر مؤرخین کی رائے
ہے۔ کہ برہمنوں نے شودروں کا کبھی سر اونچا
نہیں ہونے دیا۔ اور جہاں تک ہو سکا۔ اُن
پر ظلم و ستم روا رکھے۔ یہ محض غلط ہے۔
کیونکہ جو برہمن۔ کشتری۔ ویش یا شودر کے گھر

ہیں پیدا ہؤا - وہ ہمیشہ برہمن - کشتری ویش یا شودر نہیں بنا رہیگا - منو سمرتی میں لکھا ہے - کہ شودر کے گھر میں پیدا ہو کر اگر کوئی برہمن کے کرم کرے - تو وہ برہمن ہو جائیگا - اگر کشتری کے کرم کرے - تو کشتری - اگر ویش کے تو ویش - اور اگر کوئی برہمن کے گھر میں پیدا ہوکر شودر کے کرم کرے - تو وہ شودر سمجھا جاتا تھا - اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے - کہ برہمن شودروں پر کبھی سختی نہیں کرتے تھے - اور اُن کی ترقی میں کبھی رکاوٹ نہیں ڈالتے تھے - اور یہ خیال بھی کہ برہمن اور اَور اونچی ذات کے آدمی شودروں کے ہاتھ کا چھوا ہؤا کھانا نہیں کھاتے تھے - اور اُن کے ساتھ نہیں چھوتے تھے - بالکل بے بنیاد ہے - سوتر گرنتھوں میں صاف لکھا ہے - کہ برہمنوں اور کشتریوں کے لیئے شودر کھانا بناتے تھے - اس بات کی مثالیں کہ شودر علم حاصل کرکے اعلےٰ درجے کا آدمی سمجھا جاتا تھا - بہت ملتی ہیں - کبیر ذات کا جُلاہا تھا - اور رام داس ذات کا چمار تھا - لیکن چونکہ یہ دونو بڑے عالم اور نیک تھے - ان دونو کا درجہ برہمنوں کا سا سمجھا گیا ہے - اُس زمانے میں ذات اپنے اپنے کرم پر مبنی تھی - ولدیت پر نہیں - یہ بات قدیم زمانے کے ہندوؤں کے لئے نہایت قابلِ تعریف ہے +

چوتھا باب

آریوں کی فتوحات۔درجۂ دوم
برہمنی مذہب اور فلسفہ

آریہ ہندوستان میں بڑھے تو آہستہ آہستہ۔ مگر برابر بڑھتے چلے آئے۔اس زمانے کے حالات رامائن اور مہابھارت سے جن کا ذکر ہم بعد میں کرینگے۔ بہت کچھ معلوم ہوتے ہیں۔ہستنا پور میں جو دریاے گنگا پر دہلی سے شمال مشرق کی طرف ۶۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔کروؤں کی ایک مشہور بستی تھی۔کچھ نیچے اُتر کر قنوّج کے قریب دریاے گنگا پر ایک اَور آریہ قوم کام پلیا میں آباد تھی۔کاسی قوم بنارس تک جا پہنچی تھی۔کوسلا اودھ میں متمکّن تھی۔اور ودیا اور مگدھ بہار میں۔ جمنا اور گنگا کے بیچ کا زرخیز دوآبہ برہمنی مذہب

کا صدر مقام تھا - یہاں سے دھرماتما آریہ بے دین دسیوں کو جنگلوں اور پہاڑوں میں بھگاتے - اور اپنی متبرّک رسوم یعنی یگیہ کرتے ہوئے ہندوستان کے ہر ایک حصّے میں پھیلے - برہمنوں کا ملکی اور مذہبی عروج زوروں پر تھا - یہاں تک کہ منّو نے آخر یہ لکھا - کہ "دنیا کے تمام لوگوں کو دھرم یعنی فرائضِ مذہبی اُن برہمنوں سے سیکھنے چاہئیں - جو کوروکشیتر کے میدان میں پیدا ہوئے ہیں - کیونکہ یہ متبرّک سنتھان برہم[1] آورت کے قریب واقع ہے - اور یہاں کورو - پانچال - تسیہ اور سور سین رہتے ہیں - اور ہمیشہ سے براہم رشیوں کے رہنے کی جگہ مشہور چلی آتی ہے" +

عرصے تک وندھیاچل کے پہاڑ آریوں کے واسطے ناقابلِ گزر سدِّ راہ رہے - ان لوگوں کا عقیدہ تھا - کہ ان پہاڑوں کے جنوب میں گھنے جنگل ہیں - اور اُن میں خونخوار قومیں رہتی ہیں - روایت چلی آتی ہے - کہ اگست رشی اوّل اوّل اِن گھنے جنگلوں سے گزر کر دکن پہنچے - لیکن یہاں آریوں کا اپنی سی ہی تہذیب سے مقابلہ ہُوا - دراوڑیوں کی زبان اور رسوم دکن میں اس مضبوطی سے جڑ پکڑ گئی تھیں - کہ آج تک برابر ویسی ہی چلی آتی

[1] ہستناپور کے شمال کی سر زمین جو سرسوتی اور درشدوتی یعنی گھگر کے مابین واقع ہے +

ہیں - ہاں آریوں نے لڑائیاں مار کر دکن کو فتح کر لیا - اور لنکا میں بھی اپنا تسلط جما لیا - پانڈیوں نے مُدرا میں ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی - چیرا قوم مالابار میں حاکم ہوئی - اور چولا قوم نے مدراس پر اپنا عملدرآمد کر لیا +

ہند کی تاریخ میں مہابھارت کی لڑائی ایک نہایت مشہور واقعہ ہے - آریوں کی فتوحات رفتہ رفتہ بڑھتی چلی گئیں - یہاں تک کہ اُنہوں نے تمام ہندوستان پر قبضہ کر لیا - یہ ترقی مہابھارت کے زمانے تک زیادہ ہی ہوتی گئی - لیکن مہابھارت کے جنگ سے ہندو تہذیب اور ترقی کو ایک بھاری صدمہ پہنچا - اس جنگ کے بعد ہندوؤں کا ستارا دن بدن نیچے ہی ہوتا چلا گیا - ہند کے بڑے بڑے آدمی یا تو اس جنگ میں مارے گئے - اور یا ملک کو چھوڑ کر اَور ملکوں میں چلے گئے - گروہوں کے گروہ غارت ہو گئے - قوموں کی قومیں یہاں سے چل دیں - اس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ ہند میں جو ترقی اور بہبودی کے اسباب تھے - سب معدوم ہونے لگے - لیکن اس سے مغربی دنیا کو بہت فائدہ پہنچا - کیونکہ یہاں کے لوگ جا کر اَور اَور ملکوں میں آباد ہوئے - اور اپنی خوبیاں اپنے ساتھ لے گئے - یہ فائدہ صرف مغربی دنیا ہی کو نہیں پہنچا - بلکہ مشرقی دنیا کو بھی - ہندوؤں نے چین - سماٹرا - جاوا - چالڈیا - یونان - روما - مصر -

امریکہ (پاتال دیش) اور شمالی ایشیا اور دنیا کے
اور اور حصّوں میں اپنی آبادیاں بنائیں - اگرچہ اکثر
مؤرّخ اس بات کے ماننے سے منکر ہیں - لیکن
بہت سے یورپ کے تاریخ داں جن کا نام
یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں - اس بات پر متّفق
ہیں - کہ ہندوؤں کی آبادیاں جا بجا قائم تھیں -
پس ہندو تہذیب کا اثر دنیا کے ہر ایک حصّے میں
آج تک پایا جاتا ہے - ہندوؤں نے تمام روے زمین
کے سات حصّے کئے ہوئے تھے - اور کوئی بھی ایسا
حصّہ نہ تھا - جہاں اُن کی آبادی اور فتوحات کا
نشان نہ پایا جاتا ہو - یہ سب ترقّی مہابھارت کے
زمانے سے پیشتر ہوئی تھی - مہابھارت کے جنگ کی
تاریخ مسیح سے تین ہزار برس پیشتر ہے -
مہابھارت کے زمانے سے کالی یگ شروع ہوتا
ہے - سدھانت شرومن سے جو ہندوؤں کی علم ہیئت
کی سب سے مشہور کتاب ہے - پتہ چلتا ہے - کہ کالی یگ
سمت سالباہن کے سمت کے شروع ہونے کے وقت
۳۱۷۹ برس تھا - سالباہن سمت آج (۱۹۱۱) میں
۱۸۳۳ ہے - پس کالی یگ سمت ۳۱۷۹ + ۱۸۳۳
ہوُا - یعنی ۵۰۱۲ - پس مہابھارت کی جنگ آج سے
۵۰۱۲ برس پیشتر ہوئی - یہ تاریخ نکشتروں سے پتہ
لگائی گئی ہے - اس تاریخ میں کسی قسم کا شبہ نہیں
ہے - کیونکہ کئی کتابوں سے جو بکرماجیت کے زمانے

ہیں لکھّی گئی تھیں ۔یہی پتہ چلتا ہے۔ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں ۔کہ ہندوؤں کا ۵۰۱۲ سال سے تنزّل شروع ہے ۔تو ان کی آج کل کی گری ہوئی حالت بخوبی سمجھ میں آتی ہے۔ ہم کو اُن کی آج کل کی حالت سے ان کے پُرانے زمانے کے کارہائے نمایاں کا اندازہ نہیں لگانا چاہئے +

راماین اور مہابھارت سے اس زمانے کے تاریخی حالات کا بہت کچھ پتا لگتا ہے۔رامائن والمیک رشی کی لکھّی ہوئی ہے۔اور اُس میں آریوں کا جنوب کی طرف بڑھنا مرقوم ہے۔رام چندر جی مہاراج دشرتھ راجۂ اودھ کے لڑکے تھے۔ رشو کی کمان توڑنے کے بعد جس پر اور راجاؤں سے چِلّا بھی

رام چندر جی مہاراج رشو کی کمان کو توڑ رہے ہیں +

نہیں چڑھایا گیا - سیتا مہارانی کے ساتھ ان کی شادی ہوئی - یہ باپ کی سلطنت کے وارث تھے - لیکن رانی کیکئی کی عنایت سے سیتا جی کے ساتھ چودہ برس تک بن میں باس کرتے رہے - جب مہاراجہ دشرتھ کا انتقال ہو گیا - تو بھرت نے راج کرنے سے انکار کر دیا - اور بن میں جا کر مہاراج رام چندر جی سے استدعا کی - کہ آپ چل کر اجدھیا میں راج کریں - آخر یہ امر قرار پایا - کہ جب تک بن باس کے چودہ سال ختم نہ ہوں - بھرت ہی کار و بار سلطنت کیا کریں - اور بعد میں رام چندر جی تخت پر بیٹھیں +

دوسری کتھا یہ ہے - کہ راون راکشسوں کا راجہ جن سے جنوبی ہندوستان کی کوئی اصلی قوم مراد ہے - سیتا کو ہر لے گیا - رام چندر جی نے مہارانی کے چھڑانے کے واسطے لنکا پر چڑھائی کی - اور دکنی قوموں سے جن کے سرداروں میں ہنومان بھی ایک اعلےٰ سردار ہیں - مدد لی - راون سیتا کو لنکا میں لے گیا تھا - رام چندر جی کی فوج نے آبنائے پر پُل باندھا - اور رام چندر جی نے اُس پُل سے پار اُتر کر راون کو مارا - اور سیتا کو چھڑا لیا +

اس کتھا کے آخر کے حصّے میں یہ درد انگیز داستان ہے - کہ لوگوں کے کہنے سُننے سے رام چندر جی کو سیتا کی عصمت پر شک ہوُا - لیکن ادھر تو مہارانی

کی پاکدامنی ثابت ہوئی - اور اُدھر وہ اُسی وقت دُنیا سے اُٹھ گئیں + یہ نظم علم ادب کے لحاظ سے دنیا بھر کی نظموں سے بڑھ چڑھ کر ہے +

از روے تاریخ رامائن کا یہ مطلب ہے - کہ آریوں کی فتوحات کمال کو پہنچ گئیں - اور ہندوستان کے حصۂ کثیر پر ان کا عمل دخل ہو گیا - اسی کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے - کہ آریہ جہاں کہیں جاتے ہیں - برہمنی مذہب اور برہمن پجاری بھی اِن کے ساتھ ہیں +

یہاں برہمنوں کے فلسفے کا بھی مختصراً ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے - اوّل اوّل قدرت یا نیچر کے ساتھ انسان کی کش مکش رہتی ہے - بعد میں آہستہ آہستہ دل پر کائنات کا سرِّ خفی اپنا اثر پیدا کرتا ہے - کسی نے سچ کہا ہے - فلسفہ تعجّب سے شروع ہوتا ہے - آدمی علّتِ اولٰے یعنی کثرت میں وحدت کی تلاش کرتا ہے - اور قوموں کے مقابلے میں ہندوؤں میں مسائلِ فلسفہ کی تحقیق سب سے پہلے شروع ہوئی - اس قوم کی طبیعت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے - کہ سوچ بچار اور فلسفے کی طرف بہت مائل ہے +

ان فلسفیوں کے مسائل ہمیں معلوم ہیں - اور اُن کی تصنیفات سمجھنے کے لئے اُن کی سوانح عمری جاننے سے کچھ مدد نہیں مل سکتی - ہندوؤں کے

چھ بڑے درشن یا مذاہب فلسفہ ہیں - ویدانت - پورب میمانسا - سانکھیہ - یوگ - نیائے اور ویشیشک +

ویدانت سوتروں کا مشہور مصنّف باد رائن رشی ہے - جس کی نسبت ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے - اکثر مذاہب آتما پرماتما یعنی خدا اور روح میں فرق مانتے ہیں - لیکن ویدانت بے دھڑک اس مسئلے کا فیصلہ یوں کرتا ہے - کہ دونو ایک ہیں " برہم کے سوا کوئی شے حاصل کرنے کے لائق نہیں - کوئی شے مزا لینے کے لائق نہیں - اور کوئی شے جاننے کے لائق نہیں - کیونکہ برہم کا جاننے والا آپ برہم روپ ہے " پس دُنیا میں ایک سچّی چیز اپنا آتما ہے - یہ نمودی دُنیا بالکل ہیچ ہے - ؎

یہ خواب کے ہیں نقشے ہرگز نہیں ہیں سچّے
کیا خاندانِ عالی - کیا عزّ و مال و دولت

سچ بھی یونہی ہے - کہ اکثر مذاہب فلسفہ اور شاعر ویدانت کے رنگ سے رنگے ہوئے ہیں - اور دُنیا میں یہ سب سے اعلےٰ فلسفہ شمار ہوتا ہے - اکثر غیر مادّی مذاہب سے یہی سبق حاصل ہوتا ہے - ہاں مشرقی فلسفے سے مغربی مذاہب فلسفہ مثلاً بارکلے صاحب کا فلسفہ اس بارے میں مختلف ہے - کہ وہ دو جواہر یعنی جیو اور ایشور یا خدا اور ارواح کو قائم بالذّات مانتے ہیں +

پورب میمانسا کے فلسفے کا اب ویدانت کی

طرح سے رواج نہیں ہے - آج کل اس کی تحصیل
میں لوگ بہت ہی کم شوق ظاہر کرتے ہیں - یا
مطلقاً نہیں کرتے - اس میں زیادہ تر یگیہ کرنے کے
قواعد اور فوائد درج ہیں +

سانکھیہ بھی شاستروں کا سرتاج شمار ہوتا
ہے - اس کے کرتا کپل دیو ہیں - بعض محققین کی
رائے میں گوتم بدھ کا فلسفہ اسی فلسفے سے مستخرج
ہوا ہے - سانکھیہ کے ماننے والے دہریے ہیں -
اگرچہ کپل ایسے زمانے میں تھا - کہ لوگ ویدوں کی
عزت و تکریم کرتے تھے - اور خود اس کا شمار بھی
انہیں میں ہے - لیکن با ایں ہمہ وہ خدا کو نہیں
مانتا " اس فلسفے میں چھوٹے چھوٹے دیوتا تو مانے
گئے ہیں - لیکن نہ خدا کو خالق مانا ہے - نہ دنیا کا
چلانے والا " صرف مادے اور لا انتہا جیو یعنی روحوں
کی ہستی تسلیم کی گئی ہے - تمام تبدیلیاں مادے
میں ہوتی ہیں - اور انہیں تبدیلیوں کا نام دنیا
ہے - روح غیر مبدل اور غیر فانی ہے - دنیا کی
رنگا رنگی کا لطف لیتی ہے - اور طرح طرح کے
تجربات حاصل کرتی ہے - لیکن اسے اپنی ذات اصلی
کا بھی خیال ہے - یہی وجہ ہے - کہ ہمیشہ اس قفس
عنصری سے آزاد ہونے کے فکر میں ساعی پائی جاتی
ہے - فلسفہ سانکھیہ کی انتہا یہ ہے - کہ بودھوں کے
نروان کی طرح روح اس حالت کو پہنچ جائے -

جہاں دنیا کے تغیّرات و تبدّلات کا دخل نہیں -
فلسفہ سانکھیہ کو بعض اہل الرّاے "ہندو قوم کی
جان" بتاتے ہیں - اس کا ہندوستان کے درشنوں
میں بڑا رتبہ ہے - بُدھ نے اپنا فلسفہ اس میں
سے مستخرج کیا یا نہیں کیا - لیکن بے شک و شبہ
بُدھ درشن کی بنیاد یہی ہے +

فلسفۂ **یوگ** بھی بیان کرنے کے لائق ہے - اس
کا مدّعا آتما اور اناتما کی تمیز ہے - اور مذاہب فلسفۂ
مشرقی کی طرح اس کی انتہا بھی یہی ہے - کہ روح
ایسے اعلےٰ مدارج پر پہنچ جائے - جہاں دنیا کے
تغیّرات و تبدّلات کا دخل نہیں " کیولیہ یا یکتائی
اُسی وقت نصیب ہوتی ہے - جب من اور آتما
ایک سے شُدھ ہوں" +

نیاے اوپر کے مذاہب فلسفہ کی طرح مقتدر
نہیں ہے - یہ نظام فلسفہ زیادہ تر منطقی ہے -
اور اُس میں بتایا گیا ہے - کہ **گوتم** رشی اس کے
مصنّف نے جو سولہ تتو مقرّر کئے ہیں - اُن کے ہی
علم سے انسان کو شانتی اور آنند کی حالت نصیب
ہو سکتی ہے +

ویشیشک درشن جس کا مصنّف کناد ہے -
نیاے سے ملتا جُلتا دوسرا نظام منطقی ہے - اس
میں ارسطو کے طریق پر یہ بتایا گیا ہے - کہ پدارتھ
سات ہیں - ان کے جاننے سے گیان اور موکش

حاصل ہوتی ہے۔اس درشن کی یہ خصوصیت ہے۔
کہ اس میں پرمانو یا اجزاے لایتجزّے کا مسئلہ تسلیم
کیا گیا ہے +

ان چھٹوں درشنوں میں کائنات کا معمّہ حل کرنے
کی کوشش کی گئی ہے۔سب کا مدّعا ایک ہے۔ یعنی
یہ کہ روح قفسِ عنصری کی قید سے آزاد ہو جائے۔
انہیں یہ سمجھو۔کہ عقائد برہمنی کو مجرّد فلسفہ کی
صورت میں لا ڈالا ہے۔سب یہی بتاتے ہیں۔کہ
موکش کیونکر حاصل ہوتی ہے +

ہندوؤں کو علوم تصدیقی سے چنداں شوق نہیں
رہا ہے۔اس بارے میں اُن کی جو کوششیں ہیں۔
اُن پر میکالے جیسے لوگ ہنستے رہے ہیں۔لیکن
یاد رہے۔کہ میکالے اسی طرح افلاطون کے فلسفے پر
بھی ہنسا کرتا تھا۔نجوم میں ہندوؤں کی تحقیقات
اعلےٰ پائے کی ہے۔اور اس بارے میں اُنہوں نے
یونانیوں سے بھی بہت کچھ سیکھا ہے۔زمانۂ وسطےٰ
کے اخیر تک ہندوؤں کا علمِ نجوم مغربی علمِ نجوم سے
بڑھا ہُوا تھا +

ہندوؤں کا طرزِ سلطنت

اچھی یا بُری سلطنت کے دو معیار ہیں۔
ایک آبادی اور دوسری دولت۔جو کتابیں یورپ
کے مؤرّخین نے ہندوستان کی بابت لکھی ہیں۔
اُن سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔کہ یہاں کی آبادی
دنیا کے اور سب ملکوں کی آبادی سے زیادہ تھی۔

اور یہاں بڑے بڑے شہروں اور قصبوں کا کچھ شمار نہ تھا - اور یہاں کی دولت کا شہرہ تو تمام دنیا میں پھیلا ہؤا تھا - طریقِ سلطنت لوگوں کے چال چلن اور اُن کی درجۂ تہذیب پر مبنی ہے - پُرانے زمانے میں یہاں کے لوگوں کو بہت آزادی نصیب تھی - مؤرّخ ایرین لکھتے ہیں - کہ ہر ایک ہندوستانی آزاد ہوتا تھا - ہر ایک شہر یا قصبہ ایک چھوٹی جمہوری ریاست ہوتا تھا - اور تمام ہندوستان جمہوری سلطنتوں کا ایک مجموعہ تھا +

سلطنت کا انتظام اس طرح پر تھا - کہ راجہ ہر ایک گاؤں میں ایک افسر مقرّر کرتا تھا - اور دس یا بیس گاؤں کا ایک بڑا حاکم ہوتا تھا - جو حاکمِ ضلع کہلاتا تھا - پانچ دس ضلعے مل کر ایک قسمت بناتے تھے - اور ہر ایک قسمت ایک اعلےٰ حاکم کے ماتحت ہوتی تھی - اور دس قسمتیں مل کر ایک صوبہ بنتا تھا - جو کہ صوبہ دار کے ماتحت ہوتا تھا +

ضلع کے افسروں کو یہ اختیار ہوتا تھا - کہ پولیس رکھیں - جو اُن کے انتظام میں مدد دے - گاؤں کے لوگ آج تک ویسے ہی چلے آتے ہیں - جو پہلے زمانے میں تھے - راجا سلطنت کا سب کام اپنی راج سبھاؤں کے مشورہ سے کرتے تھے - ان راج سبھاؤں میں ملک کے بڑے بڑے آدمی شامل ہوتے تھے - جو ہر ایک ضروری معاملے کی بابت رائے دینے کا اختیار

رکھتے تھے + راج نیتی پر کئی کتابیں آج کل بھی ملتی ہیں - جن سے پرانے زمانے کا طریق سلطنت بخوبی ظاہر ہوتا ہے - قانون بھی اچھی طرزِ حکومت کا ایک اعلےٰ معیار ہے - اور ہندوؤں کی قانون کی کتابین اتنی ہی اعلےٰ ہیں - جتنی وہ پرانی ہیں - منّو کے قوانین کی تعریف مغرب کے قانون دانوں نے بھی کی ہے +

علمِ طب میں بھی ہندوؤں نے پرانے زمانے میں بڑی ترقّی کی تھی - اس ملک میں جڑی بوٹی بہت پائی جاتی تھیں - اور یہاں کے لوگوں میں مشاہدہ اور تجربہ کی عادت بہت تھی - ان دو وجوہ سے انہوں نے علمِ طب میں کمال حاصل کیا - یہ ترقّی صرف طب ہی میں نہیں - بلکہ جرّاحی میں بھی پائی جاتی تھی - سنسکرت کی بہت سی کتابیں ضائع ہو گئی ہیں - اور ان میں علمِ طب کی کتابیں بھی تھیں - لیکن پھر بھی جو کچھ آج تک ملا ہے - اُس سے پتہ چلتا ہے - کہ ہندوؤں کی معلومات اس بارے میں کہاں تک پہنچ چکی تھیں - بہت سے اہلِ یورپ کی یہ رائے ہے - کہ پرانے زمانے کے ہندوؤں کو طب کی بابت آج کل کے زمانے کے ڈاکٹروں کی نسبت زیادہ معلوم تھا - اور آج کل کے ڈاکٹروں نے بہت کچھ پرانے زمانے کے ہندوؤں سے لیا ہے - در حقیقت ہندوؤں کا علمِ طب آج کل کے طب کی بنیاد ہے -

آج کل بھی کئی بڑے بڑے شہروں میں آیور ویدک کے جاننے والے موجود ہیں۔ بنگال میں آیور ویدک کا چرچا بہت زیادہ ہے +

طرزِ حکومت کا اثر قوم کے چال چلن پر ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ زمانۂ قدیم کے ہندوؤں میں سادگی۔ دیانتداری۔ سچائی۔ دلیری سب خوبیاں موجود تھیں۔ یورپ کے مؤرّخین لکھتے ہیں۔ کہ ہندو اس قدر دیانت دار تھے۔ کہ لوگوں کو اپنے مکانوں کو قفل لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ دھوکے سے بالکل بری ہوتے تھے۔ اپنے راجا کی اطاعت کرنی ہر ایک ہندو اپنا فرض سمجھتا تھا۔ ہندوستان میں غلامی نہیں تھی۔ عورتیں یہاں کی نہایت پاک طینت ہوتی تھیں۔ عورتوں کا رتبہ نہایت اعلےٰ درجے کا سمجھا جاتا تھا۔ اور ان کو ہر ایک آدمی تعظیم کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اگر عورت کی غیرت تہذیب کا معیار ہے۔ تو پُرانے زمانے کے ہندوؤں سے بڑھ کر شاید ہی کوئی قوم ملیگی۔ خاوند کا یہ فرض سمجھا جاتا تھا۔ کہ اپنی بیوی کو نہایت عزّت و تعظیم سے رکھے۔ اور عورتوں کو ہر طرح کے حقوق حاصل تھے۔ منّو کے قوانین سے پتہ چلتا ہے۔ کہ عورت کسی طرح سے بھی آدمی سے کم نہیں سمجھی جاتی تھی۔ اگر عورت کے لئے یہ حکم تھا۔ کہ وہ خاوند کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے۔ تو خاوند کے لئے بھی یہ حکم تھا۔ کہ وہ اپنی بیوی

کی عزّت کرے۔ اور اُس کی ہر طرح سے حفاظت کرے۔ کیونکہ عورت گھر کا چراغ سمجھی گئی ہے۔ جو خوبیاں اُس زمانے کی عورتوں میں پائی جاتی تھیں۔ آج کل کے گرے ہوئے زمانے میں بھی موجود ہیں +

ہندوؤں میں صفائی کا خیال بہت تھا۔ ان کی صفائی ضرب المثل ہے۔ غریب سے غریب لوگ بھی صفائی کو مقدّم جانتے ہیں۔ اپنے محسن کے بڑے شکر گزار ہوتے ہیں۔ کھانے پینے میں اعتدال سے کام لیتے ہیں۔ شراب نوشی اور اور منشّی اشیاء کا استعمال بالکل نہیں پایا جاتا تھا۔ اُن کے نشست و برخاست کے طریقے مہذّب تھے۔ اور اُن کی جسمانی صحّت بھی قابلِ تعریف تھی۔ جو قوم دود اور گیہوں اور پھلوں پر گزارہ کرے۔ اُس کے جسیم و توانا ہونے میں کب شک ہو سکتا ہے۔ فہم و فراست میں بھی وہ آج کل کے لوگوں سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ اُن کی طرزِ حکومت۔ رسومات۔ اُن کا علمِ ادب سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ علمِ طب۔ نظم۔ فلسفہ۔ ریاضی۔ ناٹک غرض ہر ایک شاخ میں اُنہوں نے ترقّی کی۔ جو آج کل کے زمانے میں بھی کسی کو نصیب ہوتی ہے +

اُس زمانے میں ہندوؤں کی ترقّی صرف فلسفہ۔ نظم اور سائینس میں ہی محدود نہیں تھی۔ بلکہ معاملاتِ جنگی میں بھی اُنہوں نے بہت کچھ قدم بڑھایا تھا۔ اُن کی

تہذیب دنیا کے ہر ایک حصّے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اُن کی بحری طاقت بھی اعلےٰ درجے کی تھی۔ غزنی۔ سمرقند۔ فارس اور اَور کئی ملک ہندوؤں کے زیرِ سلطنت تھے۔ سب بڑے بڑے ملکوں کے سفیر یہاں آتے تھے۔ اور یونان اور روم کا تعلق اس ملک سے بہت تھا۔ ہندوستان کے راجاؤں کے سفیر آگسٹس اور کلاڈیس سلاطینِ روم کے دربار میں جاتے تھے۔ یونانی بادشاہ سلوکس کی بیٹی کی شادی راجہ چندر گپت سے ہوئی۔ متوسّط ایشیا ہندوستان کے راجاؤں کی قلمرو میں شامل تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مہابھارت کے زمانے کے بعد بھی جب کہ ہندوؤں کا تنزّل شروع ہو گیا تھا۔ ہندوستان کی طاقت اس قدر تھی۔ کہ اَور قومیں اس کو عزّت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔ اور اُس زمانے میں بھی اس میں اتنا دم باقی تھا۔ کہ غیر ملکوں کے حملہ آوروں کا مقابلہ کرسکے۔ اور اُن کا قدم یہاں نہ جمنے دے۔ اجودھیا اور اجین کی راج دھانیوں میں غیر ممالک کے سفیر اکثر موجود رہتے تھے۔ اشوک کے کتبوں میں کئی غیر ملک کے بادشاہوں کے نام پائے جاتے ہیں۔ جس سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہندوؤں اور مغربی قوموں میں خاصہ رابطہ و اتّحاد پایا جاتا تھا +

پُرانے زمانے کی تعمیرات سے بھی ہندوستان کی تہذیب کا بہت کچھ پتہ چلتا ہے۔ اس زمانے کی

عمارتیں مغربی سیاحوں کو حیرت انگیز معلوم ہوتی تھیں۔ اُن کی ہر ایک عمارت میں مضبوطی - پائداری - خوبصورتی پائی جاتی تھی - اب بھی جہاں جہاں پُرانے کھنڈرات ملتے ہیں - اُن سے اُس زمانے کی شان و شوکت پائی جاتی ہے - اگرچہ اُن عظیم الشّان عمارتوں کے اب نشان ہی باقی رہ گئے ہیں - لیکن وہ نشان بھی اس قابل ہیں - کہ اُن کو دیکھ کر انسان تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا - رامیشورم - چلمبرن - مدرا کے مندر - الورا اور اجنٹا کی غاریں اس بات کی صاف شہادت دیتی ہیں - کہ پُرانے زمانے کے ہندوؤں نے میدانِ تعمیرات میں بہت ترقّی کی تھی - مغربی مؤرّخوں نے ہندوستان کی عمارتوں کو مصر اور یونان کی عمارتوں پر ترجیح دی ہے - دنیا کا فنِ عمارت بہت کچھ ہندوستان کے فن پر مبنی ہے ؎

برہمنی مذہب اور بُدھ مذہب

برہمنی اور بُدھ مذہب کی بنا ے مخاصمت پجاری اور پیغمبر کی تفریق ہے ۔ہمیں نہیں معلوم کہ برہمنوں نے یہ عروج کن وسائل سے حاصل کیا۔کہ بودھوں کے زمانے میں اُن کے عارضی زوال سے قطع نظر کی جائے۔تو صدیوں سے لگا کر اب تک برابر ویسا ہی چلا آتا ہے ۔اور صدیوں تک یونہی چلا جائیگا۔ ویدوں کی شوکتوں میں برہمنوں کا ذکر شاذ و نادر ہی آتا ہے ۔ پہلے زمانے میں بزرگ خاندان ہی پوجا اور یگیہ کرا دیا کرتا تھا۔لیکن جب تہذیب میں ترقی ہوئی تو فرائض بڑھے ۔اور خاص خاص کام خاص خاص آدمیوں کے ہاتھ بیں گئے ۔اور بعد میں خاص پیشہ وروں سے متعلق ہو گئے ۔اس تبدیلی کے

کچھ مسلسل اسباب نہیں ملتے - کہ ویدوں کے زمانے میں تو برہمن کچھ زیادہ مقتدر نہیں تھے۔ منّو کے زمانے میں کیونکہ تمام اقتدار اُن کے ہاتھ میں آگیا - ہاں دنیا کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے۔ کہ پجاریوں کے ہاتھ میں آدمیوں کو قابو میں رکھنے کے لئے بڑے بڑے اور سخت اختیارات ہُوا کرتے ہیں - اسی باعث سے انہیں آسانی سے طاقت و اقتدار حاصل ہو جایا کرتا ہے - محقق لوگ عہدِ تاریخی سے بیشتر آریوں کے ہندوستان پر تسلّط پانے کے تین زمانے بتاتے ہیں - زمانۂ وید - زمانۂ شجاعت اور زمانۂ منّو - پہلے زمانے کا حال ہم تیسرے باب میں بیان کر آئے ہیں - زمانۂ شجاعت کا حال ہندوؤں کی "بڑی نظموں - یعنی مہابھارت اور رامائن" میں مندرج ہے ✣

یہاں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے - کہ برہمنوں نے کیا اقتدار حاصل کئے - یہ معلوم ہوتا ہے - کہ رفتہ رفتہ پجاریوں کے فرائض ایک خاص پیشہ بن گئے - ویدوں کا زمانہ ختم ہوتے ہی رامائن اور مہابھارت میں برہمن ہم کو بہت طاقت ور نظر آتے ہیں - بہت سی کتھاؤں سے بھی معلوم ہوتا ہے - کہ برہمن بد دُعا دیتے ہیں - تو اُس کا ظہور ضرور ہوکر ہی رہتا ہے - اس وجہ سے اُن کے شاپوں سے سب خائف نظر آتے ہیں - اجودھیا

کے شہر میں برہمنوں کا گروہ بڑا مقتدر تھا۔ اور بے شمار چیلوں کو وید پڑھایا کرتا تھا۔ برہمنوں ہی نے رام چندر جی کے والد کو اشومیدھ یگیہ کرنے کی ہدایت کی تھی۔ اب اُن کے یہ دعوے ہو گئے تھے۔ کہ مینہ برسانے کی طاقت اُن کے ہاتھ میں ہے۔ دیوتا بھی راون سے پناہ مانگنے کے لئے" جس نے دُنیا میں شور و فساد مچا رکھا ہے۔ اور دیوتاؤں کو اپنا غلام بنا لیا ہے" انہیں سے استدعا کرتے ہیں۔ غرض منّو کے قوانین سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسیح سے ہزار برس بیشتر برہمنوں کو بڑا بھاری اختیار و اقتدار حاصل ہو گیا ہے +

اب اُن برہمنوں کو لیجئے۔ جن کا کام صرف دھرم ہے۔ یہ دو طرح کے تھے۔ ایک پُجاری۔ دوسرے رشی۔ پُجاری معمولی طور سے زندگی بسر کرتے تھے۔ یگیہ کرتے اور کراتے تھے۔ پڑھاتے تھے۔ منتروں کے جاننے والے تھے۔ منّو سمرتی میں لکھّا ہے۔ کہ آدمی کو اپنی عمر چار حصّوں میں تقسیم کرنی چاہیئے۔ عمر کا پہلا حصّہ برہم چرج آشرم کہلاتا تھا۔ اس حصّے میں لڑکوں کا یگیوپویت اور وید آرنبھ ہوتا تھا۔ لڑکا اپنے گرو کو بجائے والد سمجھتا تھا۔ لڑکے کا فرض تھا۔ کہ اپنے اوپر پوری طرح قابو رکھّے۔ اور سوائے علم حاصل کرنے کے کسی بات کا خیال نہ کرے۔ وہ خوراک کھائیے۔ جس سے

دل میں بے جا جوش نہ پیدا ہو - پانچوں یگ کرے۔
گھرست آشرم کے لئے اپنے کو تیار کرے - عیش و
عشرت کا بالکل خیال نہ کرے - اُس کی زندگی
سادہ ہو +

دوسرا حصّہ گھرست آشرم کہلاتا تھا - برہم چرج کے
ختم ہونے پر آدمی کا فرض تھا - کہ گھرست آشرم میں
داخل ہو - یہ آشرم سب سے اچھّا سمجھا جاتا تھا -
کیونکہ اَور سب آشرموں کا دار و مدار اس پر تھا۔
کیونکہ گھرستی کا یہ فرض تھا - کہ اپنے دنیاوی کاموں
کو اپنے دھرم کے مطابق کرے - اور برہم چاریوں
بان پرستیوں اور سنیاسیوں کی ضروریات مہیّا کرے -
یعنی گھر بار کرے - اپنی بیوی کے ہمراہ رہے - آدمی
صرف ایک زوجہ کرے - اور کسی خاص پیشہ سے اپنی
روزی کمائے - جب گھرست آشرم کے سب کام پورے
ہو جائیں - تو آدمی تارکِ دُنیا ہوکر جنگلوں میں رہے۔
اور بہت سخت ریاضت کرے - تب آدمی اپنے سب
رشتہ داروں کو چھوڑ کر بن میں جا بستا تھا - جب آدمی
بان پرست میں رہ کر اپنے اوپر پوری طرح قابو پالے۔
تو اُس کے لئے لازم تھا - کہ سنیاسی ہو جائے -
اُس وقت اُس کو مذہب کے ظاہری فرائض کی ضرورت
نہیں - اس کے لئے یہ کافی ہے - کہ گیان دھیان
میں لگا رہے - اور اپنا سارا وقت خدا کی یاد میں
لگاوے - منّو سمرتی میں یہ بھی لکھا ہے - کہ جو آدمی

نہایت اچھے کام کرے - تو وہ گرہست آشرم سے ہی
سنیاسی ہو سکتا تھا - اور کئی برہم چرج آشرم سے
بھی سیدھے سنیاسی بن سکتے تھے - لیکن ایسا ہونا
نہایت مشکل تھا - اس میں آ کر یوگی کو وہ آنند کی
حالت نصیب ہوتی تھی - کہ وہ محسوسات سے آزاد
ہو جاتا تھا - اور اُسے امید قوی ہوتی تھی - کہ مرنے
کے بعد اواگون سے چھُٹ کر ایشور کی ذات میں
مل جاؤنگا - اور یہی آتما کا سب سے اعلےٰ مقصد
سمجھا جاتا تھا - یعنی ایشور کی جوت میں میری جوت
مل جائیگی - یہی فلسفۂ برہمنی کی انتہا ہے +

منّو کے قوانین میں برہمنوں کا اقتدار کمال کو
پہنچ گیا ہے - اس کتاب کو قانون تو کیا - یوں
سمجھو - کہ پند و نصائح کا ایک مجموعہ ہے - اس بارے
میں بڑا اختلاف رائے ہے - کہ منّو کے قوانین کب
وضع ہوئے - سر ولیم جونز ان کی تاریخ ۱۲۵۰ ق - م
بتاتے ہیں - اور ڈاکٹر برنل صاحب ۴۰۰ء - لیکن
تاریخ کچھ ہی کیوں نہ ہو - اس مجموعے میں نہایت
قدیم زمانے - یعنی زمانہ ہائے شجاعت اور بُدھ کے
بیچ کے آراء اور رسوم درج ہیں - اس بات سے
اس کی قدامت کا اَور بھی ثبوت ملتا ہے - کہ اس
میں وشنو اور شو کا ذکر نہیں آتا +

اس قانون سے معلوم ہوتا ہے - کہ برہمنوں
کا عروج خوب زوروں پر ہے - بعد کے زمانے میں

لوگوں کے لئے بہت سخت پابندیاں ہو گئیں۔اور یہ اُن پابندیوں کے برخلاف تھا۔کہ بُدھ مذہب کے بانی نے علمِ بغاوت بلند کیا۔اس کے حالات بہت کم معلوم ہیں ۔ اور جن وسائل سے اِس

گوتم بُدھ کا عبادت خانہ

مذہب کو عروج و زوال ہوُا۔وہ بھی پردۂ اخفا میں ہیں ۔آج کل لوگوں کا یہ عقیدہ ہے ۔کہ گوتم بُدھ کی قدامت میں لوگوں نے مبالغہ کیا

ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ گوتم بُدھ کپلا دستو میں جو فیض آباد کے قریب واقع ہے۔ مسیح سے پانسو برس پیشتر پیدا ہؤا۔ اُس کا باپ ایک راجہ تھا۔ اور اُس کا ارادہ تھا۔ کہ بیٹے کو فنونِ سپاہ گری کی تعلیم دے۔ لیکن کہانی اس طرح چلی آتی ہے۔ کہ عالمِ جوانی میں اُس نے ایک پیرِ فرتوت۔ ایک لاشِ اور ایک فقیر کو دیکھا۔ اور دُنیا کی بے ثباتی سے متنفّر ہو کر وہ اپنے باپ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ "میں پرورا جک یعنی فقیر ہو کر نروان یا نجات کی تلاش میں نکلتا ہوں۔ ہے راجہ! اس دُنیا کی تمام چیزیں بدلنے والی اور محض بے ثبات ہیں"۔ چنانچہ اُس نے فقیر کا لباس پہنا۔ اور راج گڑھی میں جا کر ریاضت کرنے لگا۔ لیکن جس اطمینانِ نفس کی تلاش تھی۔ وہ برہمنوں کے فلسفے سے حاصل نہیں ہؤا۔ آخر کار بڑی کشش و کوشش اور ترغیباتِ نفسانی پر غالب آنے کے بعد اُسے راہِ نجات مل گئی۔ اور اُس کا عرف بُدھ یعنی عارف پڑ گیا۔ کیونکہ عرفان یا گیان کے نور سے اُس کا دل منوّر ہو گیا تھا۔ اپنے چیلوں کو ساتھ لے کر اُس نے سادھوؤں کی ایک منڈلی بنائی۔ اور سب ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنے دھرم کا اُپدیش کرتے پھرنے لگے ✦

کہتے ہیں۔ کہ اُس نے مسیح سے تقریباً ۴۲۰ سال پہلے کسی نگر متصل گورکھ پور میں وفات پائی۔ اس کی وفات کے تھوڑے عرصے بعد ہی شمالی ہندوستان میں بُدھ مذہب ایسا پھیلا۔ کہ تمام اَور مذاہب پر غالب ہو گیا۔ بُدھ کی نسبت جو باتیں معلوم ہیں۔ اُن میں سے بہت تھوڑی پایۂ تصدیق کو پہنچی ہیں مگر ان سب سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بہت نیک اور دانا آدمی[1] تھا۔ بُدھ کا فلسفہ برہمنوں کے فلسفے پر مبنی ہے۔ ہاں اُس نے یگیہ اور دیوتاؤں کی پوجا اُڑا دی ہے۔ اور یہ تعلیم دی ہے۔ کہ نجات دھیان اور نیک زندگی سے حاصل ہوتی ہے۔ لیکن یہ فلسفہ بھی اَور مشرقی مذاہب کے فلسفے کی طرح یہی تعلیم دیتا ہے۔ کہ دُنیا بُری چیز ہے۔ زندگی وبال ہے۔ اور مذہب و فلسفے کا سچّا مقصد یہ ہے۔ کہ اُن کی

[1] بُدھ کی زندگی کا خاکہ کھینچنے میں اگر ہم اس طرح بیان کرنا شروع کریں۔ تو غلطیوں سے بچے رہینگے۔ کہ یہ آدمی پُر جوش شخصیّت رکھتا تھا۔ بڑا سرگرم مزاج تھا۔ چال چلن اور خصلت نہایت سادگی کے ساتھ تھی۔ ساتھ ہی اس کا چہرہ نہایت شان دار اور خوبصورت تھا۔ وضع سے متانت برستی تھی۔ اور سب پر طرّہ یہ۔ کہ اُس کا طرزِ کلام ایسا دل نشین تھا۔ کہ آدمی کے وہم و گمان سے باہر ہے +

مدد سے آدمی زندگی کے بارِ عظیم سے نجات پائے۔ بُدھ نے اس مقصد کے تحصیل کرنے کی یہ تعلیم دی ہے۔کہ اوّل تو جذبات اور خواہشات کو روکو۔ دوسرے جہالت کو دُور کرو۔ فلسفۂ سانکھیہ بھی یہی سکھاتا ہے۔ بلکہ سچ پوچھو۔تو بُدھ مذہب ہندو مذہب کی ایک شاخ ہے۔چنانچہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔کہ بُدھ کا فلسفۂ سانکھیہ ہی کا چھُن پُن ہے + بُدھ یہ سکھاتا ہے۔کہ حالتِ نجات نروان ہے۔ اور اس میں آدمی اس طرح داخل ہوتا ہے۔جس طرح ہوا سے شمع گل ہو جائے۔ اس مذہب میں خدا نہیں مانا جاتا۔ گمان غالب ہے۔کہ اگر اس میں مذاہب مروّجۂ ہندوستان کی دلچسپ باتیں داخل نہ ہوتیں۔ تو اس طرح صدیوں تک کبھی برقرار نہ رہنے پاتا۔"بُدھ مذہب میں نہ کوئی خالق ہے۔نہ مخلوق۔ نہ تمام اشیا کا کوئی اصلی بیج ہے۔ نہ دُنیا کی روح ہے۔نہ کوئی شخصی اصول ہے۔نہ غیر شخصی۔ نہ ماوراے مادّی۔ نہ ماقبلِ مادّی"+

بُدھ نے لوگوں کی مذہبی زندگی میں بالکل دخل نہیں دیا۔ ذات وغیرہ کی تمیز برابر قائم رکھی۔ قربانیوں کے سخت برخلاف کہا۔ عیش و عشرت کی زندگی سے نفرت دلائی۔ پرلوک کے دھیان سے جو کام کئے جاتے ہیں۔اُن سے اُداسی ہو گئی +

بُدھ کا دھرم اُس زمانے کے برہمنوں کے خلاف تھا۔ لیکن پُرانے زمانے کے برہمنوں یعنی اصلی برہمنوں کی اُس نے بہت تعریف کی ہے۔ ایک عجیب بات جو بُدھ مذہب میں پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس مذہب کے لوگ جانوروں کو مارنا تو نہایت بُرا سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کے ہاں گوشت کھانا اتنا بُرا نہیں سمجھا جاتا۔ ان کے گرو اور بڑے بڑے لاما اکثر گوشت کھاتے ہیں۔ گوشت کے خلاف لوگوں کا خیال اُس وقت شروع ہوا۔ جب ویشنوؤں نے زور پکڑا۔ ویشنو وہ لوگ تھے۔ جو بھگتی مارگ پر چلنے والے تھے +

رفتہ رفتہ بُدھ مت قوی مذہب بن گیا۔ اور کئی صدی تک جاری رہا۔ لیکن مسیح سے ہزار سال بعد تک تاریخ ہندوستان پر جیسی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ ویسی پیشتر کے ہزار سال پر نہیں۔ یہاں پہنچ کر ہمیں خیال کے گھوڑے دوڑانے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ کہ برہمنوں کا مذہب جو بُدھ مت کے ساتھ ہندوستان میں رائج تھا۔ کس طرح اُس کی مخالفت کرتا رہا۔ اس میں ایزادی کرتا رہا۔ اور آخر خود اُس کی جگہ قائم ہو گیا +

بُدھ مذہب کو خاندان موریا کے وقت بڑا عروج حاصل تھا۔ چندر گپت اور اشوک اسی خاندان سے تھے۔ اس خاندان کا راج مگدھ دیس میں تھا۔

جتنی دیر موریا خاندان کے راجا حکومت کرتے رہے۔ بُدھ مذہب ہندوستان میں پھیلا رہا۔ لیکن موریا خاندان پر زوال آتے ہی سارے ہند کے اندر برہمنوں کے مذہب میں دوبارہ جان پڑنے لگی۔ کئی مشہور شہروں نے تو برہمنوں کی عقیدت سے قدم باہر دھرا ہی نہ تھا۔ مگر اب اور شہروں میں بھی لوگ اپنے پہلے دھرم کی طرف رجوع کرنے لگے +

چونکہ بُدھ مت میں نہ دیوتا تھے نہ یگیہ تھے۔ اور نہ ویدوں کی اُن کی نگاہ میں وہ تعظیم تھی۔ جو ہندوؤں کی نگاہ میں۔ پس کیا تعجب ہے۔ کہ برہمنوں کے مذہب نے اسے نکال باہر کیا۔ لیکن اس زمانے میں ایک اور مذہب بھی ہندوستان میں رائج ہو گیا تھا۔ یعنی جین مت +

جین مت

یہ مذہب بعض اصولوں میں بُدھ مت سے اور بعض میں ہندو دھرم سے ملتا ہے۔ اوّل میں لوگوں کا یہ خیال تھا۔ کہ یہ مذہب بُدھ مت ہی کی ایک شاخ ہے۔ لیکن اب یہ خیال غلط ثابت ہو گیا ہے۔ جین مت کے اوّل پیشوا سوامی آدی ناتھ یا رِشو دیو تھے۔ اور آخری پیشوا مہابیر جو غالباً ساکی منی کے ہم عصر تھے۔ جین قربانی اور یگ کے سخت مخالف ہیں۔ دیوی دیوتاؤں کی پرستش کو ذریعۂ نجات نہیں سمجھتے۔ آج کل تقریباً ۱۸ لاکھ

جینی موجود ہیں - ان کی تعداد زیادہ تر پنجاب -
متحدہ - بنگال اور بمبئی میں پائی جاتی ہے - یہ لوگ
تجار ہونے کی وجہ سے نہایت مالدار ہیں - ان
میں زندگی کا سب سے اعلٰے مقصد سادھو ہونا
سمجھا جاتا ہے - اس بات کا پوری طرح پتہ لگنا
سخت دشوار ہے - کہ جب برہمنوں نے بُدھ دھرم
کو یہاں سے بالکل نکال دیا - تو جین مت کس طرح
بعض بعض حصّوں میں رہ گیا - جین مت میں
ایک عجیب بات یہ ہے - کہ ہندوؤں اور بودھوں
کے رشیوں کو جینیوں نے اپنا رشی سمجھا ہے -
ان کا ذکر جینیوں کی کتابوں میں کئی جگہ پر آتا
ہے +

چھٹا باب

ہندوستان میں یونانیوں کا آنا

سکندر اعظم کی چڑھائی سے پہلے یونانیوں کو ہندوستان کا کچھ حال معلوم نہ تھا۔ مؤرخ ہیروڈوٹس کی کتاب میں اس ملک کا ذکر آتا ہے۔ مگر جو حالات اُس نے تحریر کیے ہیں۔ وہ محض سُنی سُنائی بے بُنیاد باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اور جن ممالک کے حالات اُس نے خود سیر و سیاحت کر کے لکھے ہیں۔ اُن سے بہت مختلف ہیں۔ وہ اس کو صحرا تصوّر کرتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔ کہ "ملکِ ہند مشرق کی طرف ریگ کے باعث سے صحرائی ہے" جن سیّاحوں نے اس سے یہ بات کہی ہے۔ وہ صرف ایک خطّۂ صحرائی کو دیکھ کر غلط نتیجہ نکال بیٹھے ہیں۔ کیونکہ سندھ سے گزر کر وہ صحرائے بیکانیر میں پہنچے ہیں۔ اور اُن کے دل میں یہ خیال پیدا

ہو گیا ہے۔ کہ تمام ملک صحرا ہے۔ غرض ہندوستان کی بابت جو کچھ ہیروڈوٹس کی معلومات ہے۔ وہ اہلِ فارس سے لی ہوئی ہے۔ جنہوں نے ہندوستان کے شمال مغرب کا کچھ حصّہ فتح کر لیا تھا۔ ایک اور قدیم یونانی مصنّف لکھتا ہے۔ کہ کیخسرو شاہِ فارس کی سلطنت ہندوستان سے لگا کر ملکِ حبش تک تھی۔ ان باتوں سے ظاہر ہے۔ کہ سکندر کے زمانے تک یونانیوں کی تمام معلومات بے ٹھکانے ہیں۔ اور بالکل کہانیاں سی ہیں +

سکندر جو دُنیا کے بڑے بھاری فتّاحوں میں سے ہے۔ فیلفوس شاہ مقدونیہ کا بیٹا تھا۔ اور سنہ ۳۵۶ ق-م میں پیدا ہؤا تھا۔ بیس سال کی عمر میں وہ باپ کی جگہ تختِ سلطنت پر بیٹھا۔ اور سنہ ۳۳۴ ق-م میں اپنے ایک دیوتا کی خیالی مہمّات کی تقلید میں مہمّات مشرق کے سر کرنے کو اُٹھا۔ لیکن ان مہمّات سے ہمیں کچھ تعلّق نہیں۔ صرف ہندوستان کے حملے کا حال لکھنے ہیں +

سنہ ۳۲۷ ق-م کی موسمِ گرما میں سکندر مہمِ ہندوستان پر روانہ ہؤا۔ کوہِ ہندوکش سے اُتر کر اُس نے دریائے کابل سے عبور کیا ہی تھا۔ کہ ایک ہندوستانی راجہ ٹکسلیز اُس سے آ کر ملا۔ اور پچیس ہاتھی نذر گزرانے۔ سکندر نے یہاں سے فوج کے ایک حصّے کو تو یہ حکم دے کر درۂ خیبر

کی راہ دریائے اٹک پر بھیجا۔ کہ کُل فوج کا اس دریا سے پار اُترنے کا انتظام کرے۔ اور خود اُن سرحدّی پہاڑی قوموں کی سرکوبی میں مصروف ہوا۔ جو اکثر حملہ آوروں کی فوج کو تکلیف پہنچاتی رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس نے ان قوموں کا خوب قلع قمع کیا۔ اور خود اُس کا کچھ زیادہ نقصان نہیں ہوا۔ اب وہ ہندوستان میں داخل ہوا۔ فوجِ ہراول نے جسے وہ اوّل روانہ کر چکا تھا۔ اٹک کے مقام پر فوج کے گزرنے کے واسطے دریا پر پُل تیار کر رکھا تھا +

یہاں سپاہ کے تازہ دم کرنے کے واسطے اُس نے تین دن مقام کیا۔ اور سنہ ۳۲۶ ق-م کے موسمِ بہار کے آغاز میں کوچ شروع کیا۔ راجہ ٹکسلینز کی دوستی نے سکندر کو بہت کام دیا۔ اور وہ بے روک ٹوک دریائے جہلم تک بڑھا چلا آیا۔ اس دریا سے عبور کرنے پر یونانی حملہ آوروں کا راجہ پورس سے مشہور و معروف معرکہ ہوا۔ سکندر نے سواروں کو ہندوستانی فوج پر پیچھے سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ یونانیوں کا یہ سپاہیانہ پیچ اس حکمت کا تھا۔ کہ پورس کی سپاہ اُس کا مقابلہ نہ کر سکی۔ نہ راجہ پورس کے ہاتھی اُس کے کام آئے۔ کیونکہ چوٹیں کھا کر وہ ایسے بھاگے۔ کہ دوست و دشمن دونو کو برابر روندتے چلے گئے۔

آخرکار پورس کی بہت سپاہ کام آئی - اور خود راجہ مجروح ہو کر گرفتار ہؤا +

ایرین سکندر کا نہایت محقق مؤرخ پورس سے سکندر کی ملاقات کی تصویر یوں کھینچتا ہے " راجہ کو سکندر کے پاس لائے - سکندر یہ سُن کر کہ راجہ آتا ہے - اپنے چند مصاحبوں کے ہمراہ گھوڑا بڑھا کر اُس سے ملنے کو صف کے باہر نکل آیا - اور گھوڑا روک کر نگاہِ حیرت سے پورس کے خوبصورت بدن اور شان دار قد و قامت کو دیکھتا رہا - جو پانچ ہاتھ سے کچھ نکلتا ہؤا تھا - اُسے یہ دیکھ کر بھی تعجب ہؤا - کہ راجہ پورس نہ دل شکستہ تھا - نہ کچھ خجلت زدہ - بلکہ سکندر سے ملاقات کرنے کو اس طرح بڑھا - جس طرح کسی بہادر آدمی سے ملنے کو وہ بہادر آدمی بڑھا کرتا ہے - جو اپنی سلطنت کی حفاظت کے لئے بہادری سے لڑائی لڑا ہے - سکندر نے بولنے میں سبقت کر کے پورس سے پوچھا - کہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے ؟ کہتے ہیں - کہ پورس نے جواب دیا " اے سکندر ! مجھ سے وہی سلوک کر - جو بادشاہوں کی شان کے شایاں ہے " سکندر نے اس جواب سے خوش ہو کر کہا " اے پورس ! مَیں تو تجھ سے ایسا ہی سلوک کرونگا - لیکن تُو بھی جو عنایت چاہتا ہے - وہ کہہ " اس پر پورس نے کہا - کہ " میری پہلی ہی بات میں سب کچھ آ گیا " سکندر اس

جواب سے اَور بھی خوش ہؤا - اور پورس کو اُس کی سلطنت ہی نہیں بخشی - بلکہ اُس سے بھی بڑا ایک علاقہ اپنی طرف سے دیا - اس طرح سکندر نے اس دلیر راجہ سے بادشاہوں کی شان کے مطابق سلوک کیا - اور اُس کا نتیجہ یہ ہؤا - کہ پورس سکندر کا وفادار اور خیرخواہ دوست بنا رہا +

یہاں سے کوچ کرکے سکندر نے دریاے چناب سے عبور کیا - سنگلا والوں نے اس کا کچھ مقابلہ کیا - لیکن ان کا شہر فتح کرکے منہدم کر دیا گیا - اور سکندر دریاے بیاس تک برابر بڑھتا چلا آیا - یہاں پہنچ کر سپاہ نے کوچ کی سختیاں اور خطرات سہتے سہتے شکایت شروع کی - اور سکندر سمجھ گیا - کہ ان کو آگے لے جانا ناممکن ہے - رنج تو سخت ہؤا - لیکن جس راستے آیا تھا - اُسی راستے جہلم واپس پہنچا - یہاں اس کی اَور فوج آ ملی - دو ہزار کشتیوں کا ایک بیڑا تیار کیا گیا - اور ماہِ نومبر میں دریاے جہلم و اٹک کی راہ سے فوج جنوب کی جانب چلی - راہ میں بہت سے صدمے پیش آئے - ایک شہر (ملتان) پر حملہ کرتے وقت سکندر کو زخم تو سخت لگا - لیکن جلدی صحت حاصل ہوگئی - آخر سپاہ خیریت سے سمندر میں جا پہنچی - اور بہت سا حصّہ جہازوں میں سوار ہو کر خلیج فارس کو چلا گیا - لیکن خود سکندر بہت سی فوج

لے کر بلوچستان کو واپس آیا - اور ۳۲۴ء ق - م کے آغاز میں فارس پہنچ گیا - دُنیا کی جنگی مہمات میں سکندر کے حملۂ ہند کا بھی پایہ بہت اعلےٰ ہے - کسی غیر معلوم ملک میں اتنی فوج کثیر نے شاذ ہی کامیابی کے ساتھ کوچ کیا ہے - اور پھر اس کامیابی کے ساتھ کہ سکندر کے فنِ سپہداری اور انتظام میں ماہرانِ فنونِ جنگی کو اب تک کچھ نقص نظر نہیں آیا ہے - یہ سچ ہے - کہ سکندر نے نہ تو ہندوستان میں کچھ دوامی فتوحات کیں - نہ مغربی ایشیا کی طرح یہاں یونانی تہذیب پھیلائی - لیکن اس کی فتوحات سے بے ٹھکانے کہانیوں کی بجائے یونانیوں کو ہندوستان کا صحیح صحیح علم ہو گیا - مؤرخ ایرین بیان کرتا ہے - کہ بیاس سے پرے کا ملک نہایت زرخیز ہے - اس سے ہیروڈوٹس نے جو غلطی کی تھی - اُس کی اصلاح ہو گئی - اور جیسا ہم آگے چل کر بتائینگے - ہندوستان اور اُس کے باشندوں کے مفصّل حالات معلوم کرنے کا امکان ہو گیا +

سکندر کے حملے کا یہ اثر ہؤا - کہ اہلِ مغرب کو ہندوستان کی بابت کچھ معلوم ہو گیا - اور جتنی دُنیا اُن کو معلوم تھی - اُس کے نقشے میں ہندوستان بھی داخل ہو گیا" اگر سکندر ہندوستان پر حملہ نہ کرتا - تو مغربی اقوام میں ہندوستان کا علم بس

اُتنا ہی رہتا - جتنا ٹےسیش[1] نے چھوڑا تھا - اور اُس میں ابزادی کی صورت اُسی وقت نظر آتی - جس وقت راس اُمید کی بحری راہ یعنی مشرق کا راستہ دریافت ہؤا +

سکندر نے ۳۲۳ق - م میں وفات پائی - اُس کی وفات دُنیا کے لئے مصیبت تھی - ہاں مغربی ایشیا اور مصر کی نسبت ہندوستان میں یہ مصیبت کم محسوس ہوئی - وجہ یہ ہے - کہ ہندوستان میں یونانی تہذیب کا اثر نہیں پھیلا تھا - ہاں مغرب کے ساتھ ہندوستان کا تعلّق جلد جلد کم ہوتا چلا گیا +

سکندر کی وفات کے تھوڑے عرصے بعد ہی مگدھ کے راجہ چندر گپت نے جسے یونانی سنڈراکوٹس کہتے تھے - ہندوستان میں بڑا اقتدار حاصل کیا - اُس نے یونانیوں کو باہر نکال دیا - اور تمام شمالی ہندوستان میں اپنی سلطنت پھیلائی - اِس کا دار الخلافہ پاٹلی پتّر تھا - جسے آج کل پٹنہ کہتے ہیں - یہ راجہ ہندوستان کے نہایت طاقتور

[1] یہ مؤرّخ ۴۰۰ق - م میں ہؤا ہے اور سالہا سال تک کیخسرو شاہِ فارس کا حکیم رہا ہے - اُس نے ہندوستان کے حالات میں ایک کتاب لکھی تھی - جس کے بعض حصّے آج تک ملتے ہیں +

راجاؤں میں سے ہے +

اِدھر کا تو یہ حال ہؤا۔ اُدھر کی سُنو۔ کہ سکندر اعظم کی سلطنت کے حصّے بخرے کرنے میں فوج کے سپہ سالاروں میں خوب جنگ ہوئی۔ ایک سپہ سالار سلیوکس نکاٹور نے باختر یا بلخ کا علاقہ فتح کیا۔ اور ہندوستان پر بھی چڑھائی کی۔ لیکن اُس نے چندر گپت کو توقّع سے زیادہ خصم قوی پایا۔ چار و ناچار صلح کرتے بنی۔ دونو بادشاہوں میں صلح نامہ لکھّا گیا۔ اور یونانی سپہ سالار نے اپنی ایک لڑکی کی شادی چندر گپت سے کر دی۔ اور پچاس ہاتھی نذر کیئے +

اس صلح کا دلچسپ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ایک یونانی سفیر پٹنے میں متعیّن ہؤا۔ اس نے ہندوستان کے حالات میں ایک کتاب لکّھی ہے۔ یاد رہے۔ کہ تاریخ لکھنے میں ہمارا بڑا مدّعا یہ ہونا چاہیئے۔ کہ ہم جس زمانے کے حالات لکّھیں۔ اُس زمانے کے مؤرّخوں کے لکّھے ہوئے حالات بہم پہنچائیں۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ ہم عصر مؤرّخ واقعات کو خاص کر صحت کے ساتھ لکھتے ہیں۔ اور اُن پر خاص کر صحیح راے قائم کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس بعد کے مؤرّخ بہت سے مؤرّخینِ عصر کے واقعات کا مقابلہ کرکے اُن سے بھی زیادہ اچھی تاریخ لکھ سکتے ہیں۔ ہاں مؤرّخانِ وقت کے حالات

سے یہ معلوم ہوتا ہے - کہ اُس وقت لوگ واقعات پر کیا رائے لگاتے تھے - نیز اوضاع و اطوار - قوانین و انتظام اور خصائل وغیرہ کے حالات بھی نہایت قیمتی ثابت ہوتے ہیں - بعد کے مؤرّخ بہت محنت و مشقّت سے مختلف اوقات کے واقعات تو جمع کر لیتے ہیں - لیکن قوانین و کاغذاتِ سلطنت سے یہ پتا نہیں لگا کرتا - کہ باشندے کس طرح اپنا وقت گزارتے تھے - ان کے تفریح کے مشاغل کیا تھے - اور پوشاک و خوراک کیسی تھی - مذہب - شادی بیاہ - تجارت اور بے شمار اور باتوں میں اُن کے کیا خیالات تھے ؟ یونانی سفیر میگاس تھینیز ہمیں یہ سب باتیں بتاتا ہے - اس باعث سے اور قدیم تواریخی اسناد کے مقابلے میں اس کی تصنیفات کو زیادہ احتیاط سے پڑھنا چاہیئے +

چندر گپت کا دار الخلافہ بڑا بھاری شہر تھا - دس میل لمبا اور دو میل چوڑا - راجہ اُسی طرح زندگی بسر کیا کرتا تھا - جس طرح بہتیرے اور خود مختار راجا اب تک کرتے ہیں - ایک شان دار محل میں رہتا تھا - بہت سی رانیاں تھیں - کبھی کبھی مہمات پر بھی جاتا تھا - سپاہ چار لاکھ تھی - میگاس تھینیز فوج کے حسنِ انتظام کی بہت تعریف کرتا ہے - آبادی زیادہ تر کسانوں کی تھی - جو مسکینی سے رہتے تھے - کسی کو ضرر نہیں پہنچاتے تھے -

اور امن و امان سے محنت کے ساتھ اپنے کار و بار کرتے تھے - تاجروں اور کاریگروں کی دوسری جماعت تھی - سپاہیوں کی تیسری - اخیر میں میگاس تھینیز سادھوؤں کا حال شرح و بسط کے ساتھ لکھتا ہے - یہ دو طرح کے تھے - ایک تو برہمن - دوسرے بُدھ مت والے - برہمن بچپن سے ہی علیحدہ رکھے جاتے تھے - احتیاط سے اُن کی تعلیم ہوتی تھی - اور سب اُن کا بڑا ادب کرتے تھے - "وہ اپنا قیمتی وقت گیان کتھا میں گزارتے ہیں - اور جو شخص ادب کے ساتھ اُن کا کلام سُنے - اُس سے شوق سے باتیں کرتے ہیں - لیکن اثنائے کلام میں کوئی بول اُٹھے - کھانسے - کھنکارے یا غل مچائے - تو فوراً اس وجہ سے اُن کی سنگت سے اُٹھا دیا جاتا ہے - کہ اُس کا نفس پر قابو نہیں ہے" سفیر ان برہمنوں کی بڑی تعریف کرتا ہے - اور اُنہیں فیثا غورث اور سُقراط کا ہم پلہ بتاتا ہے +

عام آدمیوں کی نظر میں بودھوں کی اتنی قدر و منزلت نہ تھی - جتنی برہمنوں کی تھی - تاہم بودھوں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا - اور راجا اُن سے اکثر صلاح و مشورہ کرتے تھے - یہ لوگ مجرّد رہتے تھے - اور ریاضت میں زندگی بسر کرتے تھے +

غرض میگاس تھینیز کے بیان سے چار ذاتوں

کا پتہ لگتا ہے ۔ یعنی شودر ۔ ویش ۔ کشتری اور برہمن ۔ لیکن ہیروڈوٹس کی طرح یہ شخص بھی سات ذاتیں بتاتا ہے ۔ باقی تین یہ ہیں ۔ چرواہے ۔ منصف اور اراکینِ سلطنت ۔ یہاں یہ کہ دینا بھی مناسب ہے ۔ کہ میگاس تھینیز نے غور و تعمق سے مشاہدہ کر کر کے ہندوؤں کی بابت بہت ہی اچھی رائے قائم کی ہے ۔ وہ لکھتا ہے ۔ "ہندو امن پسند ہیں ۔ دیانت دار اور مُنشّی اشیا سے محترز اور بہادر ہیں ۔ عورتیں عصمت شعار ہیں ۔ اور سب کفایت شعاری اور پاکی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں" +

میگاس تھینیز کی روانگی کے بعد سلطنتِ روما کے زمانے میں کچھ جہاز ہندوستان کے مغربی کنارے (غالباً بھڑاچ) اور لنکا میں بے شک آئے ۔ لیکن محض تجارت کی غرض سے ۔ ہاں اہلِ روما کی کتابوں میں اہلِ ہند کے مال و دولت اور تکلفات کا اکثر ذکر آتا ہے ۔ اہلِ روما انہیں "صلح پسند" کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔ اور ان کے ملک کی نسبت قیاس کے گھوڑے یوں دوڑاتے ہیں ۔ کہ اس ملک کی زمین سونے کی ہے ۔ اور دریاؤں میں سونا چاندی اور جواہرات بہتے پھرتے ہیں +

۲۹۸ ق ۔ م میں چندر گپت نے وفات پائی ۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا بندو سارا تخت پر

متعلقۂ صفحہ ۷۸
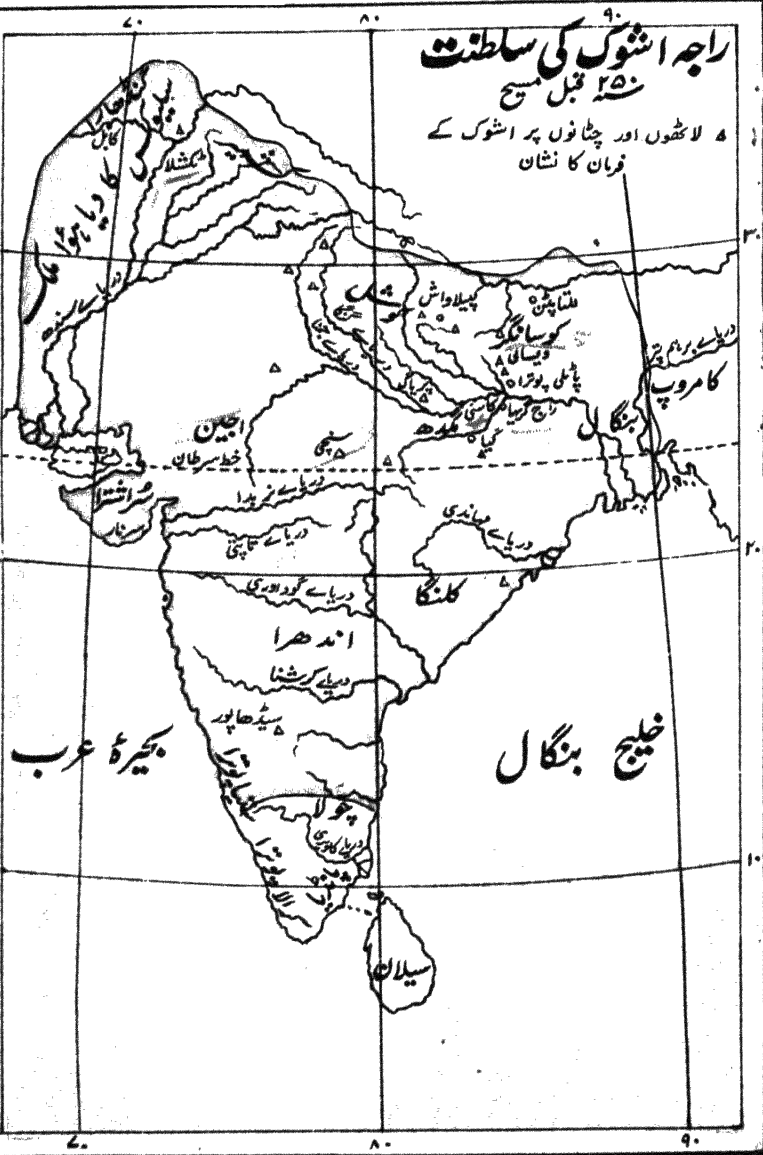
بیٹھا۔ اس نے پچیس سال حکومت کی ۔ اور ۲۷۲ق۔م میں اس کا بیٹا اشوک وردھن جو اُس وقت اجین کا حاکم تھا۔ تخت نشین ہؤا۔ یہ راجہ بڑا مشہور اور زبردست گزرا ہے ۔ اپنی تخت نشینی کے آٹھ سال بعد اُس نے ملکِ کالنگا کو فتح کیا۔ مؤرّخین کی رائے ہے۔ کہ اشوک شروع میں بُدھ مذہب کا پیرو نہیں تھا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد اُس کو اس مذہب سے بہت رغبت ہوگئی۔ اور اس کے عہد میں بُدھ مذہب کو وہ عروج حاصل ہؤا۔ جو پہلے کبھی نہیں ہؤا تھا۔ یعنی یہ مت راج دھرم ہو گیا۔ اُس نے بودھوں کی تیسری انجمن منعقد کی۔ اور پالی زبان کو وہی رتبہ دیا۔ جو ہندوؤں کی ریاستوں میں سنسکرت کو حاصل تھا۔ تمام سلطنت میں اُس نے میناروں اور پہاڑوں پر عقائدِ مذہبی کھُدوا کر مشتہر کئے۔ یہ مینار اوڑیسہ ۔ میسور ۔ پنجاب ۔ کاٹھیاواڑ اور اَور حصّوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور اُن سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے ۔ کہ راجہ اشوک کی سلطنت تمام ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی ۔ شاید وہ حصّہ جو نہایت جنوب میں ہے ۔ اُس کی قلمرو میں شامل نہ ہو +

اشوک اس بات کو اپنا فرض جانتا تھا۔ کہ تمام دُنیا میں اپنا مذہب پھیلائے ۔ اُس نے اس غرض سے دُنیا کے بہت سے حصّوں میں مشنری بھیجے۔

لنکا۔ سیریا۔ مصر۔ مقدونیہ۔ تمام ملکوں میں اس کے مشنریوں نے جا کر بُدھ مت کے اصولوں کا چرچا کیا۔ اگرچہ بُدھ دھرم ہندوستان میں سے جاتا رہا۔ لیکن پھر بھی اس کے پیروؤں کی تعداد آج تک اتنی زیادہ ہے۔ کہ یہ دُنیا کے بڑے مذہبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اشوک کی لاٹھوں اور میناروں پر جو حروف کندہ ہیں۔ اُن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بُدھ دھرم کے اصول کیا تھے۔ اُس نے کئی عبادت خانے قائم کئے۔ سڑکوں پر درخت لگائے۔ تاکہ راہ چلنے والوں کو آرام ملے۔ کوئیں کھدوائے۔ اور سرائیں تیار کروائیں۔ بیماروں اور مریضوں کے لئے شفاخانے قائم کئے۔ غرض یہ راجہ قدیم زمانے کے راجاؤں میں سے ایک نہایت مشہور اور نامور گزرا ہے۔ اس کے زمانے میں بودھوں کی کتب مذہبی کی درستی ہوئی۔ یہ راجہ چونسٹھ ہزار بُدھ سادھوؤں کی پالن کرتا تھا +

ساتواں باب

اہلِ ستھیا کے ہندوستان پر حملے

سکندر اعظم کی وفات کے بعد یونانیوں نے باختر میں سلطنت کی بُنیاد ڈالی۔ اور ہندوستان کے ساتھ اپنے تعلّقات جاری رکھے۔ جب یہاں بُدھ مذہب کا خوب دَور دورہ تھا۔ تو وقتاً فوقتاً یونانیوں کے بھی حملے ہوتے رہتے تھے۔ محققین کو جو پُرانے سکّے ملے ہیں۔ اُن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ متھرا تک دست بُرد کر گئے تھے۔ لیکن کسی یونانی باختری بادشاہ نے ہمالیہ کے جنوب میں کبھی جم کر سلطنت قائم نہیں کی۔ ہاں اس ملک کے باشندوں پر طریق ہائے مختلف سے اپنا اثر ضرور ڈالا۔ سب سے آخر جس یونانی باختری بادشاہ کو ہندوستان میں کچھ اختیار حاصل تھا۔ وہ ہرمیکس تھا۔ اور اُسے

سنہ۸۵ء میں اُس کے دار الخلافہ کابل سے ایک تاتاری قوم نے نکال دیا تھا +

میگاس تھینیز کے ہزار برس بعد تک ہندوستان کا جو تھوڑا بہت علم ہمیں ہے۔ وہ زیادہ تر انہی تاتاری یا ستھین حملہ آوروں کا ہے - قوم سنتھیا نے دُنیا کی تاریخ میں بڑے بڑے کارنامے چھوڑے ہیں - ان کو تورانی کہا جاتا ہے - لیکن ان کے حالات بہت کم ملتے ہیں - ہاں مؤرخ ہیروڈوٹس کی سب سے بہتر سند ہے - وہ انہیں ایک وحشی شمالی قوم بتاتا ہے - کہ خونخوار عادات رکھتی ہے۔ اور رسوم و رواجات ایسے ہیں - کہ بعض کی تو مردم خوروں سے مشکل ہی سے تمیز ہوتی ہے - یہ مؤرخ اس قوم کی اصلیت کی عجیب و غریب کہانیاں بیان کرتا ہے - ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قوم ستھین کا جس شمالی و ویران خطّے سے نکاس ہے - وہ اسے دیووں اور پکشوں کی بستی مانتا ہے۔ اور وہاں کی ہوا کو "پروں سے بھرا ہؤا" جانتا ہے +

اہلِ ستھیا کا افلاس ایسا مشہور عام تھا - کہ جب دارا گشتاسپ شاہِ فارس نے انہیں زیر کرنے کا ارادہ کیا - اور لشکر سمیت دریاے ڈینیوب سے عبور کیا - تو اُس کے مشیروں نے یہی صلاح دی تھی - کہ مفلس قوم ستھین پر چڑھائی کرنے سے

مہم کا خرچ بھی نہیں نکلیگا۔جب دارا ستھیا والوں کے ملک کے قریب پہنچا۔تو اُنھوں نے اُسے ایک پرند۔ایک چُھیا۔ایک مینڈک اور پانچ تیر بھیجے۔ بادشاہ سمجھا۔کہ یہ اہل ستھیا کے مطیع ہونے کی علامت ہے۔لیکن ایک دانا آدمی نے ان نشانات کے معنی یہ بتائے" اے پارسیو! جب تک تم پرند ہوکر ہوا میں نہ اُڑو۔یا چُھیا بن کر زمین کے اندر نہ جا چھپو۔یا مینڈک بن کر جھیلوں میں چھلانگ نہ مارو۔تم گھر واپس نہ جاؤگے۔بلکہ انہی تیروں کا نشانہ بنوگے" حقیقت میں ہوا بھی ایسا ہی۔کیونکہ دارا اور اُس کی فوج کو بڑے نقصان کے ساتھ ہزیمت ہوئی۔اور بڑی مشکل سے سب نے دریائے ڈینیوب کو پھر عبور کیا +

یہ ۵۱۵ ق۔م کا واقعہ ہے۔اس کے بہت عرصہ بعد تک ان کی یہ شہرت قائم رہی۔کہ" بڑی بہادر قوم ہے۔اور کسی کی مطیع ہوکر رہنے والی نہیں" تقریباً سو برس بعد ایک یونانی مصنّف لکھتا ہے" یورپ یا ایشیا کی کوئی قوم ایسی نہیں۔کہ یکہ و تنہا متفق اہل ستھیا کے سامنے ٹھیر سکے" با ایں ہمہ ستھیا والوں کا حال ہمیں بہت کم معلوم ہے۔کیونکہ وہ ایک وحشی قوم تھے۔اور اُنھوں نے اپنے حالات کی کوئی کتاب نہیں چھوڑی۔ہاں یہ معلوم ہوتا ہے۔کہ ۱۲۸ ق۔م میں ایک

سنتھین قوم نے باختر میں ایک یونانی خاندانِ شاہی کو زیر کیا +

سنتھین صدہا سال تک ہندوستان پر حملے کرتے رہے۔اور شمال میں اُنہوں نے کچھ اپنی بستیاں بھی بسائیں۔ کہتے ہیں۔کہ جاٹ جو پنجاب میں کثرت سے ملتے ہیں۔سنتھین قوم جٹی ہیں۔بعض محقق راجپوتوں کی اصلیّت بھی سنتھین ہی بتاتے ہیں۔ اہلِ ہند اور اہلِ سنتھیا میں عرصۂ دراز تک سخت لڑائیاں رہیں۔آخرکار تین سنتھین خاندان یعنی سین۔گپت اور ولابھی کا راج یہاں قائم ہوگیا +

ان شمالی حملہ آوروں میں سے سب سے زبردست شاہ کنشک ہے۔جو سنہ ۷۸ع کے قریب حکمراں تھا۔ اس کا مذہب بُدھ تھا۔اور اُس نے سب سے اخیر یعنی چوتھی بُدھ انجمن منعقد کی تھی۔ یہاں آکر پھر مؤرّخ کو تاریخی مصالح کی تلاش میں سخت دقّت اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور چار و ناچار سکّوں ہی کی سند ماننی پڑتی ہے۔کہتے ہیں۔کہ اس بادشاہ نے تبّت کا ایک حصّہ فتح کیا۔اور چین والوں کو یرغمال دینے پر مجبور کیا۔غرض اُن ایّام میں ہندوستان کا وہی حال تھا۔جو انگلستان میں قومِ سیکسن و برٹن کی باہم لڑائی بھڑائی کا رہا ہے۔اسی طرح یہاں بھی حملہ آوروں کے روکنے کے لئے بہتیرے شاہ آرتھر ہوئے

ہیں - ان میں سے مالوے کا راجہ بکرماجیت سب سے مشہور ہے - یہ راجہ بہادر بھی تھا - اور عالم بھی - اور اس کے دربار میں بہت سے شاعر اور فلسفی حکیم جمع رہتے تھے - اس نے ستھین کے خلاف ایسی شہرت پائی - کہ اس کے نام کا سمت (۵۷ ق-م) آج تک چلا آتا ہے - ایک اور بادشاہ کو بھی یہی شہرت

قوم ستھیا کا بادشاہ

نصیب ہوئی۔ اس کا شاکا ۷۸ء سے شروع ہوتا ہے۔ اس بادشاہ کا نام سالباہن تھا۔ اور اس کی سلطنت جنوبی ہندوستان میں تھی +

خاندانِ سین ابتدائی مسیحی صدیوں میں مغربی ہند میں حکمراں تھا۔ خاندانِ گپت بعد میں ہوا ہے۔ لیکن یہ طاقت ور بھی زیادہ تھا۔ اور اس کی سلطنت بھی زیادہ وسیع تھی۔ اس خاندان کا دار الخلافہ قنوج تھا۔ اور اضلاع متحد سے کاٹھیاواڑ تک سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ اس کو ایک اور سفید ہن قوم نے پانچویں صدی کے وسط میں خاک میں ملا دیا۔ اہلِ یورپ اس قوم کو سفید ہُن کہتے ہیں۔ اِس خاندان کے بانی کی نسبت ہمیں اتنا معلوم ہے۔ کہ اس کا نام گپت تھا۔ اور تیسری صدی کے اخیر میں وہ پٹنے میں ایک چھوٹا سا سردار تھا۔ اس کا جانشین گھٹو ٹکچ ہوا۔ اور اس کے بعد چندر گپت اوّل تخت پر بیٹھا۔ یہ اپنے خاندان میں اوّل بادشاہ ہے۔ جس نے بڑا اقتدار حاصل کیا۔ سمدر گپت اس کے بیٹے نے جو ۳۲۶ء میں تخت پر بیٹھا تھا۔ اپنے باپ کی سلطنت کو خوب وسعت دی۔ اور شمالی ہندوستان کا بہت سا حصّہ اپنی قلمرو میں شامل کیا[1] ۳۷۵ء میں چندر گپت دوم اس کا جانشین ہوا۔ سنہ ۴۰۰ء

[1] چوتھی صدی کے وسط میں سمدر گپت کی سلطنت میں شمالی ہندوستان کے تمام آباد اور زرخیز صوبے شامل تھے۔

کے بعد قومِ سفید ہُن نے خاندانِ گپت کو فتح کیا۔ ملتان کے قریب مقام کہرور میں ہندؤں نے قومِ ستھین پر بڑی بھاری فتح حاصل کی۔ پہلے اس کا ۵۳۷ء بتاتے تھے۔ لیکن حال کی تحقیقات سے ثابت ہؤا ہے۔ کہ اصلی ۵۴۴ء ہے۔ ممکن ہے۔ کہ بکرماجیت دو ہوئے ہوں۔ لیکن ہمارے پاس مصالح تاریخ کی ایسی کمی ہے۔ کہ قیاس کے گھوڑے دوڑانے لا حاصل ہیں۔ خاندانِ[1] ولابھی کچھ مالوے اور بمبئی کے شمالی حصّے میں آٹھویں صدی مسیحی تک حکمراں تھا۔ اسی صدی میں اہلِ عرب نے اُسے فتح کیا۔ یہ تمام سلطنتیں بُدھ تھیں +

اس وقت بیرونی دُنیا سے ہندوستان کے تعلق کی ایک بہت ہی غیر معمولی راہ نکلی۔ یعنی چین کی۔

(بقیۂ نوٹ صفحہ ۸۶) اور اُس کا راج مشرق میں ہُگلی سے لے کر مغرب میں جمنا اور چمبل تک۔ اور شمال میں ہمالیہ سے شروع کر کے جنوب میں نربدا تک پھیلا ہؤا تھا +

[1] ولابھی بھونگر سے کچھ زیادہ دُور نہیں ہے۔ کسی زمانے میں یہ ریاست قومِ ہُن کی باجگزار تھی۔ لیکن بعد میں اُس نے اپنی آزادی پھر حاصل کر لی۔ ولابھی فتح ہوگیا۔ تو مغربی ہند میں اس کی بجائے سب سے بڑا شہر انہلواڑہ (نہر والا پاٹن) شمار ہونے لگا۔ اور پندرھویں صدی تک شمار ہوتا رہا۔ بعد ازاں احمد آباد کا ستارہ چمکا +

حضرت عیسےٰؑ سے بہت عرصہ پیشتر بُدھ مذہب چین اور تبّت میں پھیل چُکا تھا۔ اور ستھیبن سلطنتوں کے دَور دورے میں بہت سے چینی جاتری اپنے متبرّک مقاموں کی جاترا کرنے ہندوستان میں آئے تھے۔ سنہ ۳۹۹ء کے قریب ایک سیّاح فان ہیان نامی ہندوستان میں آیا۔ اور اُس نے بُدھ اور برہمنی مذہب کو دیکھا۔ کہ یہاں ساتھ ساتھ جاری ہیں۔ دوسرا سیّاح ہیان سین ساتویں صدی میں ہندوستان میں گشت کرتا ہؤا مشہور و معروف بُدھ راجہ شلادتیہ کے دربار میں باریاب ہؤا +

ان دُھندلے مناظر پر نظر کرنے سے تاریخی واقعات کا پتہ صرف عام طور پر ہی لگتا ہے۔ لیکن گو ہمارا علم صاف و روشن نہیں۔ تاہم قیاس چاہتا ہے۔ کہ ہندوستان میں اُس وقت بڑے بڑے انقلابات ہو رہے تھے۔ انہیں تاریک صدیوں میں اس بات کا فیصلہ ہو رہا تھا۔ کہ ہندو ہندوستان میں رہینگے نہ کہ اہلِ ستھیا۔ اور اس ملک کا ہندو دھرم رہیگا نہ کہ بُدھ مذہب۔ کہرور کی لڑائی کی طرح فرنگستان میں شیلون کی لڑائی ہوئی۔ اور شاید ایک ہی زمانے میں۔ اُس میں بھی اسی بات کا فیصلہ ہو گیا۔ کہ یورپ میں آریہ قوم رہیگی نہ کہ ہُن۔ غرض جس وقت یہاں مسلمانوں کے ابتدائی حملے ہوئے۔ تو ہندوستان پر ہندو حکمراں تھے۔ اور

برہمنی مذہب رائج تھا - اور گو نو سو برس سے غیر قومیں اس ملک میں آ کر حکومت کرتی رہی ہیں - لیکن اب تک ہندو دھرم برابر ویسا ہی چلا جاتا ہے - یہ امن و امان کا زمانہ تھا +

اسی زمانے میں کوی کالی داس کا نام شاعری کے آسمان پر ستارہ بن کر چمکا - یہ شاعر ۵۰ء میں ہوا ہے - اور معلوم ہوتا ہے - کہ راجہ گپت کے درباریوں میں تھا - جس کا لقب بکرماجیت بھی ہے - اس کا شکنتلا ناٹک ہندوستان کے ناٹکوں کا سرتاج ہے - اور عاشقانہ شاعری بھی اعلےٰ درجے کی ہے - کالی داس نے اَور کئی ناٹک لکھے ہیں - جن میں سے وِکرم اور وِشی نہایت مشہور ہیں - بھوتی نے بھی کئی ناٹک لکھے ہیں - جن میں سے اُتر رام چرتر اور مادھو ملاتی مشہور ہیں - ہندوؤں کے ناٹک کی تعریف یورپ کے مؤرخین نے کی ہے - یہاں سب ناٹکوں کا ذکر کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا - کالی داس کے زمانے سے پہلے کئی بڑے بڑے ناٹک لکھنے والے گزر چکے تھے - لیکن ان کی اکثر تصنیفات کا پتہ نہیں ملتا + انہیں ایّام میں علمِ ادب نے بھی مختلف صورتوں میں عروج حاصل کیا - کتبِ قصص خاص کر مشہور ہیں - ۵۰۰ء میں پنچ تنتر کا ترجمہ فارسی میں ہوا - انگریزی شاعر شیکسپیر نے بھی اَور زبانوں کی وساطت سے

ہندوستان کی کہانیوں سے اپنے ناٹکوں کو زینت دی ہے۔ غرض ابتدائی مسیحی صدیوں میں ہندوؤں کی حالت نہایت اچھی تھی۔ لیکن اطالیہ کی طرح یہاں کی زرخیزی اور زرریزی سے باہر کے حملہ آوروں کے دانت ہمیشہ اسی ملک پر لگے رہے +

ہندوؤں کے زوال کے اسباب

جب کوئی قوم بہت ترقی کر جاتی ہے - تو اُس میں خود بخود ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں - جن سے وہ کمزور ہو جائے - ہندوؤں نے جس قدر ترقی کی - اُس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے - پہلا حملہ جو غیر ملک والوں نے ہندوستان پر کیا - اور جس میں وہ کامیاب ہوئے - وہ سکندر اعظم کا حملہ تھا - یورپ کے مؤرخین کی یہ رائے ہے - کہ اگر ہندو ریاستوں میں اُس وقت نفاق نہ ہوتا - تو سکندر اعظم کو یہاں سے ناکام لوٹنا پڑتا - باوجود اس نفاق کے جب سکندر اعظم نے یہاں سے مُنہ موڑا - اُسی وقت یہاں کے لوگوں نے یہ سمجھا - کہ وہ سکندر کے مطیع نہیں ہیں - اور اگرچہ وہ اَور ملکوں میں اپنی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہؤا - لیکن ہند میں اُس نے کوئی سلطنت قائم نہیں کی - جس نفاق نے راجہ پورس کو غارت کیا - اُسی نفاق نے پرتھی راج اور رانا سانگا جیسے بہادروں کو بھی ڈبویا - یہ کہنا بالکل بجا ہے - کہ ہندوستان کو

غیر آدمیوں نے آکر فتح نہیں کیا۔ بلکہ اس کو یہاں کے لوگوں کی نا اتفاقی اور باہمی لڑائی جھگڑوں نے برباد کر دیا۔ اس نا اتفاقی کے علاوہ اور بھی کئی اسباب تھے۔ مثلاً ہندو ترقی کرتے کرتے اس درجے کو پہنچ گئے تھے۔ کہ وہ عیش و عشرت اور توہمات میں پڑ گئے۔ اور اس وجہ سے وہ سلطنت اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھے +

ان کے زوال کی یہ بھی وجہ تھی۔ کہ لڑائی کرنے والی فوجیں لوگوں سے بالکل علیحدہ رہتی تھیں۔ عام لوگوں کو فوجوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے جب کسی فوج کو شکست ہوتی تھی۔ تو حملہ آور کے لئے یہ بہت آسان بات ہوتی تھی۔ کہ آگے بڑھتا چلا جائے +

غرض گو مسلمانوں کے حملے ہندوستان پر اُس وقت ہوئے۔ جب یہاں امن و امان پھیلا ہوا تھا۔ اور لوگ خوش حال اور فارغ البال تھے۔ اور جگہ جگہ طاقتور ریاستیں قائم تھیں۔ اور مالوہ۔ بنگالہ۔ چولا۔ چیر۔ پانڈیا نہایت زبردست ملک تھے۔ لیکن طاقت ایسی منتشر ہو رہی تھی۔ کہ میدانِ جنگ میں سخت مقابلہ مشکل تھا۔ اور نا اتفاقی نے یہاں کے لوگوں کی کچھ پیش نہ چلنے دی +

آٹھواں باب

مسلمانوں کا ہندوستان کو فتح کرنا

حضرت محمدؐ نے ۶۲۲ء میں مکّے سے ہجرت کی۔ اور اس واقعے کو سو برس نہ ہونے پائے تھے۔ کہ مسلمان ایک فاتح قوم بن گئے۔ اور مشرق سے مغرب تک سیلِ رواں کی طرح پھیل گئے۔ ۷۱۱ء میں محمد بن قاسم نے ہندوستان پر لشکر کشی کی۔ اسے کامیابی تو بہت ہوئی۔ مگر عمر نے وفا نہ کی۔ ۷۱۴ء میں ملکِ عدم کو سدھارا۔ سندھ پر عربوں کا قبضہ ایک صدی سے کچھ زیادہ عرصہ رہا +

شمال کی جانب سے مسلمانوں کا جو حملہ ہندوستان پر ہوا۔ وہ اس سے بھی زیادہ زبردست تھا۔ مذہب اسلام تمام وسط ایشیا میں پھیل چکا تھا۔ اور ملکِ فارس بھی فتح ہو چکا تھا +

اتفاق سے اس فتح کے زمانے میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ کہ ہندوستان پر اُس کا بڑا اثر پڑا۔

جن اہلِ فارس یا پارسیوں نے دینِ اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ اوّل تو وطنِ مالوف سے نکل کر خلیج فارس میں آئے۔ اور پھر مغربی ہندوستان میں۔ یہاں آکر اُن کی قوم امیر کبیر بن گئی۔ اور ہندوستان کی معزّز قوموں میں شمار ہونے لگی +

ہندوستان کے شمال مغرب میں جو ویران خطّے واقع ہیں۔ وہاں بہت سی سلطنتیں قائم ہوتی رہی ہیں۔ انہیں میں سے کابل و قندھار کے درمیان ایک سلطنتِ غزنی تھی۔ یہاں ترکمانی خاندانِ سامانی ۸۶۰ء سے ایک وسیع خطّے پر حکمران تھا۔ جس میں شہرِ غزنی بھی شامل تھا۔ ۹۶۱ء میں اسی خاندان کا ایک غلام الپتگین نام غزنی میں خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ اور ۹۷۷ء میں ایک اَور غلام سبکتگین نامی اس کا جانشین ہؤا۔ سبکتگین کی طاقت یہاں تک بڑھی۔ کہ شمالی ہندوستان کا راجہ جیپال جس کا دار الخلافہ لاہور تھا۔ اس سے خوف کھانے لگا۔ چنانچہ مسلمانوں کی روک تھام کے لئے وہ درۂ خیبر سے چڑھ کر گیا۔ لیکن شکست کھائی۔ اور تاوان ادا کرنے کے اقرار پر واپس آسکا۔ لاہور آکر جیپال نے تاوان ادا کرنے سے انکار کیا۔ اس بد عہدی پر راجہ کو سزا دینے کے واسطے سبکتگین پشاور پر چڑھ آیا۔ بڑے معرکے کا رن پڑا۔ جیپال

شکست کھا کر گرفتار ہؤا۔ اور خراج ادا کرنے کے عہد پر پھر رہا ہؤا۔ سبکتگین نے پشاور پر قبضہ کر کے غزنی کو مراجعت کی۔ جیپال لاہور واپس آیا۔ لیکن دو دفعہ شکست کھا کر راج کس منہ سے کرتا۔ چنانچہ جل کر مر گیا*

جیپال کے بعد اُس کا بیٹا انند پال راج گدی پر بیٹھا۔ اور چند سال تک غزنی خراج بھیجتا رہا۔ ۹۹۷ء میں سبکتگین کا بیٹا مشہور و معروف سلطان محمود غزنوی تیس سال کی عمر میں باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ شمالی ہندوستان کے ہندوؤں نے انند پال کی سرپرستی میں محمود کے خلاف اتّفاق شروع کیا۔ اور پشاور کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکالنے پر آمادہ ہوئے۔ محمود اُس کی روک تھام کے واسطے ۱۰۰۸ء میں ایک بڑا لشکر لے کر پشاور پر چڑھ آیا۔ جیسا اکثر مشرقی لڑائیوں میں دیکھنے میں آیا ہے۔ جن ہاتھیوں پر ہندوؤں کو بھروسہ تھا۔ وہی خرابی کا سبب بنے۔ ادھر تو اُنہوں نے اپنی ہی فوج کو روند ڈالا۔ اُدھر سے محمود کے سواروں نے جو حملہ کیا۔ تو مسلمانوں کو پوری فتح ہوئی۔ اور اُن کی سلطنت کی حد دریائے سندھ کے دائیں کنارہ تک آ پہنچی*

پشاور کی لڑائی کے بعد انند پال نے وفات پائی۔ اور اس کا بیٹا جیپال ثانی تخت پر بیٹھا۔ اس کے عہد کے شروع ہی میں محمود نے لاہور کی شمالی پہاڑیوں سے اُتر کر دار الخلافہ پر قبضہ کر لیا۔ جیپال

نے راولپنڈی کے قریب محمود کی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن شکست فاش کھا کر اجمیر کی طرف بھاگ گیا۔ یہ واقعات ۱۰۰۸ء میں ہوئے۔ اور ہندوؤں کی اس شکست سے مسلمان حملہ آوروں کے لئے شمالی ہند کی فتح کا دروازہ کھل گیا +

محمود نے اپنی تیس سالہ حکومت میں ہندوستان پر سولہ بار چڑھائی کی۔ ۱۰۱۷ء میں اس نے متھرا پر حملہ کیا۔ ۱۰۱۸ء میں قنوج پر چڑھ آیا۔ اور ۱۰۲۵ء میں ملتان سے صحرا کو طے کرتا ہؤا اجمیر پہنچا۔ اجمیر کا راجہ اور شہر کے لوگ ڈر کے مارے شہر سے بھاگ گئے۔ محمود اجمیر کی دولت سمیٹتا ہؤا سومناتھ کی طرف بڑھا۔ یہ مقام ہندوؤں کے نزدیک بہت مقدس سمجھا جاتا تھا۔ "یہاں ہر روز شو پنڈی کو گنگا جل سے اشنان کرایا جاتا تھا۔ ہر مہینے کی دوج اور چودش کو میلا لگا کرتا تھا۔ چاند گرہن پر ہزاروں جاتری سمندر میں اشنان کرنے اور درشنوں کو آتے تھے۔ ایک ہزار برہمن پوجا پاٹ کو مقرر تھے۔ پانسو عورتیں جن میں سے اکثر راجاؤں کی بیٹیاں تھیں۔ بھجن کرنے کے لئے مندر میں رہتی تھیں" + ||

محمود جب سومناتھ کے مندر کے سامنے پہنچا۔ تو راجپوتی فوج مقابلے کو باہر آئی۔ بڑے معرکے کا رن پڑا۔ دو روز تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر حملہ آوروں

نے فتح پائی - محمود مندر میں داخل ہؤا ‖ برہمنوں نے بہتیرا مال و دولت دینا چاہا - کہ مورت کو نہ توڑو - لیکن محمود نے جواب دیا - کہ میں بُت فروش کہلانا نہیں چاہتا - بُت شکن کہلانا چاہتا ہوں - یہ کہ کر اُس نے مورت پر گرز مارا اور وہ ٹوٹی تو جواہرات کا ڈھیر کا ڈھیر زمین پر گر پڑا[1] ‖

سال بھر گجرات میں رہ کر محمود وطن کو واپس پھرا - راستے میں جنگل میں پانی کے نہ ملنے اور راجپوتوں کے حملوں سے اذیتیں تو بہت اُٹھائیں - لیکن خیر و عافیت سے غزنی جا پہنچا - اور وہاں تریسٹھ سال کی عمر میں ۱۰۳۰ء میں وفات پائی - یہ بادشاہ مسلمان فاتحوں کا نمونہ ہے - یعنی سخت گیر و جنگجو - لیکن ساتھ ہی کشادہ دل - سپاہیانہ پیچوں میں ہوشیار - اور حکمتِ عملی سے کام نکالنے والا - اکبر کی طرح ہندوؤں سے بالعموم اچھا سلوک کرتا تھا - اُس نے گجرات کا صوبہ دار ہندو ہی مقرر کیا تھا - اور قنوج کے راجہ کو اُس کی گدّی پر رہنے دیا تھا - یہ فردوسی شاعر کا سرپرست تھا - اور علم و ہنر کا شوق رکھتا تھا - اس بادشاہ نے غزنی میں شاندار مساجد اور محل تعمیر کرائے - اور ایک یونیورسٹی بھی قائم کی - جس کے متعلق ایک بڑا

---

[1] اس طرح کی کہانیاں اکثر معتبر نہیں ہوتیں - اسی قسم کی ایک کہانی حکایاتِ لقمان میں بھی مرقوم ہے ‖

کتب خانہ اور عجائب گاہ تھے +

محمود کے جانشین ایسے لائق نہ ہوئے - جیسا وہ خود تھا - چنانچہ ڈیڑھ سو برس تک خاندانِ غزنی کی تاریخ ایسے فتنہ و فساد سے پُر ہے - کہ بیان سے باہر ہے - ادھر تو محمود کے بیٹوں میں جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوئے - اور اُدھر پنجاب کے ہندوؤں نے بار بار یہ کوشش کی - کہ اپنا کھویا ہُوا ملک پھر حاصل کر لیں - ۱۱۱۸ء میں بہرام شاہ غزنی کے تخت پر بیٹھا - یہ اوروں سے زیادہ لائق تھا - اس کی شادی حاکمِ غور کی لڑکی سے ہوئی - لیکن اس رشتہ داری سے خاندانِ غزنی اور خاندانِ غور میں صلح نہ ہوئی - ۱۱۵۲ء میں سپاہِ غور نے غزنی کو لوٹا - سات روز تک شہر میں آگ لگی رہی - اور اکثر باشندے مارے گئے - غزنوی خاندان کا اخیر بادشاہ خسرو غوری پٹھانوں سے بھاگ کر لاہور آیا - مگر ۱۱۸۶ء میں یہ شہر بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا - خاندانِ غور کا بانی علاؤ الدّین ۱۱۵۶ء تک غزنی پر حکمراں رہا - اور اُس کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا اور پھر دو بھتیجے یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے - اُن میں سے چھوٹا بھتیجا مشہور و معروف محمد غوری ہے +

اس وقت دہلی اور اجمیر میں ایک راجپوت راجہ پرتھی راج حکمراں تھا - اُس نے راجہ قنّوج سے

دہلی فتح کرکے مورچہ بندی سے شہر کو مضبوط کیا تھا - اور اب بڑا طاقتور راجہ ہو گیا تھا۔ راجہ قنوج کا نام جے چند تھا - ان دونو راجاؤں کے باہمی نفاق سے محمد غوری نے موقع پاکر ۱۱۹۱ء میں جنوبی پنجاب پر حملہ کیا - پرتھی راج کا کوئی مددگار تو تھا نہیں - لیکن اُس نے بڑی دلیری سے غوری کا مقابلہ کیا۔ ستلج کے جنوب کی طرف تراوڑی کے میدان میں بڑی بھاری لڑائی ہوئی - میدانِ جنگ میں محمد غوری نے زخم کھایا - اور اُسے شکست فاش ہوئی - آخر لاہور کی طرف بھاگنا پڑا - لیکن ہندوؤں میں پھوٹ کا بازار گرم تھا - اتّفاق ہوتا تو شمالی حملوں کے روکنے کا اچھّا موقع مل گیا تھا - انہوں نے اس سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ جے چند نے پرتھی راج کی مدد میں ذرا بھی ہاتھ پاؤں نہ ہلائے - دو سال بعد ۱۱۹۳ء میں محمد غوری پھر جنوبی پنجاب پر چڑھ آیا - اور اُس نے سرہند کے میدان پر ہندوؤں کو شکست دے کر اجمیر و دہلی کو فتح کر لیا - پرتھی راج نے ہاتھی سے اُتر کر میدانِ جنگ سے بھاگنے کی کوشش کی - لیکن گرفتار ہو گیا - اور غزنی کے رستہ میں غالباً خود کشی کی موت مرا +

جے چند کا بھی ایسا ہی حال ہُوا - یہ اضلاع متّحد اور بنگال کے ایک حصّے پر حکمراں تھا - ۱۱۹۴ء میں محمد غوری اس پر بھی چڑھ کر گیا - اور شکست

دے کر قتل کر ڈالا ۔ محمد غوری کا ایک سپہ سالار بختیار خلجی بڑا دل چلا تھا ۔ اُس نے بہار اور جنوبی بنگال کو فتح کیا ۔ اس زمانے میں بنگال کی راجدھانی ندیا تھی اور ایک اسی برس کا بڈھا راجہ یہاں حکومت کرتا تھا ۔ جب اُس نے سنا ۔ کہ دشمن کی فوج شہر میں گھس آئی ہے ۔ تو جگن ناتھ جی بھاگ گیا ۔ اور جب تک جیتا رہا ۔ وہیں زہد و ریاضت کرتا رہا ۔

اس طرح ایک وسیع سلطنت اسلامی کی بنیاد ہندوستان میں پڑ گئی ۔ لیکن شروع ہی سے اس میں دو ٹوک ہونے کا میلان تھا ۔ یعنی ایک سلطنت شمالی ہند اور دوسری سلطنت جنوبی ہند ۔ بختیار خلجی کا انجام اچھا نہیں ہؤا ۔ اُس نے تبت پر چڑھائی کی ۔ لیکن وہاں کے لوگوں نے سخت مقابلہ کیا ۔ اور آخر اُسے بڑے نقصان کے ساتھ لوٹنا پڑا ۔ محمد غوری شمال میں افغانوں اور اور جنگجو قوموں سے لڑتا بھڑتا رہا ۔ ان میں سے گکھڑ[1] سب سے زیادہ سرکش نکلے ۔ ۱۲۰۶ء میں محمد غوری لاہور سے غزنی جاتا تھا ۔ راستے میں دریائے اٹک کے کنارے ایک گاؤں میں قیام کیا ۔ رات کو گکھڑ دریا پار اُتر کر آئے ۔ اور اُسے قتل کر ڈالا ۔

---

[1] گکھڑ ایک غیر آریہ نسل کی قوم ضلع راولپنڈی میں آباد تھی ۔ ۱۰۰۸ء میں اُنھوں نے محمود غزنوی کو سخت مقابلہ کرکے روکا تھا ۔ اور ۱۵۲۵ء تک آزاد اور خود مختار تھے ۔

محمد غوری کی وفات سے خاندان غور کی تاریخ ختم ہوئی - اس بادشاہ میں مذہبی جوش تو اتنا نہ تھا - جتنا محمود غزنوی میں تھا - لیکن فاتح اس سے بڑھ چڑھ کر ہؤا ہے - اس کی سلطنت کے شمالی حصّے میں اکثر ایسی لڑائی بھڑائی رہتی تھی - کہ نئی فتوحات کو مضبوط کرنے کا وقت نہیں ملتا تھا - اور مجبوراً نوکروں
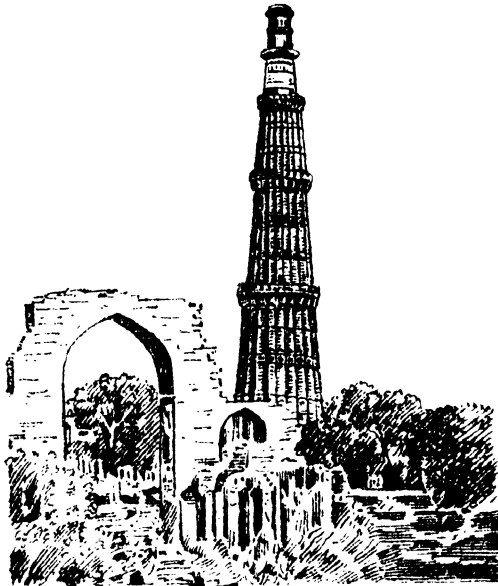
قطب صاحب کی لاٹھ

پر اُن کا انتظام چھوڑنا پڑتا تھا - اس کی وفات کے وقت قطب الدّین سلطنت ہند کے انتظام میں مصروف تھا - یہ شخص اصل میں ایک ترکی غلام تھا - لیکن اپنی جنگی لیاقت کے سبب بڑھتے بڑھتے سپہ سالار ہوگیا - جب اُس کے آقا محمد غوری نے وفات پائی - تو قدرتاً یہی ہونا تھا - کہ سلطنت سب سے زبردست

آدمی کے ہاتھ آئے - چنانچہ قطب الدین نے سلطنت کا نقارہ اپنے نام پر بجوایا - اور سلطنتِ اسلام کا ہندوستان میں دہلی پایۂ تخت قرار پایا - اس زمانے سے ہندوستان جدید کی ہستی شروع ہوتی ہے - یوں سمجھو - کہ اسلامی سلطنت کے قائم ہونے میں دو صدیاں لگی ہیں - اب یہ سلطنت شمالی ہندوستان میں پھیل تو گئی ہے - لیکن ابھی مستحکم نہیں ہوئی - بادشاہ زبردست ہے - تو انتظام خاطر خواہ ہو جاتا ہے - ورنہ بد نظمی پھیلی رہتی ہے - ان کے ساتھ کے ساتھ ہی بہت سی زبردست ہندو سلطنتیں بھی قائم ہیں - اور اب تک دکن کے فتح کرنے کا خیال کسی کو نہیں آیا ہے - اُس زمانے سے لے کر ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک قرارگاہ بھی قائم ہو گئی ہے - اور نشانِ سلطنت بھی - دہلی کا شاندار شہر اس سلطنت کا دار الخلافہ ہے - اور مسجد زینت الاسلام اور قطب مینار سے اب تک خاندانِ غلاماں کے بادشاہوں کا نام چلا آتا ہے *

نواں باب

خاندانِ غلامانِ افغانی

قطب الدین ۱۲۰۶ء میں تخت پر بیٹھا۔ اُس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت دہلی اور اُس کے گرد و نواح تک ہی محدود تھی۔ اجمیر میں ایک باجگزار راجہ کچھ عرصے تک حکومت کرتا رہا۔ لیکن جب ۱۲۱۰ء میں مسلمانوں نے اپنا صوبہ دار مقرر کرنے کی کوشش کی۔ تو راجپوتوں نے سخت مقابلہ کیا۔ جے چند کے پوتے نے اطاعت سے انکار کیا۔ اور اپنی رعایا کے ایک کثیر حصّہ کے ساتھ مارواڑ کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں ان نوواردوں نے جودھ پور کی ریاست قائم کی جو اب تک موجود ہے۔ مشرقی اضلاع میں جہاں سین خاندان حکمراں تھا۔ بختیار خلجی نے راجا کو لکھنوتی سے نکال دیا۔ اور ڈھاکہ کے قریب سنار گاؤں میں ایک خود مختار حکومت قائم کرنے کی کوشش کی +

غلاموں کا خاندان ۱۲۰۶ء سے ۱۲۹۰ء تک حکمران رہا۔ لیکن اس کے بانی کو چار برس ہی سلطنت کرنی نصیب ہوئی۔ یہ شخص بہادر بھی تھا۔ اور دانا بھی۔ مورخ اس کی بڑی تعریف کرتے ہیں*

اس کی وفات پر ہند میں اسلامی سلطنت کے چار حصّے پائے جاتے تھے۔ جن کا باہمی تعلّق کوئی ایسا مضبوط نہ تھا۔ مشرقی حصّے میں خلجی حکمران تھے۔ شمالی حصّے پر یلدوز ایک شاہی غلام حکومت کرتا تھا۔ وادیِ سندھ محمد غوری کے ایک اور غلام قباچہ نام کے زیر حکومت تھی۔ تختِ دہلی پر سلطان ایبک یعنی قطب الدّین کے ایک نالائق بیٹے کو بٹھانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن بارور نہ ہوئی۔ اور فتنہ و فساد پھیلا رہا*

آخرکار ۱۲۱۱ء میں ایک اور غلام التمش نامی سلطنت پر قابض ہو گیا۔ یہ سپاہی اچھّا تھا۔ اس نے بنگال میں دشمنوں کی سرکوبی کی۔ اور راجپوتوں کو بھی زیر کیا۔ ۱۲۱۵ء میں اُس نے یلدوز کو شکست دی۔ ۱۲۱۷ء میں قباچہ سے اتّحاد کر لیا۔ ۱۲۲۵ء میں خلجیوں کو مطیع کیا۔ ۱۲۳۲ء میں گوالیار فتح ہؤا۔ خاندانِ مغلیّہ سے پہلے مسلمان بادشاہوں میں شمس الدّین التمش سب سے بڑھ چڑھ کر اقبال مند بادشاہ ہؤا ہے۔ کیونکہ اس کا اختیار ایک طرف تو ہمالہ سے وسط ایشیا کے پہاڑوں تک تھا۔ اور دوسری طرف

دریاے اٹک سے برہمہ پتر تک - اس نے شہر دہلی
کو بھی بڑی رونق دی تھی ٭

شمس الدین التمش نے جب ۱۲۳۶ء میں وفات
پائی - تو ملک میں ویسی ہی بدنظمی پھر پھیل گئی -
آخرکار تاجِ سلطنت اُس کی بیٹی رضیہ بیگم کے سر
پر رکھا گیا - مسلمانوں میں ایک یہی عورت ہوئی ہے -
جس نے دہلی میں راج کیا ہے - رضیہ نہایت ہوشیار
اور دلیر تھی - مردانہ لباس پہن کر بغیر نقاب کے پھرا
کرتی تھی - اور سلطنت کے کام انجام دیتی تھی -
تین سال کی حکومت کے بعد معزول ہوکر گرفتار
ہوئی - اور اُس کا چھوٹا بھائی بہرام تخت نشین ہؤا -
۱۲۴۰ء میں رضیہ مع اپنے خاوند کے قتل کی گئی -
اور پھر قتل عام کا بازار گرم ہؤا - اسی زمانے میں
مغلوں نے شمالی ہندوستان کو پامال کیا - ۱۲۴۲ء میں
بہرام کو مغلوں نے قتل کر ڈالا - اور شمس الدین التمش
کا پوتا علاو الدین بادشاہ ہؤا - لیکن وہ بھی چار برس
کی سلطنت کے بعد قتل کیا گیا - اُس کا جانشین
نصیرُ الدین ہؤا - اُس کی سلطنت میں پھر اقبال مندی
کا زمانہ آیا - کیونکہ اس کے وزیر الغ خاں نے جو
غیاث الدین بلبن کے نام سے مشہور ہے - بہت سی
مہمات سر کیں - یہ شخص بھی اصل میں غلام تھا -
اس نے ہندوؤں کی بغاوتوں کو فرو کیا - اور مغلوں
کے حملوں کو روکا - جب نصیرُ الدین مر گیا - تو یہی

اُس کا جانشین بن بیٹھا ۔ اور جیسا زمانۂ وزارت میں زبردست آدمی تھا ۔ ویسا ہی زبردست بادشاہ بھی ثابت ہؤا ۔ اور بڑی دلیری سے بیشمار دُشمنوں کا مقابلہ کرتا رہا ۔ اس کے نائب السّلطنت بھی سرکشی کرکے اسے تکلیف دیتے رہے ۔ لیکن یہ سب کے سر کچلتا رہا ۔ اس کا قاعدہ تھا ۔ کہ دشمنوں سے بڑی سختی کے ساتھ پیش آتا تھا ۔ اُس نے ۱۲۸۸ء میں اسّی برس کی عمر میں وفات پائی ۔ جیسی عمر بڑی تھی ۔ ویسی ہی ان سخت گیر زمانوں کے معیار کے مطابق اُس نے عزّت بھی بڑی پائی ۔ اس کا پوتا کیقباد جو جانشین تھا ۔ تین سال سلطنت کرنے کے بعد قتل ہؤا ۔ اور اس طرح خاندانِ غلامان کا خاتمہ ہوگیا ۔

اس کے بعد خاندانِ خلجی شروع ہؤا ۔ ۱۲۹۰ء میں خلجی قبیلے کا ایک بوڑھا ترک جلال الدّین نامی دہلی کا بادشاہ ہؤا ۔ اور اُس نے ایک نئے خاندان شاہی کی بنیاد ڈالی ۔ لیکن ۱۲۹۵ء میں اُس کے بھتیجے علاو الدّین نے جو یوں سمجھو ۔ کہ شروع ہی سے درحقیقت بادشاہ تھا ۔ چچا کو قتل کر ڈالا ۔ بادشاہ ہونے سے پہلے ہی علاو الدّین نے کئی بڑی بڑی مہمّیں سر کی تھیں ۔ اب اپنی پہلی کامیابیوں سے دلیر ہو کر اُس نے دکن کی فتح کا ارادہ کیا ۔ جس کی طرف مسلمان فاتح ابھی تک متوجّہ نہیں ہوئے تھے ۔ اس وقت دکن میں راجپوت

اور تامل قوم کے راجے حکمراں تھے +

علاءالدین آٹھ ہزار سواروں کی جمعیت ساتھ لے کر دیوگری یا دولت آباد کی فصیل کے نیچے جا پہنچا - چار و ناچار راجہ کو صلح کرنی پڑی - لیکن راجہ کا بیٹا یکایک فوج لے کر پہنچا - اور اُس نے دغا بازی سے حملہ آوروں پر دھاوا کر دیا - اس بد عہدی سے ہندوؤں کو کچھ فائدہ نہ پہنچا - کیونکہ پھر انہیں ہی شکست ہوئی - اور مجبوراً زیادہ سخت شرائط ماننی پڑیں - ساتھ ہی ایلچ پور مسلمانوں کے حوالے کرنا پڑا +

سنہ ۱۲۹۷ء میں علاءالدین نے گجرات کو فتح کیا - اور سنہ ۱۳۰۰ء میں راجپوتوں کے قلعہ رنتھنبور پر قبضہ کر لیا - اس کے تین سال بعد مضبوط قلعۂ چتّوڑ کو بھی سر کر لیا - اس بادشاہ نے مغلوں کے حملے بھی روکے - اور دہلی میں اپنے بھتیجوں کی بڑی بھاری بغاوت کو بھی فرو کیا - سنہ ۱۳۰۹ء میں اپنے سپہ سالار ملک کافور کو دکن بھیجا - جس نے اورنگل کے راجہ پرتاب دوم کو راجہ دیوگری کی طرح باجگزار بنایا - سنہ ۱۳۱۰ء سے سنہ ۱۳۱۱ء تک مسلمانوں کی سلطنت دکن میں پھیلتی گئی - اور نربدا سے راس کماری تک کافور کی فتوحات کا ڈنکا بج گیا +

سنہ ۱۳۱۶ء میں علاءالدین نے وفات پائی - اور فتنہ و فساد کے بعد اس کا بیٹا مبارک شاہ بادشاہ ہوا - جو چار برس سلطنت کرتا رہا - اس کو خسرو خاں نومسلم

نے جو ایک ہُشیار لیکن ناشائستہ اور شریر وزیر تھا۔
قتل کر ڈالا ۔ اور آپ بادشاہ بن بیٹھا ۔ چار مہینے
تک بڑی بڑی بیہودہ حرکتیں کرتا رہا ۔ لیکن ۱۳۲۰ء
میں غازی بیگ صوبہ دار پنجاب ایک بڑا لشکر
لے کر آیا ۔ اُس نے خسرو خاں کو ہلاک کیا ۔ اور
غیاث الدّین تغلق کا لقب اختیار کرکے بادشاہ ہوگیا +
خلجیوں نے صرف تیس سال حکومت کی ۔ لیکن
اس قلیل عرصے میں بہت سے تغیّر ہوئے ۔ مسلمانوں
کی حکومت ہندوستان میں مستحکم ہو گئی ۔ اور ایک
حد تک دکن میں بھی پھیل گئی ۔ مغلوں کے حملوں
کا بھی خاتمہ ہوگیا ۔ کیونکہ یہ شمالی حملہ آور اسلام
قبول کرکے یا تو وسط ایشیا میں آباد ہو گئے تھے ۔
یا ہندوستان کی فوج کے سلسلۂ ملازمت میں آ گئے
تھے ۔ ہندو راجے جنھوں نے سلطنتِ دہلی کا مقابلہ
کیا تھا ۔ اب بالعموم باجگزار ہو گئے ۔ اس دور میں
باشندگانِ ہند میں مسلمانوں کی بھی ایک خاصی جماعت
قائم ہو گئی ۔ اور ہندو مسلمانوں کے باہمی تعلّقات
سے ایک نئی زبان کی بنیاد پڑی جو بعد میں اردو
کے نام سے مشہور ہوئی +
غیاث الدّین تغلق نہایت نیک نفس بادشاہ تھا ۔
اس نے سلطان ہوکر سلطنت میں دیانت داری کا
وہی معیار قائم رکھا ۔ جو ابتدا ہی سے اُس کی
طبیعت کا خاصّہ تھا ۔ اس نے انتظامِ سلطنت میں

جو برسوں کی بد نظمی سے بگڑ رہا تھا ۔ بہت سی اصلاحیں کیں ۔ اس کی حکومت کے آخری سال ۱۳۲۳ء میں مسلمانوں نے اورنگل کو فتح کر لیا ۔ راجہ پرتاب دوم قید ہؤا ۔ لیکن اس کا بیٹا کرشن باپ کی جگہ تخت پر بٹھا دیا گیا ۔ غیاث الدّین تغلق نے ۱۳۲۴ء میں وفات پائی ۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا محمد تغلق جانشین ہؤا ۔ یہ آدمی تو عالم و فاضل تھا ۔ لیکن قدرے کوتاہ اندیش اور سخت گیر ۔ اس نے مزاج ایسا سخت پایا تھا ۔ کہ ذرا سی مخالفت کی بھی برداشت نہ کر سکتا تھا ۔ دہلی میں جو ایک دفعہ قحط پڑا ۔ تو اس نے اپنی کوتاہ اندیشی سے قحط کے دفعیہ کا یہ طریق نکالا ۔ کہ دیوگری کو دولت آباد کے نام سے اپنا دار الخلافہ بنایا ۔ اور دہلی کی تمام رعایا کو دیوگری میں جا بسنے کا حکم دیا ۔ لیکن جب وہاں بھی لوگ بھوکے مرنے لگے ۔ تو انہیں پھر دہلی جانے کا حکم دیا ۔ نتیجہ یہ ہؤا ۔ کہ ہزاروں آدمی سفر میں مر گئے ۔ اس نے تانبے کے روپے بھی چلائے تھے ۔ اور فارس اور تاتار کے فتح کرنے کی بھی کوشش کی تھی ۔ ایک لاکھ آدمیوں کی فوج چین کے فتح کرنے کو بھی بھیجی تھی ۔ لیکن اکثر سپاہی راستہ ہی میں ہلاک ہوئے ۔ غرض ہر کام سے اس کی سخت گیری و خود سری عیاں ہوتی ہے ۔

بادشاہ کی سختی سے جو خطرے ملک میں پھیلے۔ انہیں میں سے ایک بغاوتِ دکن تھی۔ ظفر خاں صوبہ دار دولت آباد باغی ہو گیا۔ بادشاہ خود لشکر لیکر اُس کی سرکوبی کے لئے گیا۔ لیکن چونکہ سپاہ پر بھروسہ نہ تھا۔ فوراً ہی واپس آنا پڑا۔ ظفر خاں ۱۳۴۷ء میں خود مختار بن بیٹھا۔ اور اُس نے موجودہ نظام حیدر آباد کے ملک میں ایک خاندان شاہی کی بنیاد ڈالی۔ جو ۱۵۲۵ء تک حکمراں رہا۔ اس کو خاندانِ بہمنی کہتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ خاندان کا بانی ظفر خاں ایک برہمن کا ملازم تھا ؛

بنگال اور پنجاب بھی سرکش ہو گئے۔ گجرات اور سندھ نے بھی سر اُٹھایا۔ بادشاہ باغیوں کی سرکوبی کو چلا ہی تھا۔ کہ کراچی کے قریب موسمی بخار نے آ گھیرا۔ ایک مورخ[1] اس کی نسبت لکھتا ہے۔ کہ یہ شخص اپنے زمانے کا بڑا عالم تھا۔ لیکن بادشاہ کی حیثیت سے دیکھئے۔ تو نہایت بے باک اور سخت گیر نظر آتا ہے۔ اس نے ۱۳۵۱ء میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا فیروز شاہ تخت پر بیٹھا ؛

یہ بادشاہ رفاہ عام کے کاموں میں نہایت دلچسپی لیتا تھا۔ اس نے بجائے سلطنت کی وسعت بڑھانے کے حکومت کی حقیقی اقبال مندی کی طرف زیادہ توجہ

[1] گرانٹ ڈف ؛

کی - ملک میں جا بجا نہریں پھیلا دیں - اور نہر کا آبیانہ لگایا - بعض ناپسندیدہ محصول معاف کر دئے - اور اپنی ذاتی آمدنی کو مالیہ سلطنت سے بالکل الگ کر دیا - اس نیک دل بادشاہ کے زمانہ میں اگرچہ رعایا کی خوشحالی میں بہت ترقی ہوئی - لیکن سلطنتِ اسلامی کی طاقت گھٹنے لگی - بنگال نے خود مختاری کا جھنڈا کھڑا کیا - اوڑیسہ - اورنگل اور دیگر ہندو ریاستوں نے بھی سر اُٹھا کر ظفر خاں کی نئی اسلامی حکومت اور شمالی ہند کے درمیان حدِ فاصل قائم کر دی - جنوب مغرب میں ۱۳۵۰ء کے قریب نرسنگھ خاندان کی ریاست بیجا نگر کی بنیاد پڑی *

۱۳۸۸ء میں فیروز شاہ خود بخود سلطنت سے کنارہ کش ہو گیا - اور ابھی سال ختم نہ ہونے پایا تھا - کہ موت کا پیام آ پہنچا - اس کے بعد اس کا پوتا غیاث الدّین تغلق سوم تخت نشین ہؤا - جو اسی سال اپنے چچا کے بیٹے ابوبکر کے ہاتھ سے مارا گیا - کچھ عرصہ تک تو دربار کے امیر ابوبکر کی مدد پر رہے - آخرکار ۱۳۸۹ء میں اُنہوں نے اس کے چچا محمد شاہ کو دہلی میں بلا کر تخت پر بٹھا دیا - لیکن عمر نے وفا نہ کی - اور وہ ۱۳۹۲ء میں بخار سے مر گیا - محمد شاہ کے بعد خاندانِ تغلق کا اقبال جاتا رہا - اور ملک میں بدنظمی پھیل گئی - ۱۳۹۸ء میں جب محمد شاہ کا بیٹا محمود شاہ تخت نشین تھا - تو

ہندوستان میں تاتاری طوفان آیا - یعنی امیر تیمور نے حملہ کیا +

تاتاریوں کا کچھ حال ہم تمہیں پہلے سنا چکے ہیں۔ مؤرّخ ویلر ان کے دور دورے کے تین درجے مقرّر کرتا ہے - یعنی تاتاری - ترک اور مغل - تاتاری درجے میں یہ لوگ قابلِ نفرت قزّاق ہیں - اور ان کی عادتیں بڑی ناپاک ہیں - جہاں جاتے ہیں - قتل و غارت کا بازار گرم کرتے ہیں - مدّت مدید سے ایشیا کے بیابانوں میں پھرتے رہے ہیں - اور معلوم ہوتا ہے - کہ ہمیشہ خانہ بدوش شبانوں کے درجے میں رہے ہیں - لیکن ان کا نقشہ یہ ہے - کہ جیسا دیس ویسا بھیس - جب کچھ عرصہ وسط ایشیا کے جنوب میں آباد ہو کر رہنے سہنے لگے - تو اس ملک کی عورتوں سے شادی بیاہ کر لئے - ترک بن بیٹھے - مذہب اسلام اختیار کر لیا - بعد میں ترقّی کر کے سولھویں اور سترھویں صدی کے مہذّب و شائستہ فاتح بن گئے +

چودھویں صدی کے انجام کے قریب تاتاری لوگ ترک بنے بیٹھے تھے - اور امیر تیمور سمرقند میں اُن پر حکمراں تھا - ۶۳ سال کی عمر میں وسط ایشیا اور ایشیائے کوچک کی متواتر فتوحات کے بعد اس نے ہندوستان کی طرف رُخ کیا - اس نے سنا تھا - کہ د[illegible] کی سلطنت ضعیف اور ابتر حالت میں ہے - چنا[illegible] اس موقع کو غنیمت سمجھا - ۱۳۹۸ء میں دریائے اٹک

تیمور

کو عبور کیا - اور سال
ختم نہ ہونے پایا تھا-
کہ دہلی کے سامنے
آموجود ہؤا - دہلی کے
دروازوں کے سامنے
لڑائی ہوئی - بادشاہی
فوج نے شکست فاش
کھائی - محمود تغلق جو
اپنے خاندان میں سب
سے اچھّا آدمی تھا -
بھاگ کر گجرات چلا گیا-
اور تیمور نے اپنے نام پر ہندوستان کی شاہنشاہی
کا نقّارہ بجوایا - بد قسمتی سے دہلی کی رعایا اور تیمور
کے سپاہیوں میں تنازعہ ہو گیا - اور اس وجہ سے
دہلی میں کئی روز تک قتل عام کا بازار گرم رہا -
تیمور پندرہ روز ہی یہاں ٹھہرا - اور پھر غنیمت کا
بہت سا مال و اسباب سمیٹ کر سمرقند چلتا بنا - اس
واقعے کے سات برس بعد چین پر لشکر کشی کرکے چلا
تھا - کہ موت کا پیغام آ پہنچا +

بد بخت محمود تغلق شکست کے بعد بہت عرصے تک
زندہ تو رہا - مگر اس کا اختیار سب جاتا رہا - آخرکار
۱۴۱۲ء میں محمود مر گیا - اور جیسی پہلے بد امنی اور
بد نظمی پھیلی رہتی تھی - وہی حال پھر ہو گیا - دہلی

ہیں پہلے سیدوں کا خاندان ۱۴۱۴ء سے ۱۴۵۰ء تک حکمراں رہا۔ اور پھر لودھیوں کا ایک افغانی خاندان ۱۴۵۰ء سے ۱۵۲۶ء تک۔ لودھیوں کا اوّل بادشاہ یعنی بہلول بہت عرصے یعنی ۱۴۸۹ء تک تختِ سلطنت پر رہا۔ یہ دانا اور عقیل بادشاہ تھا۔ اُس نے اپنی کمزور حکومت کی بہت کچھ روک تھام کی۔ اور ۲۶ سال کی پے در پے کوششوں کے بعد جونپور کو فتح کیا۔ بہلول کا بیٹا نظام خاں یا سکندر لودھی ۱۵۱۷ء تک سلطنت کرتا رہا۔ یہ بھی ایک لائق بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے بھائی باربک شاہِ جونپور کی سرکشی کو فرو کیا۔ اس کے عہد کی یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ کہ ۱۵۰۳ء میں شہر آگرہ اوّل اوّل دار الخلافہ قرار پایا۔ اس عہد میں مسلمانوں اور ہندوؤں کا رابطۂ اتحاد بڑھ گیا۔ ہندو فارسی زبان سیکھنے لگے۔ اور کبیر پنتھ جو ایک قسم کا صلح کل مذہب ہے۔ عام طور پر پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا +

خاندانِ لودھی کا آخری بادشاہ ابراہیم تھا۔ اسے ابتدائے سلطنت میں اپنے بھائی جلال خاں کی بغاوت فرو کرنی پڑی۔ لیکن آخرکار جلال خاں شکست کھا کر مارا گیا۔ ابراہیم بہت شکّی اور بد مزاج تھا۔ چنانچہ ملک میں بد عملی پھیل گئی۔ اور آخر بہار اور پنجاب میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اُٹھی۔

دولت خاں صوبہ دار پنجاب نے جو ابراہیم کا رشتہ دار بھی تھا۔ بابر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے بلایا۔ بابر نے اس دعوت کو قبول کیا۔ اور ۱۵۲۶ء کے یادگار سال میں ہندوستان آکر خاندانِ لودھی کا خاتمہ کر دیا*

اب چونکہ ہم تاریخ ہندوستان کے زیادہ دلچسپ اور باوقعت عہد پر پہنچ گئے ہیں۔ مناسب ہے۔ کہ ہندوستان میں اُس وقت جو مختلف سلطنتیں قائم تھیں۔ اُن کا کچھ حال بیان کر دیں*

۱۔ سلطنتِ بنگالہ۔ خاندانِ تغلق کے زمانہ کی بدنظمی ہندوستان میں بہت سی خود مختار حکومتیں قائم ہو جانے کا باعث ہوئی۔ بنگالہ میں شمس الدّین الیاس نے جو حاجی الیاس کے نام سے مشہور ہے۔ آزادی کا نقّارہ بجایا۔ فیروز تغلق شاہ دہلی نے ۱۳۵۳ء میں حاجی الیاس کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی۔ مگر کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ اس کا خاندان سو سال تک بنگالہ میں حکمرانی کرتا رہا۔ اس عرصہ میں ایک دفعہ ہندوؤں کا اور بعد میں حبشیوں کا دور دورہ ہوا۔ آخر ۱۴۸۹ء میں سلطان سیّد علاء الدّین نے اپنی حکومت قائم کی۔ اور اس کے بعد اس کے دو بیٹے تخت پر بیٹھے۔ ۱۵۳۸ء میں شیر شاہ سوری نے سلطان علاء الدّین کے دوسرے بیٹے محمود شاہ کو تخت سے اُتار دیا۔ اور اس کا خاندان ۱۵۶۴ء تک

اس ملک میں حکمرانی کرتا رہا - اس کے بعد سلیمان شاہ ایک افغان سردار نے اپنا سکّہ بٹھایا - جس کے بیٹے داؤد کو اکبر نے شکست دے کر بنگال کو اپنی سلطنت میں ملا لیا ✦

۲ - جونپور - محمود تغلق کا وزیر خواجہ جہاں اس زبردست اور مشہور سلطنت کا بانی ہے - جو ۱۳۹۳ء میں سلطنتِ دہلی سے منحرف ہو کر آزاد ہو گیا - سلاطینِ جونپور علما و فضلا کی قدر دانی اور علوم کو رواج دینے کے لئے بہت مشہور رہے ہیں - آخر بہلول لودھی نے ۲۶ سال کی متواتر لڑائیوں کے بعد جونپور کے اخیری حکمراں حسین شاہ کو ۱۴۷۹ء میں شکست دے کر اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا ✦

۳ - گجرات - ملکِ گجرات میں کئی چھوٹے چھوٹے صوبے تھے - وسطی حصّہ پر ہندو راجاؤں کی حکومت تھی - جنہیں علاء الدّین خلجی نے شکست دے کر نکال دیا - ۱۳۷۱ء میں فرحت الملک گجرات کا صوبیدار مقرّر ہؤا - ۱۴ سال بعد حملۂ تیموری کے قریب ظفر خاں صوبیدار ہو کر آیا - اس نے مظفّر شاہ کا لقب اختیار کر کے گجرات کی خود مختار حکومت قائم کی - مظفّر شاہی خاندان کے مشہور بادشاہ بہادر شاہ نے ۱۵۳۱ء میں مالوہ فتح کیا - مگر خود پرتگیزوں کے ہاتھ سے مارا گیا - اور گجرات کو ۱۵۷۱ء میں اکبر نے فتح کر لیا ✦

جب بہادر شاہ گجرات پر حکمراں تھا - پندرھویں

صدی کے آغاز میں احمد شاہ نے احمد آباد کی بنیاد ڈالی۔ پانچ میل مدوّر فصیل اور ایک شان دار مسجد بنوائی۔ جس کی نازک گلکاری دنیا کی عجائبات میں شمار ہوتی ہے +

۴۔ مالوہ۔ کچھ عرصے تک مالوہ کی اسلامی ریاست نے اپنا علیحدہ سکّہ قائم نہیں کیا۔ جو مشرقی اقوام میں خود مختاری کی علامت تصوّر کیا جاتا ہے۔ لیکن حسام الدّین ہوشنگ نے علیحدہ سکّہ جاری کیا۔ اور دریائے نربدا کے دہنے کنارے پر شہر مانڈو کی بنیاد رکھی۔ جہاں اس کا مقبرہ اب تک موجود ہے +

۵۔ میواڑ۔ یہ شمالی ہندوؤں کی سب سے بڑی ریاست تھی۔ اور یہاں گھلوٹ قوم کے راجپوت حکمرانی کرتے تھے۔ میواڑ کے راجے وقتاً فوقتاً سلطنتِ دہلی گجرات۔ اور مالوے سے لڑکر دادِ شجاعت دیتے رہے۔ ۱۲۷۵ء میں علاء الدین خلجی نے چتوڑ کو فتح کیا۔ لیکن دوسری پشت کے عرصے میں ہی یہ شہر واپس لے لیا گیا۔ ۱۴۱۹ء میں اس خاندان کا ایک نہایت زبردست راجہ تخت پر بیٹھا۔ اس نے ۱۴۴۰ء میں مالوہ اور گجرات کی متّفقہ فوجوں کو شکست دی۔ مشہور رانا سانگا جس نے بابر سے ۱۵۲۷ء میں شکست کھائی۔ اسی نامور راجے کا پوتا تھا +

۶ - بجے نگر - ہندوؤں کی یہ مشہور ریاست بھی محمد تغلق کے عہد کی کمزوریوں کا نتیجہ تھی - ایک ہندو راجہ نے ۱۳۳۶ء میں اس کی بنیاد ڈالی - اسے بعض اوقات سلطنتِ نرسنگھ بھی کہتے ہیں - اور اس میں وہی علاقہ شامل تھا - جو آج کل احاطۂ مدراس کہلاتا ہے - خاندانِ بجے نگر کا آخری حکمراں رام راجہ بیجاپور - گولکنڈہ - احمد نگر اور بیدر کے مسلمان بادشاہوں کی متفقہ فوجوں سے ۱۵۶۵ء میں مقام تلی کوٹ پر شکست کھا کر مارا گیا - اس کے بعد رام راجہ کے بھائی نے چندر گری میں جو مدراس سے ۷۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے - اپنے قدم جمائے - ۱۶۴۰ء میں علاقۂ مدراس اسی راجہ نے انگریزوں کو دیا تھا +

۷ - ہم پہلے بیان کر چکے ہیں - کہ دکن کی بہمنی سلطنت کا بانی سلطان علاء الدّین حسن گنگو بہمنی تھا - اس کے خاندان سے ۱۸ بادشاہ دکن کے تخت پر بیٹھے - اور ۱۳۴۷ء سے لے کر ڈیڑھ سو برس سے زیادہ عرصے تک حکمراں رہے - جس سال پانی پت کی لڑائی سے افغانوں کی سلطنتِ دہلی کا خاتمہ ہوُا - اُسی سال دکن کی اس اسلامی سلطنت کا چراغ بھی گل ہو گیا - اس کی تباہی سے جو بڑی بڑی خود مختار اسلامی ریاستیں قائم ہوئیں - اور جنہیں یکے بعد دیگرے شاہانِ مغلیہ نے فتح کیا - حسب ذیل

صدی کے آغاز میں احمد شاہ نے احمد آباد کی بنیاد ڈالی - پانچ میل مدوّر فصیل اور ایک شاندار مسجد بنوائی - جس کی نازک گلکاری دنیا کی عجائبات میں شمار ہوتی ہے ؛

۴- مالوہ - کچھ عرصے تک مالوہ کی اسلامی ریاست نے اپنا علٰحدہ سکّہ قائم نہیں کیا - جو مشرقی اقوام میں خود مختاری کی علامت تصوّر کیا جاتا ہے - لیکن حسام الدّین ہوشنگ نے علٰحدہ سکّہ جاری کیا - اور دریائے نربدا کے دہنے کنارے پر شہر مانڈو کی بنیاد رکھی - جہاں اس کا مقبرہ اب تک موجود ہے ؛

۵- میواڑ - یہ شمالی ہندوؤں کی سب سے بڑی ریاست تھی - اور یہاں گھلوٹ قوم کے راجپوت حکمرانی کرتے تھے - میواڑ کے راجے وقتاً فوقتاً سلطنتِ دہلی گجرات - اور مالوے سے لڑکر دادِ شجاعت دیتے رہے - ۱۳۰۳ء میں علاء الدین خلجی نے چتوڑ کو فتح کیا - لیکن دوسری پشت کے عرصے میں ہی یہ شہر واپس لے لیا گیا - ۱۴۱۹ء میں اس خاندان کا ایک نہایت زبردست راجہ تخت پر بیٹھا - اس نے ۱۴۴۰ء میں مالوہ اور گجرات کی متّفقہ فوجوں کو شکست دی - مشہور رانا سانگا جس نے بابر سے ۱۵۲۷ء میں شکست کھائی - اسی نامور راجے کا پوتا تھا ؛

۶ - بجے نگر - ہندوؤں کی یہ مشہور ریاست بھی محمد تغلق کے عہد کی کمزوریوں کا نتیجہ تھی - ایک ہندو راجہ نے ۱۳۳۶ء میں اس کی بنیاد ڈالی - اسے بعض اوقات سلطنتِ نرسنگھ بھی کہتے ہیں - اور اس میں وہی علاقہ شامل تھا - جو آج کل احاطۂ مدراس کہلاتا ہے - خاندانِ بجے نگر کا آخری حکمراں رام راجہ بیجاپور - گولکنڈہ - احمد نگر اور بیدر کے مسلمان بادشاہوں کی متفقہ فوجوں سے ۱۵۶۵ء میں مقام تلی کوٹ پر شکست کھا کر مارا گیا - اس کے بعد رام راجہ کے بھائی نے چندر گری میں جو مدراس سے ۷۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے - اپنے قدم جمائے - ۱۶۴۰ء میں علاقۂ مدراس اسی راجہ نے انگریزوں کو دیا تھا +

۷ - ہم پہلے بیان کر چکے ہیں - کہ دکن کی بہمنی سلطنت کا بانی سلطان علاء الدّین حسن گنگو بہمنی تھا - اس کے خاندان سے ۱۸ بادشاہ دکن کے تخت پر بیٹھے - اور ۱۳۴۷ء سے لے کر ڈیڑھ سو برس سے زیادہ عرصے تک حکمراں رہے - جس سال پانی پت کی لڑائی سے افغانوں کی سلطنتِ دہلی کا خاتمہ ہؤا - اُسی سال دکن کی اس اسلامی سلطنت کا چراغ بھی گل ہو گیا - اس کی تباہی سے جو بڑی بڑی خود مختار اسلامی ریاستیں قائم ہوئیں - اور جنہیں یکے بعد دیگرے شاہانِ مغلیہ نے فتح کیا - حسب ذیل

ہیں +

اوّل۔ سلطنتِ عادل شاہیہ ۔ جسے ۱۴۸۹ء میں عادل شاہ نے قائم کیا ۔ اس کا پایہ تخت بیجاپور تھا ۔ سیوا جی کا باپ اسی سلطنت کا ملازم تھا۔یہاں کے بادشاہ مرہٹوں اور مغلوں سے بارہا لڑے ۔ آخر ۱۶۸۶ء میں اورنگ زیب نے اس کا خاتمہ کر دیا +

دوم۔ سلطنتِ نظام شاہیہ ۔ اس کی بنا ۱۴۸۷ء میں ایک شخص ملک احمد نامی نے ڈالی ۔ اس کا دار الخلافہ احمد نگر تھا ۔ یہ ریاست ملک عنبر اور ملکہ چاند بی بی کے کارناموں کی وجہ سے تاریخ ہند میں ہمیشہ مشہور رہیگی ۔ چاند بی بی یہاں کے شاہی خاندان میں نہایت دلیر عورت گزری ہے ۔ جس کی بہادری نے اس ریاست کو اکبر کی فوجوں سے دیر تک بچائے رکھا ۔ ۱۶۳۷ء میں شاہجہان نے اسے فتح کرکے سلطنتِ دہلی میں شامل کر لیا +

سوم ۔ سلطنتِ قطب شاہیہ ۔ اس سلطنت کا بانی تلنگانہ کا صوبہ دار قطب الملک نامی تھا۔ جو ۱۵۱۲ء میں گولکنڈہ کو اپنا پایۂ تخت قرار دے کر آزاد ہو گیا ۔ ۱۶۸۷ء میں اورنگ زیب نے اس ریاست کو بھی فتح کر لیا +

چہارم ۔ سلطنتِ عماد شاہیہ ۔ اس کا بانی ایک نو مسلم ہندو تھا ۔ جس نے ایلچ پور کو اپنا دارالسّلطنت بنایا ۔ بادشاہ احمد نگر نے ۱۵۷۴ء میں اس سلطنت کا

خاتمہ کر دیا +

پنجم۔ سلطنتِ برید شاہیہ ۔ ۱۴۹۲ء میں ایک غیر ملکی غلام قاسم برید نے اس کی بنا ڈالی ۔اس کا پایۂ تخت بیدر تھا +

۸ ۔کشمیر اور خاندیس میں بھی مسلمان بادشاہ ہی حکمراں تھے +

اوپر کی تفصیل سے ظاہر ہے ۔کہ تمام ملکِ ہند میں ایسے مدبرانِ ملک کے نہ ہونے سے جو سلطنتیں قائم رکھ سکیں ۔ فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا ۔ ہاں اب ہم ایسے زمانے تک آ پہنچے ہیں ۔ کہ بڑے بڑے مدبرانِ ملک میدان میں آتے ہیں ۔ تہذیب پھیلنی شروع ہوتی ہے ۔ اور ہندوستان جدید بننا شروع ہوتا ہے ۔ یاد رکھو ۔ کہ انگریزی راج کا انتظام اکبری عہد کے انتظام کے نمونے پر مبنی ہے +

دسواں باب

خاندانِ مغلیہ ۔ دورِ اوّل

بابر نے ہندوستان آنے کا بلاوا بڑے چاؤ سے قبول کیا ۔ جولائی ۱۵۲۶ء میں کابل سے نقارۂ فتح بجاتا چلا ۔ اور پشاور آ کر خیمہ زن ہوا ۔ تھوڑے ہی عرصے بعد لاہور بھی اس کے ہاتھ آ گیا ۔ اس وقت ابراہیم لودھی آگرے میں تھا ۔ بابر کی فتوحات کا حال سُن کر اُسے سخت حیرت ہوئی ۔ لیکن تعجب کی کیا بات تھی ۔ اپنی ہی بدمزاجی کا سب کچھ نتیجہ تھا ۔ اُس نے کوشش تو بہت کی ۔ کہ دولت خاں مجھ سے پھر آ ملے ۔ لیکن کارگر نہ ہوئی ۔ آخرکار دہلی آیا ۔ شاہی فوج نے پانی پت پر ڈیرے ڈالے ۔ اور گوالیار کا ہندو راجہ بھی اس مہم میں ابراہیم کے ساتھ شریک تھا ۔ بابر چند میل پرے مشرق کی جانب خیمہ زن ہوا ۔ اُس کی فوج تعداد میں چوبیس ہزار تھی ۔ شاہی فوج اُس سے دُگنی بھی تھی ۔ اور اس میں دو ہزار ہاتھی بھی تھے ۔ حریفوں کی تعداد بابر کے اندازے میں

ایک لاکھ تھی +

جب دونو فوجیں مقابل ہوئیں - تو یوں سمجھو - کہ تاریخ دنیا میں ایک یادگار دن آیا - یورپ کی طرح ایشیا میں بھی زمانۂ حال کی تاریخ اسی زمانے سے شروع ہوتی ہے - اس لڑائی میں ایک طرف تو شاہنشاہ ہند تھا - اور تمام شمالی ہندوستان کی سپاہ اور مال و دولت اُس کے ہاتھ میں تھی - لیکن اب افغانوں کی بہادری میں ضعف آگیا تھا - اور فوج میں بد امنی اور بغاوت پھیلی ہوئی تھی - دوسری طرف شمالی ملکوں کی سپاہ تھی - کہ تعداد میں تو تھوڑی تھی - مگر سپہ سالار

بابر

لائق آدمی تھا - اُس نے سخت مصیبتیں جھیل کر تجربہ حاصل کیا تھا - اور سپاہیوں کو دل و جان سے اُس پر بھروسہ تھا - لوگوں کے گمان میں کچھ شگون بھی ایسے ہوئے تھے - کہ ابراہیم کے حق میں اچھے نہ تھے - چنانچہ اُس کے لشکر سے نجومی بھاگ گئے تھے +

۲۰ - اپریل ۱۵۲۶ء کو لڑائی شروع ہوئی - اور

خاندانِ مغلیّہ کا شجرۂ نسب

ظہیر الدّین بابر (۱)
(جو امیر تیمور سے چوتھی پشت میں تھا)

نصیر الدّین ہمایوں (۲)

جلال الدّین اکبر (۳)

نور الدّین جہانگیر (۴)

شہاب الدّین شاہجہان (۵)

محی الدّین اورنگ زیب عالمگیر (۶)

محمد معظم شاہ عالم (۷)

جہاندار شاہ (۸) — عظیم الشّان — رفیع الشّان — محمد اختر

عالمگیر ثانی (۱۴) — فرخ سیر (۹) — رفیع الدولہ (۱۱) — رفیع الدرجات (۱۰) — محمد شاہ (۱۲)

احمد شاہ (۱۳)

عالی گوہر شاہ عالم ثانی (۱۵)

معین الدّین اکبر ثانی (۱۶)

سراج الدّین ابو ظفر بہادر شاہ (۱۷)
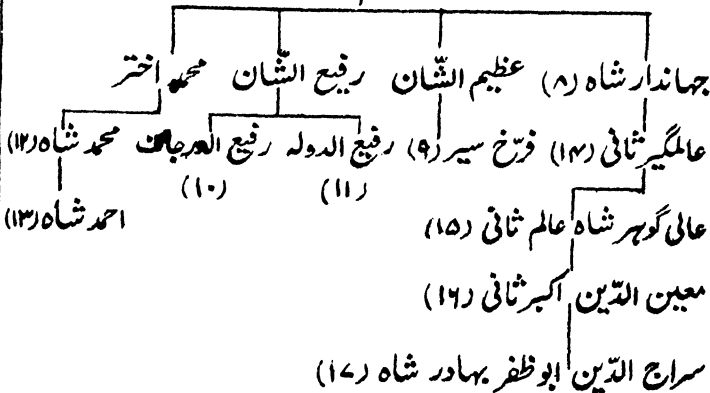
ایسی سخت ہوئی - کہ تاریخ میں اس کی نظیر کم ملتی ہے - شاہی فوج کا انتظام اچھا نہ تھا - اس کے سوا بابر کے سواروں اور توپ خانے نے بھی بڑا کام دیا - ابراہیم بہادری سے لڑا - اور جب اُس کے ایک سردار محمود خاں نے یہ صلاح دی - کہ بھاگ چلئے - اور فوج جمع کرکے پھر قسمت آزمائی کیجئے - تو عالی مزاج بادشاہ نے یہ جواب دیا - "محمود خاں! بادشاہوں کے لئے میدانِ جنگ سے بھاگنا بے عزّتی کی بات ہے - دیکھو میرے درباری - میرے ہمراہی - میرے خیر خواہ اور میرے دوست لڑائی میں مر چکے ہیں - ایک یہاں پڑا ہے - ایک وہاں - میں انہیں چھوڑ کر کہاں جاؤں - گھوڑے کی ٹانگیں چھاتی تک خون سے رنگی ہوئی ہیں - جب تک میں بادشاہ رہا - اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرتا رہا - اب میری تقدیر مخالف ہے - مغلوں کی تقدیر یاور ہے - جینے میں کیا خاک مزا باقی رہا - یہی مناسب ہے - کہ اپنے دوستوں کی طرح خاک و خوں میں مل جاؤں"- چنانچہ سواروں کو لے کر حملہ کیا - اور جہاں کُشتوں کے پشتے لگ رہے تھے - وہیں آپ بھی مر کر گر پڑا - بابر لکھتا ہے - کہ اس لڑائی میں پندرہ ہزار افغان کام آئے - فاتح فتح کے نقّارے بجاتا دہلی میں داخل ہوُا - اور تختِ ہندوستان پر جلوس کیا - تخت نشینی کے بعد بابر نے دہلی سے

آخرکار ہندوستان سے بھاگنا پڑا - جب سندھ میں بھاگا بھاگا پھرتا تھا - تو امرکوٹ کے مقام پر ۱۵۴۲ء میں اس کے گھر ایک لڑکا پیدا ہؤا - یہی اکبر اعظم تھا +

پندرہ سال کے قریب بد نصیب بادشاہ جلا وطن رہا - اور شیر خاں ساٹھ برس کی عمر میں ہندوستان کا بادشاہ ہؤا - مؤرخ عبّاس خاں نے لکھا ہے - کہ "غاصب افغان بہت اچھّا بادشاہ تھا - اُس نے کوئیں کھُدوائے - درخت لگوائے - مسجدیں بنوائیں - اور رفاہ عام کے اور بہتیرے کام کئے"+

۲۵ - جنوری ۱۵۴۲ء کو یہ عقلمند بادشاہ تخت پر بیٹھا - اور اُس نے باقی عمر اُس اتّحاد و یگانگت کے قیام و استحکام میں گزاری - جس کو ایک مدّت سے اس کی باریک بین نگاہوں نے اس ملک کی خوش حالی کے لئے ضروری سمجھا ہؤا تھا - وہ ایک پکّا مسلمان تھا - اور اپنی ہندو رعایا کو کبھی تکلیف نہیں دیتا تھا - اس کی تجویز کردہ اصلاحوں سے رعایا کو بہت فائدہ پہنچا - جن کی بہبودی کے لئے وہ دن رات محنت کرتا تھا - شیر شاہ کہا کرتا تھا - کہ قوم کے سردار اُس کے خدمت گزار ہوتے ہیں - مالگذاری کے اغراض کے لئے اُس نے ملک کو ۱۱۶۰۰۰ مالی حصّوں میں تقسیم کیا - اور ہر ایک حصّے میں ۵ عہدہ دار مقرّر کئے - جن میں ایک ہندو محاسب - اور ایک

دیوانی حاکم تھا - اس حاکم کا کام یہ تھا - کہ رعایا
اور حکّام کے درمیان مالی تنازعوں کا فیصلہ کیا کرے -
دیوانی اور فوجداری قانون کا ایک نیا مجموعہ بھی اس
بادشاہ کی روشن خیالی کا نتیجہ تھا - بندوبست اراضی
ایک سال کے لئے ہوتا تھا - اور مالیہ مختلف فصلوں
کی پیداوار اور رقبہ مزروعہ کے لحاظ سے مقرّر کیا
جاتا تھا +
کوئی سرکاری حاکم دو سال سے زیادہ ایک ہی
مقام پر نہیں رہ سکتا تھا - اضلاع سرحدی کے سوا
کل اضلاع سے ہتھیار لے لئے گئے تھے - خلیج بنگال
سے لے کر دریاے جہلم کے کنارے تک ایک شاہی
سڑک بنوائی گئی - جس کے دونو طرف سایہ دار درخت
تھے - اور جا بجا پولیس کا پہرہ بھی رہتا تھا - تین
اور بڑی سڑکیں بھی تھیں - ایک آگرے سے برہان پور
تک - دوسری راجپوتانے کے بیچ سے گزرتی تھی -
اور تیسری لاہور سے ملتان کو جاتی تھی +
ان شاہی سڑکوں کے ذریعے روزانہ ڈاک ملک
کے مختلف حصّوں میں بخیر و خوبی پہنچتی تھی - اگرچہ
زمینداروں کی آبادی کم تھی - لیکن بادشاہ کو ان کی
خوشحالی کا بڑا خیال تھا - چنانچہ وہ کہا کرتا تھا - کہ
اگر ہم زمینداروں کو ملک سے نکال دیں - تو ہماری
فتوحات کا کوئی فائدہ نہیں +
ہمایوں نہایت فیّاض - خدا پرست - نرم دل اور

بہادر تھا - ہمیشہ باوضو رہتا تھا - اور خدا و رسول کا نام بلا وضو نہ لیتا تھا - خدا کے ناموں کی اس حد تک عزّت کرتا - کہ عبد الغنی کو فقط عبدل کرکے پکارتا - فحش الفاظ کبھی زبان سے نہ نکالتا - آداب مجلس کا اس قدر پابند تھا - کہ جہاں جاتا - پہلے دایاں پاؤں رکھتا - اگر زمانہ اُسے مہلت دیتا - تو اُس کے ذاتی جوہر ضرور ظاہر ہوتے - وہ اپنے کسی ہم عصر سے کم نہ تھا - ایجاد کا مادّہ بھی اُس میں تھا - اور انتظام سلطنت کی اصلاح سے بھی بے خبر نہ تھا - بد قسمتی سے جو سلطنت اُسے ملی - اُسے حاصل کئے ہوئے ابھی پانچ چھ سال ہی گزرے تھے - وہ تخت پر بیٹھا تو بھائیوں نے سازشیں شروع کیں - ادھر شیر شاہ جیسے لائق اور بیدار مغز آدمی سے اس کا مقابلہ ہُوا - حکومت کی باگ ہاتھ میں لے کر ابھی پورے طور پر کھڑا بھی نہ ہونے پایا تھا - کہ دشمنوں میں گھر گیا - یہ ہمایوں کا ہی دم خم تھا - کہ اُس دُہری چوٹ کو سنبھال گیا - اور ایک مختصر سی فوج سے اپنے باپ کی سلطنت کو واپس لے لیا - اس کے علمی شوق سے ثابت ہے - کہ باپ کی سرگزشتوں کا ترجمہ خود کیا - اور اپنے ہاتھ سے لکھ کر اُس کے ساتھ کئی حاشئے لکھے - ہمیشہ علماء و فضلاء کی صحبتوں میں رہتا تھا - علم ہیئت و نجوم سے اُسے خاص لگاؤ تھا - وہ علّامۂ الیاس اردبیلی کا شاگرد تھا - اس نے کُرۂ ارض و کسراتِ عناصر

و افلاک مختلف رنگوں سے رنگ کر مجسّم صورت میں بنائے تھے - اور اضطرلاب کی بھی اصلاح کی تھی - ایک روز قلعۂ دین پناہ میں کتب خانے کی چھت پر مریخ کا مشاہدہ کر رہا تھا - کہ اُترتے وقت اذان کی آواز کان میں آئی - تعظیماً بیٹھ گیا - اُٹھنے لگا - تو پاؤں پھسل گیا - اور کئی زینے لڑکتا ہُوا زمین تک پہنچا - اور ۵۱ برس کی عمر میں ۲۵ سال کم و بیش سلطنت کرکے اس جہان سے رخصت ہُوا ؛

۱۵۴۵ء میں شیر شاہ بندھیل کھنڈ میں ایک قلعہ کا محاصرہ کرتا ہُوا مارا گیا - اور اُس کا جانشین اُس کا بیٹا سلیم شاہ قرار پایا - نو سال سلطنت کرنے کے بعد سلیم شاہ کی جگہ اُس کا سالا محمد عادل شاہ تخت پر بیٹھا - یہ شخص بڑا نالائق تھا - اس نے اپنی بہن کی گود میں اصلی وارثِ تخت یعنی اپنے بھانجے کو مار کر ملک کو غصب کیا تھا - اس لئے اس کے طرف دار سب علیحدہ ہو گئے - ہمایوں اب افغانستان میں اپنے پاؤں جما چکا تھا - وہ ۱۵۵۵ء میں بارہ ہزار آدمیوں کی جمعیّت کے ساتھ ہندوستان کی طرف واپس پھرا اور اپنے باپ کی کھوئی ہوئی سلطنت کو پھر حاصل کیا ؛

شہنشاہ اکبر کی سلطنت کا ہندوستان میں تقریباً وہی زمانہ تھا - جس زمانے میں کہ ملکہ الزبتھ انگلستان میں حکمراں تھی - اسی ملکہ کی طرح اکبر نے اپنی سلطنت

کو بڑے بھاری خطروں اور نفاق کی آگ سے بچا کر قوّت و استحکام بخشا۔ تخت نشینی کے وقت اکبر کی عمر صرف چودہ سال کی تھی۔ سپہ سالار بہرام خاں اُس کا اتالیق تھا۔ ہمایوں کی وفات کے وقت دونو پنجاب میں تھے۔ عادل شاہ کے ہندو وزیر ہیموں نے ہمایوں کے مرنے کو غنیمت جانا۔ دہلی اور آگرے کو فتح کرکے پنجاب کی طرف بڑھا۔ لیکن بہرام خاں اور اکبر نے تھوڑی سی فوج سے پانی پت کے میدان میں بڑی بھاری لڑائی کے بعد ۱۵۵۶ء میں اُسے شکست دی۔ یہ پانی پت کی دوسری لڑائی کہلاتی ہے۔ اس طرح مغلوں کی سلطنت آخرکار ہندوستان میں قائم ہو گئی۔ اور اکبر تھوڑے عرصے بعد دہلی میں داخل ہؤا +

نوعمر اکبر چار برس تک آگرے میں رہا۔ اس عرصے میں بہرام خاں نے اپنے آقا کا اختیار و اقتدار مضبوطی کے ساتھ قائم کر لیا۔ لیکن بادشاہ کو اپنے اتالیق کا دست نگر رہنا بُرا معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ بڑی حکمتِ عملی سے اُس کے پنجے سے نجات پائی۔ بہرام خاں نے چار و ناچار اطاعت قبول کی۔ لیکن مکّے جانے کی تیّاری کر رہا تھا۔ کہ کسی دشمن نے اُس کا کام تمام کر دیا +

اکبر کی سلطنت کے ابتدائی زمانے میں ملک میں بدعملی پھیلی ہوئی تھی۔ اور ہندوستان کا زیادہ تر

حصّہ اُس کے ہاتھ میں نہ تھا ۔ لیکن بڑی دانائی
اور بہادری سے اس نے اپنا سکّہ بٹھانا شروع کیا ۔
راجپوتوں سے اوّل اوّل تو کچھ لڑائیاں ہوئیں ۔
لیکن بعد میں دوستی و اتحّاد ہو گیا اور اکبر نے
اپنی اور اپنے لڑکوں کی شادیاں اُن میں کیں ۔ راجپوتانے
سے پرے گجرات کی سلطنت تھی ۔ یہاں ایک
مسلمان بادشاہ مظفّر شاہ حکمراں تھا ۔ ۱۵۷۲ء میں
اکبر ایک لشکرِ جرّار
لے کر احمد آباد پہنچا ۔
اور بادشاہ کو شہنشاہ کی
اطاعت کرتے ہی بن آئی ۔
اکبر آگرے واپس چلا آیا ۔
دوسرے سال اس صوبے
میں پھر بغاوت ہوئی ۔
اکبر بہت جلد وہاں پہنچا ۔
اور باغیوں کو شکست دیکر
احمد آباد کو پھر فتح کیا ۔
لیکن اس ملک کی شورش

اکبر

دور نہ ہوئی ۔ مظفّر شاہ سے اکبر نے نرمی کے ساتھ
سلوک کیا تھا ۔ اور اسے آرام سے بیٹھ جانے کی
اجازت دے دی تھی ۔ اُس نے پھر بغاوت کی ۔
اور فتنہ و فساد اُٹھایا ۔ اس کی سرکوبی کی خدمت
مرزا خاں کو عطا ہوئی ۔ اس نے ۱۵۸۴ء میں مظفّر شاہ

۱۵۹۵ء میں اکبر کے بیٹے شاہزادہ مراد کو معاملاتِ
دکن میں دخل دینے کا موقع ہاتھ آیا - راجۂ خاندیس
کی مدد سے اور مرزا خاں کے ساتھ وہ قلعۂ احمد نگر
کے سر کرنے کے واسطے روانہ ہؤا - لیکن چاند بی بی
نے اپنے بھتیجے بہادر نظام شاہ کے علاقے کی
حفاظت بڑی بہادری سے کی - مغلوں نے حملے کی
تیّاری کر لی تھی - اور سرنگ لگا کر فصیل میں بڑا
بھاری شگاف بھی کر لیا تھا - اس سے قلعہ میں
ہل چل مچ گئی - بہادر ملکہ تلوار کھینچ کر شگاف میں
جا کھڑی ہوئی - اور حملے کو بڑی دلیری سے روکا -
مراد نے کوشش تو بہت کی - لیکن قلعہ فتح کرنے
میں ناکام رہا - ہاں برار کا صوبہ حال میں ہی
فتح ہؤا تھا - شاہ احمد نگر نے اُسے حملہ آوروں
کو دینا منظور کر لیا - اور فوجِ شاہی واپس پھری +
دوسرے سال پھر لڑائی چھڑی - اور گوداوری
کے کنارے ایک معرکہ ہؤا - مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا -
۱۵۹۸ء میں اکبر نے خود چڑھائی کا ارادہ کیا - اور
پنجاب سے روانہ ہؤا - دشمنوں میں لڑائی جھگڑے
پھیل رہے تھے - ۱۵۹۹ء میں ایک بغاوت ہوئی -
اور اُس کا نتیجہ یہ ہؤا - کہ بہادر چاند بی بی اپنے
ہی سپاہیوں کے ہاتھ سے ماری گئی - اس واقعے کے
تھوڑے عرصے بعد ہی احمد نگر اکبر کے ہاتھ آ گیا -
اور وہاں کا نوعمر بادشاہ مقیّد ہؤا - اسی زمانے

کے لگ بھگ خاندیس بھی سلطنتِ مغلیہ میں شامل ہؤا - اور اُسے شاہزادہ دانیال کے سپرد کرکے اکبر فتح کے شادیانے بجاتا آگرے میں داخل ہؤا - احمد نگر کی فتح تمام کرنے کے واسطے لائق و فائق وزیر ابو الفضل مقرّر کیا گیا +

اکبر کی عمر کا آخری حصّہ اس کے بیٹے شاہزادہ سلیم کی حرکتوں سے تلخ رہا - اس نے باپ کے خلاف بغاوت تو کی - لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا - نوجوان شاہزادے نے بظاہر پھر باپ کی اطاعت قبول کر لی - اکبر کی طبیعت سے شک رفع ہؤا ہی تھا - کہ سلیم پر ایک اور بڑے جرم کا الزام لگایا گیا - بیان کیا جاتا ہے - کہ چونکہ ابو الفضل اکبر کا وفادار نوکر تھا - سلیم کے دل میں اُس کی طرف سے کینہ بھرا رہتا تھا - چنانچہ جب ابو الفضل گوالیار کی طرف جا رہا تھا - تو سلیم کی سازش سے کچھ مسلّح آدمیوں نے اُس پر حملہ کیا - اور کاٹ کاٹ کر ٹکڑے اُڑا دئے - لیکن اکبر کو اس قتل کا شک شاہزادہ سلیم پر کبھی نہیں ہؤا - چنانچہ اُس نے پیشتر ہی سے اُسے اپنا جانشین مقرّر کر دیا تھا - اس واقعے کے بعد اکبر بہت دن نہیں جیا +

۱۶۰۵ء میں اکبر آگرے میں تھا - کہ یکایک بیماری نے آ گھیرا - وہ خوب جانتا تھا - کہ بیٹوں کا باہمی رشک و حسد خرابیاں پیدا کریگا - ادھر ایک فریق

یہ چاہتا تھا - کہ سلیم کو چھوڑ کر خسرو کو بادشاہ بنایا جائے - اُدھر خود سلیم کو اس بات کا رشک تھا۔ کہ باپ چھوٹے بھائی خرّم پر بہت مہربان ہے۔ اکبر نے ۱۳ - اکتوبر ۱۶۰۵ء میں وفات پائی +

ایک مؤرّخ اکبر کا حال اس طرح لکھتا ہے -

"اگرچہ اکبر کو علم سے چنداں بہرہ نہ تھا - لیکن علماء و فضلاء کی صحبت سے زبان بہت شُستہ ہوگئی تھی - وہ نظم و نثر کی خوبیاں بھی اچھّی طرح سمجھتا تھا + اس کا قد تو متوسّط تھا - لیکن لمبا آدمی نظر آتا تھا - رنگ گندمی تھا - آنکھیں اور بھویں سیاہ تھیں - جسم کچھ فربھی لئے - پیشانی اور سینہ کشادہ - اور بازو اور ہاتھ لمبے تھے - ناک کی دائیں طرف ایک مسّا تھا - جو بہت خوبصورت معلوم ہوتا تھا - اور جسے قیافہ شناس بہت مبارک سمجھ کر بے قیاس دولت اور روز افزوں اقبال مندی کا نشان بتاتے تھے - آواز بلند پائی تھی - اور طرزِ گفتگو شیریں اور نفیس - اُس کی عادتیں اور آدمیوں سے بالکل مختلف تھیں - اور چہرے سے خدائی جلال ٹپکتا تھا" +

آگرے سے چند میل کے فاصلے پر اکبر کو دفنایا گیا - قبر ایک مخروطی چبوترے پر بنی ہوئی ہے - جس کے گرد گنبد - غلام گردش اور کوٹھڑیاں ہیں - چبوترہ نیچے سے چوڑا ہے - اور جتنا اوپر

چڑھتے جاؤ - عرض و طول کم ہوتا جاتا ہے - یہاں تک کہ آخر میں سنگِ مرمر کا ایک سفید مربّع رہ جاتا ہے - اس کے گرد بڑی خوبصورت جالی لگی ہوئی ہے - بیچ میں سفید سنگِ مرمر کی قبر ہے - اور اُس میں اعلےٰ درجے کی پچّی کاری کا کام ہے - اور عربی حروف بڑی صنعت سے کھُدے ہوئے ہیں +

جن بادشاہوں کے سر پر تاجِ سلطنت رکھّا گیا ہے - اکبر اُن سب میں بڑا ہے - اکثر مفتوح دشمنوں کا قصور معاف کر دیا کرتا تھا - اعلےٰ درجے کا مدبرِ ملک تھا - فاتح تو بہتیرے ہوئے ہیں - لیکن ایسے صاحبِ تدبیر بادشاہ کم ہوئے ہیں - کہ سلطنتِ مفتوحہ کو استحکام دیں - اور ایسا انتظام چھوڑ جائیں - کہ صدیوں تک چلا جائے +

قوم و ملّت کے بارے میں اِس کی حکمتِ عملی فراخ روی کے ساتھ تھی - اپنی ہندو رعایا کے ساتھ بہت اچھّا سلوک کرتا تھا - اس نے پنجاب کا صوبہ دار ایک ہندو ہی مقرّر کیا تھا - اور ٹوڈر مل کو جس نے بندوبست اراضی و مالگزاری کے سلسلے میں نمایاں اصلاحیں تجویز کی تھیں - وزارت کا عہدہ دیا تھا - اکبر نے جزیہ موقوف کرکے ہندو رعایا کا دل اپنے ہاتھ میں لیا - اور فتوحات میں ہر طرح سے اُس کی امداد حاصل کی - غرض اس بادشاہ نے جو انتظام شاہی

قائم کیا - وہ یہی ہے جو آج کل سرکار انگریزی کے راج میں ملتا ہے - انگریزوں نے اس کی حکومت کا تمام انتظام یعنی اضلاع اور اضلاع کے مجسٹریٹ اور عدالتیں وغیرہ لی ہیں - اور اکبر کے ہی انتظام پولیس کو ترقی دے کر بڑھا لیا ہے - سب جانتے ہیں - کہ ہندوستان میں مالگزاری سلطنت کی بنیاد ہے - اور اس کے جمع کرنے کے طریق پر ملک کی بہبودی کا دار و مدار ہے - اکبر نے ہر بیگھ کی پیداوار کا اندازہ کرکے سرکاری لگان پیداوار کی ایک تہائی مقرر کیا - اور نقد روپے میں اُسے وصول کرنا شروع کیا - ساتھ ہی یہ بھی مہذبانہ انتظام کیا - کہ بندوبست دس سال کے لئے ہو - اس طرح کسان دوامی ایزادیوں سے بچ گئے - اکبر کی آمدنیِ مال بیالیس لاکھ پونڈ سالانہ تھی +

اکبر بالکل خود مختار بادشاہ تھا - لیکن یہ خود مختاری کی سلطنت فراخ روی - استقلال اور دانائی کے ساتھ تھی - اس لئے بڑی کامیابی سے ہوئی - اس انتظام سے سلطنتِ مغلیہ میں از روے اخلاق و مال ایسی جان پڑی - کہ تمام نا اتفاقیوں کے باوجود تقریباً دو صدی تک برابر چلی گئی - بادشاہ کسی کا جواب دہ نہ تھا - ہاں بغاوت ہی ہو جائے - تو دوسری بات تھی - جن لوگوں کو چاہتا تھا - اپنا وزیر بنا سکتا تھا - ہر روز بذات خود کار و بار سلطنت کیا کرتا تھا - اور دربار میں

بیٹھ کر امیر و غریب سب کی فریاد سنتا تھا +
اکبر میں اچھے بادشاہ ہونے کی یہ خصوصیت بھی تھی- کہ چُن چُن کر اچھے آدمی نوکر رکھتا تھا - ہم اوپر بیان کر آئے ہیں - کہ راجہ ٹوڈر مل جس نے ۱۵۸۹ء میں وفات پائی - نہایت لائق و فائق وزیر تھا - اسی طرح ابو الفضل بھی بڑا دانا اور مدبّر آدمی تھا +
اکبر نے عقل ایسی رسا پائی تھی - کہ علم و ادب کی قدر دانی کرتا تھا - اس بات کا بہت شوق رکھتا تھا - کہ سلطنتِ مغلیہ کے حالات لکھے جائیں - اسی واسطے مؤرّخوں کی بھی قدر کرتا تھا - انھی میں سے ایک شخص بدایونی ہے - یہ باوجودیکہ پکّا مسلمان اور ابو الفضل اور اُس کے نئے خیالات مذہبی کا مخالف تھا- لیکن بہت سے علوم و فنون میں ماہر تھا - اس کی تاریخ اکبری شائع تو بادشاہ کی وفات کے بعد ہوئی - لیکن ایک بڑی قابلِ قدر کتاب ہے - خود ابو الفضل اکبر کے درباریوں اور اہلِ علم میں بڑا درجہ رکھتا تھا - اس کی سب سے اچھی کتاب آئینِ اکبری ہے - جو ہندوستان کی تاریخی کتابوں میں بڑی معتبر ہے - یہ تاریخ اکبر نامے کا ایک حصّہ ہے - اور فارسی میں لکھی ہوئی ہے +
ایک انگریز اکبر نامے کے دیباچے میں اس طرح تحریر کرتا ہے - وہ اہلِ فرنگ ابو الفضل کے سر پر خوشامدی ہونے کا الزام دھرتے ہیں اور کہتے ہیں

کہ اس نے وہ باتیں دیدہ و دانستہ چھپائی ہیں ۔ جن سے بادشاہ کے نام پر حرف آتا تھا ۔ لیکن اکبر نامے کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے ۔ اگر اکبر نامے کا مقابلہ اَور مشرقی تاریخوں کے ساتھ کیا جائے ۔ تو معلوم ہوگا ۔ کہ ابو الفضل اپنے بادشاہ کی تعریف تو کرتا ہے ۔ لیکن اَور ہندوستانی مؤرّخوں اور شاعروں کی نسبت یہ تعریف بہت تھوڑی بھی ہے ۔ اور بہت نزاکت و تمکنت کے ساتھ بھی ہے ۔ کوئی ہندوستانی ابو الفضل کو خوشامدی نہیں بتاتا"

اکبر کے مذہب کا حال لکھنا ابھی باقی ہے ۔ ابو الفضل کی فیض صحبت سے اُس کے مذہبی خیالات وسیع ہوگئے تھے ۔ اور وہ ایک ایسے مذہب کی بنیاد ڈالا چاہتا تھا ۔ کہ اُس میں تمام مذاہب موجودہ کے عمدہ اصول آ جائیں ۔ اُس زمانے میں مذہبی جھگڑوں سے تمام دنیا تہ و بالا تھی ۔ لیکن جیسا اکثر دیکھنے میں آتا ہے ۔ اس نئے مذہب میں بھی یہی میلان پایا گیا ۔ کہ آدمی شکوک و شبہات کی طرف جھک گئے ۔

غرض اس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے ۔ کہ مشرقی بادشاہوں میں اکبر سب سے دانا اور بہادر بادشاہ ہے ۔

گیارھواں باب

خاندانِ مغلیہ - دَورِ دوم

۱۶۰۵ء میں سلیم باپ کے تخت پر بیٹھا - اور جہانگیر لقب اختیار کرکے سلطنت کرنے لگا - نزاعِ خاندانی اور دکنی لڑائیوں کے باوجود اس کے عہد میں ملک خوش حال رہا - تخت پر بیٹھے ہوئے ایک سال نہ گزرا تھا - کہ بڑے بیٹے خسرو نے بغاوت کی - لیکن کامیابی نہ ہوئی - ناکام شہزادہ سالہا سال تک سخت قید بھگتتا رہا - اور آخر جب آزاد ہوا - تو تھوڑے ہی عرصے بعد مر گیا +

تھوڑے ہی عرصے بعد دکن میں فساد شروع ہوا - کیونکہ شاہ احمد نگر کو ملک کافور سا وزیر مل گیا تھا - یہ حبشی تھا - مگر ایسا صاحبِ تدبیر - کہ حبشیوں میں اس طرح کے آدمی کم ملتے ہیں - تھوڑے ہی عرصے میں اُس نے جنوبی ہندوستان میں بڑا اقتدار حاصل کیا - اس کی لڑائی کا ڈھنگ یہ تھا - کہ فوج

جہانگیر کو برابر دق کرتا رہتا تھا۔ اس طرح اس نے کامیابی حاصل کی۔ اور کئی دفعہ فوج مغلیہ کو شکست بھی دی +

سنہ ۱۶۱۱ء میں جہانگیر کی شادی مشہور و معروف بیگم نور جہاں سے ہوئی۔ یہ بیگم جیسی خوبصورت تھی۔ ویسی ہی عقیل بھی تھی۔ اس کے بادشاہ بیگم بننے سے حکومت کا کاروبار زیادہ اچھی طرح چلنے لگا +

جہانگیر

جہانگیر کا ارادہ تھا۔ کہ اس کا جانشین شہزادہ خرّم ہو۔ جو بعد میں شاہجہان بادشاہ ہوا۔ لیکن نور جہاں اُس کے چھوٹے بھائی شہریار کو چاہتی تھی۔ کیونکہ شہریار کی شادی نور جہاں کی اُس بیٹی سے ہوئی تھی جو اُس کے پہلے خاوند شیر افگن خاں حاکمِ بردوان سے تھی۔ سنہ ۱۶۲۲ء میں شاہِ فارس نے قندھار فتح کر لیا۔ اب یہ جھگڑا اُٹھا۔ کہ ایرانیوں سے قندھار پھر فتح کرنے کے لئے کون لشکر لے کر جائے۔ شاہجہان نے باپ کے خلاف بغاوت کی۔ لیکن بہت سی لڑائی بھڑائیوں اور سازشوں کے بعد

پھر اطاعت قبول کرنی پڑی۔ اس کے بعد ۱۶۲۶ء
میں بادشاہ کا سب سے بہتر سپہ سالار مہابت خاں
بگڑا۔ اور پنجاب میں بادشاہ پر چھاپہ مار کر اُسے
گرفتار کر لیا۔ اور اپنے ساتھ افغانستان لے گیا۔
بہادر نور جہاں نے خاوند کو چھڑانے کی بہتیری
کوششیں کیں۔ لیکن جب کامیابی نہ ہوئی۔ تو اپنی
مرضی سے خاوند کے ساتھ خود بھی قید ہو گئی۔ آخر
مہابت خاں اور اُس کے راجپوت سپاہیوں سے
سازش کرکے اُس نے خاوند کو چھڑا لیا۔ اور اس
طرح اس واقعے کا خاتمہ ہوا +

عہدِ جہانگیری کا سب سے بڑا واقعہ سرطامس رُو
کا ہندوستان میں آنا ہے۔ مشرق میں قوّتِ برطانیہ
کے عروج پانے کا حال ہم اَور جگہ لکھینگے۔ سرطامس رُو
کی کہانی کا جہانگیر کی ذاتی تاریخ سے تعلق ہے۔
انگریز اس کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ کہ سورت
میں قدم جما لیں۔ لیکن اہلِ پرتگال سخت مخالفت
کرتے تھے۔ چنانچہ سرطامس رُو جو پارلیمنٹ کے
ممبر اور شاہ جیمز اوّل کے بڑے مقرّب تھے۔ جہانگیر
کے دربار میں بحیثیت سفیر بھیجے گئے۔ ان کو ہدایت
تھی۔ کہ ایک تجارتی عہد نامہ کرکے انگریزی تاجروں
کے لئے بادشاہ سے کچھ رعایتیں منظور کرا لیں۔
یہ سفیر اپنی ایمانداری اور دانائی کے باعث اس نازک
کام کے واسطے نہایت ہی موزوں تھا۔ ۲۶۔ ستمبر ۱۶۱۴ء

کو وہ سورت اُتر کر اجمیر پہنچا۔ اور آئندہ سال کی جنوری میں دربار میں باریاب ہؤا۔ اور کئی سال تک رہا۔ آخر اس کا صبر و استقلال پھل لایا۔ انگریزوں کو عہد نامے کی رو سے اجازت مل گئی۔ کہ جہاں چاہیں تجارت کریں۔ مال پر جہاز سے اُترنے کے وقت ساڑھے تین فی صدی محصول تو لگایا گیا۔ لیکن باقی ہر قسم کے محصول اور قرقی سے بری کیا گیا۔ اس طرح انگریزوں کی آئندہ عظمت کی بُنیاد کا پتھر ہندوستان میں رکھا گیا +

جب جہانگیر قید سے آزاد ہؤا۔ تو مہابت خاں دکن بھاگ گیا۔ اور شاہزادہ خرّم سے جا ملا۔ اسی ہل چل کے زمانے میں جہانگیر نے وفات پائی۔ اکبر سے مقابلہ کیجئے۔ تو جہانگیر اس پایہ کا بادشاہ نظر نہیں آتا۔ اس کے دربار کی بیہودہ حرکتوں کے بیان میں مؤرخوں نے صفحے کے صفحے سیاہ کئے ہیں۔ اور لکھا ہے۔ کہ رات کو مدہوش ہو کر پڑا رہتا تھا۔ اکثر وحشی جانوروں کی لڑائیاں دیکھا کرتا تھا۔ اور عیّاشی و اوباشی میں مصروف رہتا تھا۔ لیکن شکر کا مقام ہے۔ کہ اُس کی ملکہ اور نوکر لائق آدمی تھے۔ اور اُس کے عہد میں ملک سرسبز و خوشحال رہا۔ اکبر کا انتظامِ سلطنت اس عہد میں بھی بدستور قائم رہا۔ سلطنت کے بارہ صوبے تھے۔ جن کی اوسط سالانہ مالگزاری ۱۲ کروڑ روپیہ تھی۔ ہر صوبہ

ایک ناظم کے ماتحت رہتا تھا - جس کا نائب ایک مالی افسر تھا - اُسے دیوان کہتے تھے - مسلمانوں کے مقدّمات مسلمان حاکم فیصل کرتے تھے - لیکن ہندوؤں کے مقدّمات ہندوؤں کے قانون کے مطابق برہمن جج طے کرتے تھے - خود شہنشاہ کی ذات سب سے اعلےٰ عدالت تھی - جہاں ہر قسم کی اپیلوں کی سماعت کی جاتی تھی +

جب شاہجہان نے اپنے باپ کی وفات کا حال سنا - تو آگرے کی طرف کوچ کیا - اور تاج شاہی سر پر رکھا - اس نے نور جہاں کی بیش قرار پنشن مقرّر کر دی + شروع میں اس بادشاہ کی دکن میں لڑائیاں بھڑائیاں ہوتی رہیں - یہاں ایک افغان خان جہاں نے سر اُٹھایا تھا - لیکن سنہ ۱۶۳۰ء میں شکست کھا کر مارا گیا - اب سنہ ۱۶۳۵ء میں دکن میں پھر ہنگامہ آرائی ہوئی - جس کا نتیجہ یہ ہؤا - کہ دو سال بعد احمد نگر مغلوں کی حکومت میں داخل کر لیا گیا - اسی سال قندھار بھی فتح ہؤا - سنہ ۱۶۳۹ء میں نہر راوی کی تعمیر شروع ہوئی - جسے اب سرکار انگریزی نے پھر تعمیر کرایا ہے - اس عہدِ سلطنت کے اَور واقعات قابلِ تحریر نہیں - شاید سب سے دلچسپ واقعہ یہ ہے - کہ اس نے دہلی بسا کر اس کو اپنا پایہ تخت مقرّر کیا - اکبر آگرے کو پسند کرتا تھا - جہانگیر لاہور کو ترجیح دیتا تھا -

شاہجہان

اور اسی شہر کے قریب
مدفون بھی ہؤا۔شاہجہان اگرچہ
آگرے میں بہت رہتا تھا۔
لیکن اُس نے دہلی کا نیا
شہر بسایا۔اس کی تکمیل
میں ۱۰ سال لگے۔اور آخرکار
۱۶۴۸ء میں شاہجہان آباد
کے نام سے آباد ہؤا۔قلعہ
میں محلّاتِ شاہی کے اندر
ایک مصنوعی نہر کے ذریعے
پانی پہنچایا جاتا تھا۔جس کی
تکمیل سرکار انگریزی کے عہد میں ہوئی۔اور یہ نہر
اب مشرقی جمنا کنال کے نام سے مشہور ہے +

آگرے کے ساتھ شاہجہان کا نام ہمیشہ کے لئے
وابستہ ہے۔کیونکہ تاج گنج اسی کا بنوایا ہؤا ہے۔
شاہجہان کی شادی ممتاز محل نور جہاں کی بھتیجی سے
ہوئی تھی۔جب وہ مرگئی۔تو بادشاہ نے یہ خوبصورت
مقبرہ اپنے عشق و محبّت کی یادگار بنوایا۔اس کی
تعمیر میں سترہ سال لگے تھے۔بیس ہزار آدمی کام کرتے
تھے۔اور تیس لاکھ پونڈ خرچ ہوئے تھے + سیّاح
لوگ اس مقبرے کا بیان بڑے شوق سے کیا کرتے
ہیں۔ایک صاحب لکھتے ہیں۔کہ "باوجودیکہ بُرج اندر
سے بیش قیمت پتھر کا بنا ہؤا ہے۔اور پچّی کاری

کا کام نہایت ہی اعلےٰ درجے کا ہے - مگر دیکھنے سے آدمی کے دل پر اوداسی چھا جاتی ہے - اور طبیعت میں ایسی یکسوئی آتی ہے - گویا کسی مُردے کو دیکھ رہا ہے - جو خوش خوش مرا ہے - خشک مزاج اور بے ذوق آدمی بھی یہاں داخل ہوتے ہی روتے دیکھتے گئے ہیں - غرض یوں سمجھو - کہ جو آدمی تاج گنج کو بغیر چشم تر کئے دیکھ سکتا ہے - اُس کے دل میں حُسن اور خوبصورتی کے حظ اُٹھانے کا مادّہ ہی نہیں ہے"۔
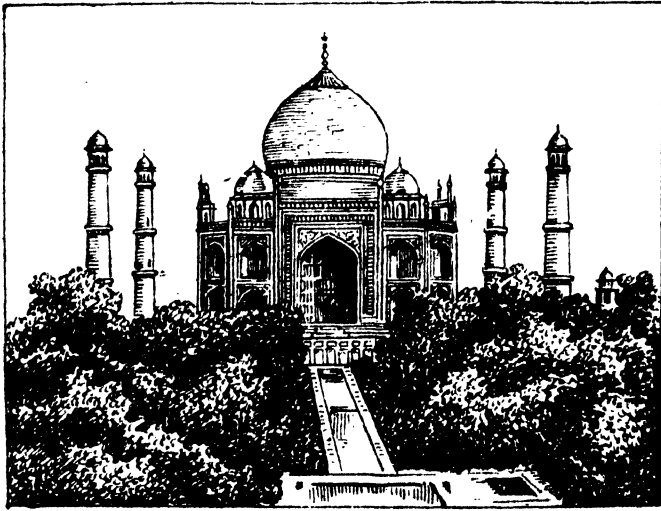
تاج محل

شاہجہان کی سلطنت واقعات سے خالی ہے - دکن میں جو چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئی تھیں - اُن میں وہ کامیاب رہا - ہاں بیٹوں کی بغاوت اُس کی سلطنت کا بڑا بھاری واقعہ ہے - بڈّھا شہنشاہ اُن کے جھگڑوں اور تنازعوں کو فرو نہ کر سکا - آخر اورنگ زیب نے جو اُس کے بیٹوں میں سب سے زیادہ لائق و فائق تھا - باپ کو تخت سے اُتار کر آگرے میں نظر بند کر دیا - بد نصیب بادشاہ آٹھ سال تک قلعۂ آگرہ میں نظر بند رہا - اور اب تک سیّاحوں کو فصیل پر وہ جگہ دکھائی جاتی ہے - جہاں بیان کیا جاتا ہے - کہ مرنے سے پیشتر اُسے کھڑا کر دیا تھا - کہ ایک نظر اپنی بنائی ہوئی عمارت تاج گنج کو پھر دیکھ لے +

شاہجہان مشرقی بادشاہوں کا اچھّا نمونہ تھا - یہ خوش تدبیر بھی تھا - اس نے ملک کی خوش حالی کو قائم ہی نہیں رکھّا - بلکہ بڑھایا بھی +

شاہجہان کے ہمعصر یورپین مؤرّخ اس کے انتظام سلطنت کی تعریف کرتے ہیں - ایک فرنگستانی سیّاح لکھتا ہے - کہ بادشاہ کی حکومت رعایا پر حاکمانہ نہ تھی - بلکہ پدرانہ تھی - اور ملک کے نظم و نسق خصوصاً شاہراہوں کی حفاظت میں ایسی تندہی سے کام لیا جاتا تھا - کہ شاہجہان کے عہدِ حکومت میں کبھی ایسا موقعہ نہیں آیا - کہ ڈاکہ مارنے کے لئے کسی شخص

کو سزا دینے کی ضرورت پڑی ہو - یہ بادشاہ باوجود
عالی شان عمارتوں پر بے شمار روپیہ صرف کرنے کے
دو کروڑ چالیس لاکھ پونڈ چھوڑ مرا - یہ خزانہ حسن
انتظام اور ملک کی فراغ بالی اور خوش حالی کا نتیجہ
تھا - نہ کسی قسم کے جبر و ظلم کا - شاہجہانی عہد
کے شہر - زمین کی زراعت اور پولیس کا حسن انتظام
بھی قابلِ تعریف تھا ٭
سنہ ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب تخت پر بیٹھا - اور
اُس کا واقعات سے بھرا ہؤا طول طویل راج شروع
ہؤا - اوّل تو بھائیوں کی رقابت کا قصّہ سنو -
اگست سنہ ۱۶۵۷ء میں جب شاہجہان بہت بیمار ہؤا -
تو دارا شکوہ نے جو سب بھائیوں میں بڑا تھا -
اور باپ کے پاس رہتا تھا - ملک کی حکومت ہاتھ
میں لے لی - یہ شاہزادہ تھا تو بہت لائق - لیکن
اس کے تحکّمانہ رویّے نے بہت سے درباریوں کو
اس سے بیزار کر دیا - اورنگ زیب کی نسبت بھی
جو ان دنوں صوبہ دار دکن تھا - اسے بدظنّی ہوئی -
چنانچہ اُس نے اس بات کی کوشش کی - کہ چھوٹے
بھائی کا اثر اور اقتدار دکن میں کم ہو جائے -
اتنے میں شجاع نے بغاوت کی - جسے دارا کے
بھیجے ہوئے راجہ جے سنگھ نے شکست فاش دی -
بعد میں دارا نے راجہ جسونت سنگھ کو شاہزادہ مراد
کی سرکوبی پر مامور کیا - اورنگ زیب جو اس وقت

اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح سلطنت کے لیئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ مراد کے ساتھ مل گیا۔ اور دونو نے پہلے راجہ جسونت سنگھ کو مقام اجّین پر نیچا دکھایا۔ اور پھر مئی ۱۶۵۸ء میں مقام سومگڑھ پر آگرہ کے جنوب میں دارا کو شکست دی۔ دارا پنجاب میں بھاگ آیا۔ بوڑھے باپ نے اپنے شکست کھائے ہوئے بیٹے کی امداد کے لیئے مہابت خاں صوبہ دارِ کابل کے نام خفیہ طور پر خطوط بھی لکھے۔ لیکن دارا کے نصیب یاور نہ تھے۔ کچھ مدّت بعد قید ہو کر دہلی لایا گیا۔ اور قید خانہ میں ہی مروا دیا گیا۔ مراد بھی اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے قید ہو کر مارا گیا۔ اور شجاع اراکان کی طرف بھاگ گیا۔ اور اُدھر ہی گمنامی کی حالت میں مر گیا +

اورنگ زیب کی بڑی آرزو یہ تھی۔ کہ دکن کے مسلمان بادشاہوں کو اپنا مطیع کر لے۔ بیدر۔ احمد نگر اور ایلچ پور مفتوح ہو چکے تھے۔ بیجا پور اور گولکنڈہ ابھی خود مختار تھے۔ اُن کا فتح کرنا آسان نہ تھا۔ اور جب تک بادشاہ ۱۶۸۶ء میں بذاتِ خود چڑھکر نہ گیا۔ بیجا پور فتح ہو کر سلطنتِ مغلیّہ میں شامل نہ ہوا۔ دوسرے سال گولکنڈہ بھی فتح ہو گیا +

جب دکن کے پانچوں اسلامی راج کمزور ہو گئے۔ تو ایک نئی طاقت پیدا ہوئی۔ یعنی مرہٹے۔ اور یہ جنوبی ہندوستان کے لیئے قہرِ الٰہی ثابت ہوئے +

قومِ مرہٹہ بمبئی کے جنوبی پہاڑوں میں ایک جفاکش اور جنگجو ہندو قوم تھی۔ سنہ ۱۶۲۷ء میں اس قوم کو اُبھارنے والا شواجی مقامِ جونیرے میں پیدا ہؤا۔ اس کا باپ شاہ جی برائے نام سلطنتِ بیجاپور کا مالگزار تھا۔ اور جونیرے اور پونا کے قلعے اس کے سپرد تھے۔ شواجی کی اصلی غرض یہ تھی۔ کہ اپنی سلطنت جدا قائم کرلے۔ اس کے حالات ہم اگلی فصل میں بیان کرینگے۔ یہاں صرف یہ کہ دینا کافی ہے۔ کہ اورنگ زیب کی سلطنت میں مرہٹوں کی لڑائیوں سے طاقتِ مغلیہ کی بنیاد اندر سے کھوکھلی ہو گئی۔ اور مرہٹے بھی ان تین قوموں میں سے ایک بن گئے۔ جو اگلی صدی میں ہندوستان میں عروج پانے کے لئے جنگ و جدال میں مصروف رہیں۔

اورنگ زیب کی سلطنت میں چین کبھی نصیب نہیں ہؤا۔ شروع میں اُس نے چین پر حملہ کرنے کی غرض سے فوج بھیجی۔ لیکن وہ سب کام آئی۔

اورنگ زیب

اس راج کے بیسویں برس میں راجپوتوں سے فساد ہؤا۔ یہ اورنگ زیب کے جزیہ لگانے سے بہت خفا

تھے ۔ سنہ ۱۶۷۰ء میں لڑائی شروع ہوئی ۔ کبھی بادشاہ کی فتح ہوئی ۔ کبھی راجپوتوں کی ۔ ایک دفعہ اورنگ زیب تباہ ہوتے ہوتے بچ گیا ۔ اس کا سب سے چھوٹا بیٹا اکبر راجپوتوں سے جا ملا ۔ اور اجمیر کے قریب اپنے بھائی شاہ عالم سے راجپوتوں کی ایک بڑی بھاری فوج لے کر لڑنے آیا ۔ یہ لوگ اسے بادشاہ بنانا چاہتے تھے ۔ لیکن اورنگ زیب یہ چال چلا ۔ کہ راجپوتوں کے دل میں یہ بدظنّی ڈال دی ۔ کہ اکبر دغا کیا چاہتا ہے ۔ چنانچہ فوج نے اُسے چھوڑ دیا ۔ اور وہ بھاگ کر مرہٹوں کے پاس پناہ گزین ہؤا ۔ راجپوتوں کا بھی جتھا ٹوٹ گیا ۔ لیکن رانائے اودیپور اس سختی کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا ۔ کہ اورنگ زیب کو اُسے جزیہ سے بری کرتے ہی بن آئی ٭

اورنگ زیب جفاکش پرلے درجے کا تھا ۔ دکن میں مغلوں کا حال بہت خراب ہو رہا تھا ۔ چنانچہ سنہ ۱۶۸۳ء میں وہ ایک بڑی بھاری فوج لے کر چلا ۔ اور مہمّات کا وہ سلسلہ شروع کیا ۔ کہ مرکر ہی اُن سے چھوٹا ۔ سلطنت کے خاتمے تک اُس کی فوج اکثر فتح پاکر ہی واپس آتی رہی ۔ بیجاپور اور گولکنڈہ دونو فتح ہوئے ۔ اور مرہٹوں کو بھی اس نے تقریباً تباہ کر دیا ۔ لیکن جیسا تم آگے پڑھوگے ۔ اس کی سلطنت کے سالہائے آخری میں چنداں کامیابی نہ ہوئی ۔ جاٹ اور راجپوتوں نے پھر سر اُٹھایا ۔ اور مرہٹے بھی تقریباً ویسے ہی

طاقتور ہو گئے ۔ جیسے پہلے تھے ۔ انہیں ایام میں ۱۷۰۷ء میں بادشاہ نے احمد نگر میں وفات پائی +

اورنگ زیب دیندار مسلمان تھا ۔ اس نے محصولِ راہداری ۔ چونگی ۔ عرس و جائزہ کے محاصل ۔ وصولی قرضہ کے ابواب اور دیگر اقسام کے محصولات معاف کر دئے ۔ لیکن جزیہ پھر لگا دیا ۔ جس سے راجپوتوں کو ایک وجہ شکایت پیدا ہوئی ۔ اورنگ زیب نے قحط کے انسداد میں بھی مفید تجاویز کیں ۔ اور اپنی خاندان کی قدیمی حکمتِ عملی پر عمل کر کے اپنے سب سے بڑے بیٹے سلطان محمد معظم کی شادی ایک ہندو راجا کی لڑکی سے کی ۔ ایک انگریزی مؤرخ لکھتا ہے ۔ کہ میدانِ جنگ میں اورنگ زیب کی دلیری اور جسارت بے مثال تھی ۔ اور سیاسی معاملات میں اُس کی ہوشیاری اس پایہ کی تھی ۔ کہ مشرقی ممالک میں اُس کی نظیر کم ملتی ہے ۔ اس نے اپنی قلمرو میں سزائے موت موقوف کر دی ۔ ترقیِ زراعت کی مختلف تدابیر کیں ۔ بے شمار کالج اور سکول قائم کئے ۔ سڑک اور پل تعمیر کرائے ۔ وہ دربارِ عام میں رعایا کے مقدمات بذاتِ خود فیصل کرتا تھا ۔ اور کسی صوبہ دار کی ۔ خواہ وہ کتنی دور ہی کیوں نہ ہو ۔ خفیف سی نازیبا حرکت کو بھی نظر انداز نہیں کرتا تھا ۔ غرض اورنگ زیب میں یہ شاہانہ خوبی تھی ۔ کہ جفاکش پرلے درجے کا تھا ۔ اور جس بات میں اُسے اپنی سلطنت کا بھلا نظر آتا تھا ۔ اُس میں دل و جان

سے ساعی رہتا تھا +

اگر مسلمانوں کی خوشامد اور ہندوؤں کی مذمّت سے قطع نظر کی جائے - تو معلوم ہوتا ہے - کہ اورنگ زیب سخت گیر اور اعلےٰ درجے کی لیاقت کا آدمی تھا - اس کے عہد میں سلطنت ظاہر میں عروج پر تھی - لیکن اس کا زوال شروع ہو گیا تھا - اور اُس کے جانشینوں کو سخت مصیبتوں کا سامنا ہؤا - پس کیا تعجّب کی بات ہے - کہ اُس کی وفات کے بعد کچھ عرصہ نہیں لگا - کہ طاقتِ مغلیّہ پانی کے بلبلے کی طرح بیٹھ گئی +

لیکن یاد رکھو - کہ اورنگ زیب کے عہد میں سلطنتِ مغلیّہ میں ایسی عظمت و شوکت تھی - کہ تمام دنیا تعجّب کرتی تھی - سیّاح مغلِ اعظم کا ذکر اسی طرح کیا کرتے تھے - جس طرح یونانی شاہِ فارس کا - یعنی دولت بے حد ہے - اختیار لا انتہا ہے - اور شان و شوکت بے نظیر ہے - ایک نامی[1] انگریزی شاعر نے اپنے ایک نہایت نفیس ناٹک میں اورنگ زیب کو ہیرو بنایا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے - کہ یہ بادشاہ جیتے جی کہانیوں کا ہیرو مشہور ہو گیا تھا +

---

[1] ڈرائڈن +

بارھواں باب

سلطنتِ مغلیہ کا زوال اور خاتمہ

اورنگ زیب سلطنت کو اپنے بیٹوں میں تقسیم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن خود اسی کی طرح ایک بیٹا اور سب بھائیوں کو مار کر تخت پر بیٹھا۔ اور ایسا ہی ہوتا بھی نظر آتا تھا۔ سب سے بڑا بیٹا معظم کابل کا صوبہ دار تھا۔ وہاں اُس نے بہادرشاہ کے لقب سے تاجِ شاہی سر پر رکھا۔ اُس نے تو جنوب کا رُخ کیا۔ اور اُس کا بھائی اعظم بنگال سے روانہ ہؤا۔ آگرے کے قریب لڑائی ہوئی۔ اور اعظم شکست کھا کر مارا گیا۔ اورنگ زیب کا تیسرا بیٹا کام بخش دکن میں تھا۔ اُس نے بہادر شاہ کی اطاعت منظور نہیں کی۔ اس واسطے بادشاہ اُس پر چڑھ کر گیا۔ اور حیدر آباد کے قریب شکست دے کر قتل کر ڈالا۔ بہادر شاہ کا نام شاہِ عالم اوّل بھی مشہور ہے۔ اس کے

وزیر اعظم ذو الفقار خاں اور داؤد خاں تھے۔ سکھوں کی شورش سے قطع نظر کریں۔ تو اس کی سلطنت میں امن و اماں رہا۔ اور اس نے ۱۷۱۲ء میں وفات پائی +

معمولی فتنہ و فساد کے بعد بہادر شاہ کا ایک بیٹا جہاندار شاہ تخت پر بیٹھا۔ اُس کے عہد میں عیاشی و اوباشی کا بازار گرم رہا۔ اور ایک سال میں ہی تخت سے اُتار کر مارا گیا۔ اس کے بعد اُس کا بھتیجا فرخ سیر بادشاہ ہوا۔ لیکن تمام اختیار دو سیدوں یعنی حسین علی اور عبد اللہ کے ہاتھ میں تھا۔ انہیں ایام میں ذو الفقار خاں بھی مارا گیا۔ بادشاہ نے حسین علی کو صوبہ دار بنا کر دکن بھیجا تھا۔ لیکن بعد میں سازش کر کے داؤد خاں سے اُس پر حملہ کرایا۔ داؤد خاں شکست کھا کر مارا گیا +

اس زمانے کا سب سے مشہور واقعہ سکھوں کی شورش ہے۔ سکھ کوئی قوم نہ تھی۔ بلکہ اب تک ایک مذہبی فرقہ تھا۔ کہ امن و امان کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ سکھ مذہب کے بانی بابا نانک پنجاب کے ایک کھتری تھے۔ اور وہ بابر بادشاہ کے زمانے میں ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے ایک اصلاح شدہ مذہب کی بنیاد ڈالی۔ اور اپنی موحدانہ تعلیم کو پھیلانا شروع کیا۔ اُن کی مذہبی پند و نصائح

پنجابی نظم میں ہیں ۔ جو سکھوں کے متبرک گرنتھ میں درج ہیں۔ ان کی وفات کے بعد اُن کا ایک چیلا گدی پر بیٹھا ۔ اوّل اوّل اورنگ زیبی عہد میں شورش ' اُٹھی۔

گورو نانک

ڈیڑھ سو برس تک سکھ امن و امان کے ساتھ رہتے سہتے رہے۔ لیکن اورنگ زیب کے زمانے میں گرو تیغ بہادر کے ساتھ فساد ہُوا ۔ اور عمال شاہی نے اُنہیں قتل کیا۔ تو سکھوں کو بہت غصہ آیا۔ سکھ جنگی تعلیم حاصل کرنے لگے ۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایک جنگ جو فرقہ بن گئے ۔ گرو گوبند سنگھ عرصۂ دراز تک مسلمانوں کے ساتھ لڑتے رہے ۔ لیکن سکھوں کی جمعیت اتنی کم تھی۔ کہ لشکر شاہی کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ اور گرو کو بھاگ کر جنگلوں میں پناہ لینی پڑی ۔ اور ایک مقام سے دوسری جگہ بھاگنا پڑا ۔ آخرکار وہ دکن پہنچے ۔ اور وہاں کسی دشمن کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جب سکھوں نے بہت مار دھاڑ شروع کی ۔ تو مغل بھی چونکے ۔ اور

انہوں نے پھر سکھوں کے مقابلے کو فوجیں بھیجیں۔ بندہ کو جو سکھوں کا گرو تھا۔ اکثر شکستیں ہوئیں۔ لیکن بچ بچ کر نکل گیا۔ آخرکار گرفتار ہؤا۔ اور اس کے بہت سے پیرو بھی یا تو مارے گئے۔ یا پکڑے گئے۔ خود بندہ دہلی میں مارا گیا۔

انہیں ایّام میں دہلی میں جو چھوٹے چھوٹے بادشاہ ہوئے۔ اُن سب کا مفصّل حال یہاں لکھنا ضرور نہیں۔ ۱۷۱۹ء میں فرّخ سیر تخت سے اُتار کر قتل کیا گیا۔ اور سیّد حسین علی اور عبد اللہ نے جن کا نام ہی بادشاہ گر پڑ گیا تھا۔ کئی برائے نام بادشاہوں کو تخت پر بٹھانے اور اُتارنے کے بعد بہادر شاہ کے ایک پوتے کو محمد شاہ کے لقب سے تخت پر بٹھایا۔ اسی زمانے کے قریب ایک بڑا بھاری واقعہ ظہور میں آیا۔ نظام الملک صوبہ دار دکن خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ اور ۱۷۳۲ء میں سعادت خاں وزیر اودھ نے بھی ایسا ہی کیا۔ بنگالے کو علی وردی خاں نے سنبھالا۔ اور بڑا زبردست حاکم ثابت ہؤا۔

عہدِ محمد شاہی سلطنتِ مغلیہ کے زوال اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کا زمانہ ہے۔ سیّد جو چند سال تک بہت اختیار و اقتدار کے آدمی بنے رہے تھے۔ اس سلطنت کے شروع ہی میں

مارے گئے۔ محمد شاہ اب بے روک ٹوک راج کرنے لگا۔ اور اُس کی سلطنت اٹھائیس برس تک قائم رہی +

اس عہد کا بڑا واقعہ نادر شاہ کا حملہ ہے۔ یہ بھی ایسے طوفانِ بلا کی طرح آیا۔ کہ تیمور کا حملہ نگاہوں میں پھر گیا۔ نادر شاہ اپنے زمانہ کا ایک ہی آدمی تھا۔ ملکِ فارس میں بہت لڑائی بھڑائیوں کے بعد بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ ہندوستان جیسا زرخیز ملک اُس کی نظروں سے کب بچ سکتا تھا۔ چنانچہ محمد شاہ سے جھگڑا اُٹھایا۔ اور بڑی بھاری فوج لے کر ہندوستان پر چڑھ آیا۔ فروری ۱۷۳۹ء میں اُس نے فوجِ شاہی کو کرنال کے مقام پر شکست دی۔ اور محمد شاہ کو اطاعت کرنی اور بیس لاکھ پونڈ تاوان بھرنا پڑا۔ اس پر بھی اگلے مہینے نادر شاہ دہلی میں داخل ہوا۔ باشندگانِ شہر اور نادری سپاہیوں کے درمیان ایک اتفاقیہ جھگڑے پر تنازعہ ہوگیا۔ اور قتل و غارت کا بازار گرم ہوا۔ دہلی میں ایسی لوٹ پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ جو لوگ دہلی کا لال قلعہ دیکھنے جاتے ہیں۔ اُنہیں وہ جگہ اب تک دکھائی جاتی ہے۔ جہاں تختِ طاؤس رکھا رہتا تھا۔ فرانسیسی سیاح برنیر نے اُس کی قیمت پینتالیس لاکھ پونڈ جانچی تھی۔ لیکن غالباً قیمت اس سے نصف تھی۔ ماہ مئی

میں نادر شاہ تختِ طاؤس لے کر واپس چلا گیا۔ لیکن چند سال کے بعد اپنے ہی اردل کے سپاہیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ میلکم صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اس عجیب و غریب شخص کی خصلت اس بات سے خوب عیاں ہوتی ہے۔ کہ اُس کے کاموں کا جو اثر اُس کے اہلِ ملک کے دلوں پر ہؤا ہے۔ وہ اب تک تازہ ہے۔ وہ اُسے بچھڑانے والا اور مارنے والا دونو بتاتے ہیں۔ اُس کے کارناموں کی تعریف کرتے ہیں۔ اُس کی آخری عمر کی بیرحمیوں کا ذکر نفرت سے تو کیا افسوس سے کرتے ہیں۔ لیکن نہ اُس کے ظلم و ستم کا خیال ہے۔ نہ اس بات کا۔ کہ ہمارا مذہب ہی جڑ سے اڑانا چاہتا تھا۔ بلکہ اُلٹا اس بات کا احسان مانتے ہیں۔ اور اُس کا نام فخر سے لیتے ہیں۔ کہ اُس نے اہلِ ملک کے بجھے ہوئے دلوں میں پہلا سا جوش پیدا کر دیا ❊

محمد شاہ کی سلطنت کے خاتمے کے قریب دہلی میں شمال کی طرف سے پھر خطرے نے منہ دکھایا۔ احمد شاہ ابدالی جو قندھار میں نادر شاہ کا جانشین ہؤا تھا۔ افغانوں کی فوج لے کر جانبِ جنوب آیا۔ لیکن ۱۷۴۸ء میں ولیعہد بادشاہ یعنی شہزادہ احمد نے سرہند کے قریب اُسے شکست دی ❊

اس واقعے کے تھوڑے عرصے بعد محمد شاہ نے

وفات پائی - یہ بادشاہ عیاش بھی تھا - اور اس میں کوئی بات بھی نہیں نکلتی تھی - ہاں سمجھو تو یہ بات بڑی ہے - کہ اٹھائیس سال تک سلطنت کرتا رہا - مؤرخ اسے کاہل اور عیاش ملکی معاملات سے غافل اور رعایا کی طرف سے بے پروا بتلاتے ہیں +

۱۷۴۸ء تاریخ میں یادگار ہے - اس سنہ میں یورپ اور ہندوستان میں برطانیہ اور فرانس کے درمیان توسیعِ سلطنت کے واسطے جو جھگڑے ہو رہے تھے - اُن کا خاتمہ ہؤا - اور یہ خاتمہ مدراس میں انگریزوں کے حق میں بہت ہی مفید ثابت ہؤا - اسی سنہ میں نظام الملک نے ایک سو چار برس کی عمر میں وفات پائی - اس وقت سلطنتِ مغلیہ میں بہت ہی ضعف آ گیا تھا - اور اس بات کا یقین واثق تھا - کہ ہندوستان میں مرہٹے سب سے بڑھ چڑھ کر عروج پا جائینگے - بنگالہ - دکن اور گجرات پہلے ہی خود مختار ہو چکے تھے +

غرض ۱۷۴۸ء میں احمد شاہ نے جو ورثہ سلطنت پایا - وہ مشکلات سے بھرا ہؤا تھا - اودھ کے شمال میں روہیلوں نے سر اُٹھایا - اور مرہٹوں کی مدد نہ ہوتی - تو کبھی مغلوب نہ ہوتے - احمد شاہ ابدالی نے پھر ہندوستان پر حملہ کیا - اور پنجاب کو مغلوں سے چھین لیا - اسی اثنا

میں ایک وزیر شہاب الدین نے بڑا اقتدار حاصل کیا۔ اور ۱۷۵۴ء میں بادشاہ کو تخت سے اُتار کر اُس کی آنکھیں نکال لیں۔ اور ایک اَور شہزادے کو عالمگیر ثانی کے لقب سے تخت پر بٹھا دیا۔ احمد شاہ ابدالی نے تیسری دفعہ پھر حملہ کیا۔ اور مرہٹوں کو پانی پت کی تیسری لڑائی میں ۱۷۶۱ء میں شکست دی۔ یہ لڑائی ہندوستان کی تاریخ میں بڑی مشہور ہے۔ مرہٹے سردار اپنی تمام طاقت کے ساتھ میدان میں آئے۔ بلکہ ایک مسلمان سردار ابراہیم گردی نام بمعہ اپنے دس ہزار جرار سپاہیوں کے جنہیں یورپین طریق پر قواعدِ جنگ سکھائے گئے تھے۔ اُن کی مدد پر تھا۔ مگر مستقل مزاج اور ہوشیار جرنیل احمد شاہ ابدالی کے سامنے اُن کی پیش نہ گئی۔ اور اس شکست نے حقیقت میں مرہٹہ طاقت کی کمر توڑ ڈالی +

اس عہد کے بڑے بڑے واقعات ہم اَور جگہ لکھینگے۔ یہاں خاندانِ تیموریہ کے باقی بادشاہوں کے کچھ حالات لکھتے ہیں۔ بے رحم و دغا باز وزیر شہاب الدین نے ۱۷۵۹ء میں عالمگیر ثانی اور اُس کے بیٹے کو بھی قتل کروا دیا۔ شاہزادہ علی گوہر جو بنگال میں مفرور تھا۔ شاہِ عالم ثانی کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ لیکن اُس کی حکومت دہلی کے آس پاس کے چند ضلعوں ہی

میں تھی - اس بادشاہ نے بہت کچھ انقلاب دیکھے۔
کٹ پتلی کی طرح کبھی انگریزوں کے ہاتھوں ناچتا
تھا - کبھی مرہٹوں کے
ہاتھوں - آخر ۱۷۸۵ء
میں ایک رُہیلے سردار
غلام قادر نے آنکھیں
نکال کر اُسے اندھا
کر دیا - مرہٹوں نے
اُسے چھڑایا - اور
عزت و توقیر کے ساتھ
پیش آئے - آخر کار
۱۸۰۳ء میں اس
بادشاہ کو سرکارِ انگریزی

شاہ عالم

سے پنشن ملنے لگی - اور ۱۸۵۷ء تک سلطنتِ
مغلیہ اسی طرح برائے نام قائم رہی +

اس طرح اٹھارھویں صدی میں سلطنتِ مغلیہ
کی طاقت بالکل جاتی رہی - یہ سلطنت دو سو برس
سے کچھ زیادہ قائم رہی - اگر دیکھو - تو تاریخ
ہندوستان میں یہ عرصہ بڑا بھاری عرصہ ہے۔
ٹریورنیر صاحب لکھتے ہیں - کہ "مغلِ اعظم حقیقت
میں ایشیائی بادشاہوں میں سب سے طاقتور اور
دولتمند ہے - اس کی سلطنت میں بہت سے
ممالک شامل ہیں - اور وہ بلا شرکت غیرے ان

تمام کا مالک ہے۔ اور خراج وصول کرتا ہے۔ امرا محض کلکٹر ہیں۔ صوبہ داروں کو لگان کا حساب کتاب دیتے ہیں۔ اور صوبہ دار خزانچیوں اور وزیرانِ مال کو۔ غرض شاہنشاہِ ہند جس کی سلطنت ایسی زرخیز اور آباد ہے۔ ایسا طاقتور ہے۔ کہ کوئی شخص اُس کی برابری کا دعوے نہیں کرسکتا ؛

اس سلطنت کا عظیم الشان محل اس طرح یکایک گرا۔ کہ توقع نہ تھی۔ زوال کے اسباب حسب ذیل تھے :۔

(۱) اورنگ زیب کے بعد جو بادشاہ دہلی کے تخت پر بیٹھے۔ وہ کسی نہ کسی بڑے امیر کے وسیلے سے بادشاہ ہوئے۔ جو بادشاہ کی نسبت بہت زیادہ اختیار رکھتے تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی اور اُمرائے سلطنت کو بھی خود مختار ہونے کی ہوس ہوئی۔ یہاں تک کہ محمد شاہ کے عہد میں اس کی وفات سے پہلے جس قدر صوبے دور دور تھے۔ اُن کے حاکم خود مختار بن بیٹھے تھے ؛

(۲) نظام الملک آصف جاہ کا دکن میں۔ سعادت علیخاں کا اودھ میں۔ علی وردی خاں کا بنگالہ میں۔ اور اجیت سنگھ کا راجپوتانہ میں خود مختار ہو جانا ؛

(۳) مرہٹوں کی طاقت کا بڑھنا +
(۴) نادر شاہ کا حملہ +
(۵) احمد شاہ ابدالی کے حملے +
(۶) افسرانِ شاہی لائق اور دیانت دار نہ تھے +
(۷) اس زمانے کے مسلمان بادشاہ خود عیّاش اور کچھ ایسے بے تعصّب نہ تھے +
(۸) بہادر شاہ کے بعد جو بادشاہ ہوئے۔ اُن میں سے کسی میں زیادہ قابلیّت نہ تھی +
(۹) مغل اور اُن کے ہمراہی جب شمال کی طرف سے آئے تھے۔ تو اُس وقت بڑے جفاکش تھے۔ لیکن ہندوستان کی گرم آب و ہوا میں بہت عرصے تک رہنے سے اُن کے خصائل بگڑ گئے تھے +

اسی مضمون پر ایک انگریز مؤرّخ کی رائے خاص توجّہ کے قابل ہے۔ وہ لکھتا ہے "کہ سلاطینِ مغلیہ کی عالی دماغی اور اُن کے اعلےٰ درجے کے اوصاف جو شاہی خاندانوں میں عموماً کم ملتے ہیں ۔۔ دو خاص امور کا نتیجہ تھے :-

اوّل ۔۔ ہندو رانیوں سے شادی کرنا ۔۔ جو دور اندیشی اور بے تعصّبی نے ان غیر ملکی حملہ آوروں کی حکمتِ عملی کا ایک جزو بنا دیا تھا۔ ان کی نسل میں تازہ خون اور نئی روح ڈالنے کا ایک مستقل ذریعہ بن گیا تھا +

دوم - بادشاہ کی موت پر مدّعیانِ سلطنت کے باہمی تنازعات جن کی وجہ سے قابل ترین شخص کو اپنی قابلیت کے زور سے تاج و تخت حاصل کرنے کا موقع ملتا تھا - اور قدرتی امر ہے - کہ ایسی صورت میں ایسا ہی شخص کامیاب ہو +

اگرچہ اسباب مندرجۂ بالا سے سلاطینِ مغلیہ کی طاقت اور اُن کی خوبیاں بھی پیدا ہوئیں - غالب قیاس یہ ہے - کہ یہی دونو امور آخر کار اُن کی سلطنت کے زوال کا باعث ہوئے +

ہندوؤں سے رابطۂ ازدواج قائم کرنے کا یہ ضروری نتیجہ تھا - کہ جب کبھی کسی بادشاہ کی سخت گیری سے وہ ناراض ہوتے تھے - تو طرف داری اور خود سری اُن میں پیدا ہو جاتی تھی - اور وارثانِ تخت و تاج کے باہمی نفاق و عناد میں ہندو امرا اور راجاؤں کو کسی نہ کسی کی طرف داری میں جنگ کرنے کا موقع مل جاتا تھا - ان حالات میں ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے - جب دو حریف آپس میں لڑتے ہیں - اور اُن کی مدد کرنے والوں میں ایک سے ایک بڑھ کر ہوتا ہے - تو ہر ایک حریف کی کوشش ہوتی ہے - کہ وہ سب سے زیادہ طاقتور حمایتی اپنے ساتھ کرے - مغلیہ شاہزادے جو سلطنت کے لئے آپس میں لڑتے تھے - طاقتور مددگاروں

کو ساتھ رکھنے کا مدعا حاصل کرنے کے لئے اُن مددگاروں کے حسب منشاء انعامات و اکرامات اور عطائے ملک و مال سے اُن کی حوصلہ افزائیاں کرتے تھے - جس کا نتیجہ صاف تھا - آہستہ آہستہ سلطنت کے زرخیز اور آخر میں ہر قسم کے صوبے بادشاہ کے ہاتھ سے نکل گئے - اور خاندانِ مغلیہ میں حکومت صرف نام کی رہ گئی +

اس میں کسی طرح کا شک نہیں - کہ مشرقی خاندان ہائے شاہی میں خاندانِ مغلیہ نے بڑی کامیابی کے ساتھ سلطنت کی - اور خوش تدبیری بھی بہت اچھی دکھائی - اگر مغلوں کے عہد میں اتنے عرصے تک امن و امان قائم نہ رہا ہوتا - تو انگریزوں کو سلطنت کرنے میں بڑی مشکلات کا سامنا پڑتا - لیکن جو انتظام اکبر نے قائم کیا تھا - وہ اٹھارھویں صدی کے فتنہ و فساد میں بھی قائم رہا - انگریزوں نے اوّل تو شاہِ مغلیہ کے دیوان بن کر حکومت کرنی شروع کی تھی - اور پھر مغلوں کے طریقِ سلطنت کو اختیار کرکے آہستہ آہستہ ایک برِّ اعظم کے برِّ اعظم پر حکومت کرنی سیکھ لی +

تیرھواں باب

مرہٹے

یوں تو عہدِ اورنگ زیبی کا بڑا حصہ مرہٹوں کے ساتھ لڑائی بھڑائیوں میں گزرا تھا - لیکن اس قوم کی تاریخ کے لئے ایک علیحدہ ہی باب درکار ہے - شوا جی کے باپ شاہ جی کے زمانے سے پہلے مرہٹوں کا نام تاریخ ہندوستان میں کم سننے میں آتا ہے - یہ لوگ جفا کش اور جنگجو کسان تھے - اور دکنی سرکاروں میں سے کسی نہ کسی کے برائے نام مطیع ہوکر رہا سہا کرتے تھے +

شاہ جی نے شاہِ بیجا پور کی اچھی اچھی خدمتیں کی تھیں - ان کے صلے میں پونا اور سوپا کا علاقہ اسے عطا ہؤا تھا - ۱۶۲۷ء میں شوا جی پیدا ہؤا - اُس نے دکن کی آئے دن کی جنگ و جدال میں ہوش سنبھالا تھا - یہ سپاہیانہ پیچوں

سے خوب واقف تھا۔ اور ساتھ ہی صبر و استقلال سے بھی کام لیتا تھا۔ چنانچہ قلعہ پر قلعہ فتح کرتا چلا گیا۔ شوا جی کا حال اپنی ہی پہاڑیوں کے نمبروں کا سا تھا۔ گھاٹیوں میں تاک لگائے بیٹھا رہتا تھا۔ جہاں شکار زد پر آیا۔ اور جھپٹا۔ اسی وجہ سے اُس کی ابتدائی تاریخ کا پتہ لگانا بھی مشکل ہے۔ اور یہ بتانا بھی مشکل ہے۔ کہ اتنی جلدی اس کی طاقت کیونکر بڑھ گئی۔ اس پر نگاہ پڑتی ہے۔ تو اُسی وقت پڑتی ہے۔ کہ خوب ترقی کر چکا ہے۔ اور اب وہ چھپائے نہیں چھپتی +

شوا جی کی طاقت سال بسال اس طرح بڑھتی چلی گئی۔ تو شاہِ بیجا پور کو فکر پیدا ہوا۔ چنانچہ شاہ جی کو دغا بازی سے قید کر لیا۔ اور چار سال مقید رکھا۔ لیکن اب باپ بیٹے دونو ایسے طاقتور ہو گئے تھے۔ کہ اُن کا دبانا مشکل تھا۔ شوا جی برابر شاہِ بیجا پور اور شاہِ دہلی سے لڑتا اور سازشیں کرتا رہا۔ ۱۶۵۵ء میں اُس نے قلعہ جوسلے سر کیا۔ جب اورنگ زیب تخت پر بیٹھا۔ تو یوں سمجھو۔ کہ دونو برابر کے دانا اور سپاہیانہ پیچوں کے ماہروں کا مقابلہ آ کر پڑا +

اورنگ زیب شوا جی سے صلح ہی رکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس وقت اُس کا بڑا بھاری مدعا بیجا پور

کی فتح کا تھا - اور شوا جی کی تو بیجا پور سے ہمیشہ جنگ رہتی ہی تھی - اورنگ زیب نے چاہا - کہ شوا جی سے ملاقات کرے -
مگر ملاقاتوں کے بارے میں چوکنا مرہٹہ بہت ہوشیار تھا - اس سبب سے ملاقات کو تو نہ آیا - ہاں بادشاہ کو یہ جھانسے دیتا رہا - کہ آپ کے ہی کام میں لگا ہؤا ہوں - حالانکہ جب موقع آکر پڑتا تھا - تو اورنگ زیب کو بھی اسی طرح چکمہ دے جاتا تھا - جس طرح شاہِ بیجا پور کو ؞

شوا جی مرہٹہ

شاہِ بیجا پور کو جب بہت فکر دامنگیر ہؤا - تو ایک اعلےٰ افسر افضل خاں کو شوا جی کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا - افضل خاں یہ اقرار کرکے چلا کہ باغی مرہٹے کو پکڑ کر تخت کے نیچے لا کر ڈال دونگا - لیکن شوا جی آفت کا پرکالا تھا - افضل خاں اس کے سامنے کیا حقیقت رکھتا تھا - چنانچہ جولے کے مقام پر خیمہ ڈالے پڑا تھا - تو معلوم ہؤا - کہ شوا جی اطاعت و ملاقات کرنے کا طالب ہے - کہتے ہیں - کہ جس

متعلقہ صفحہ ۱۷۰
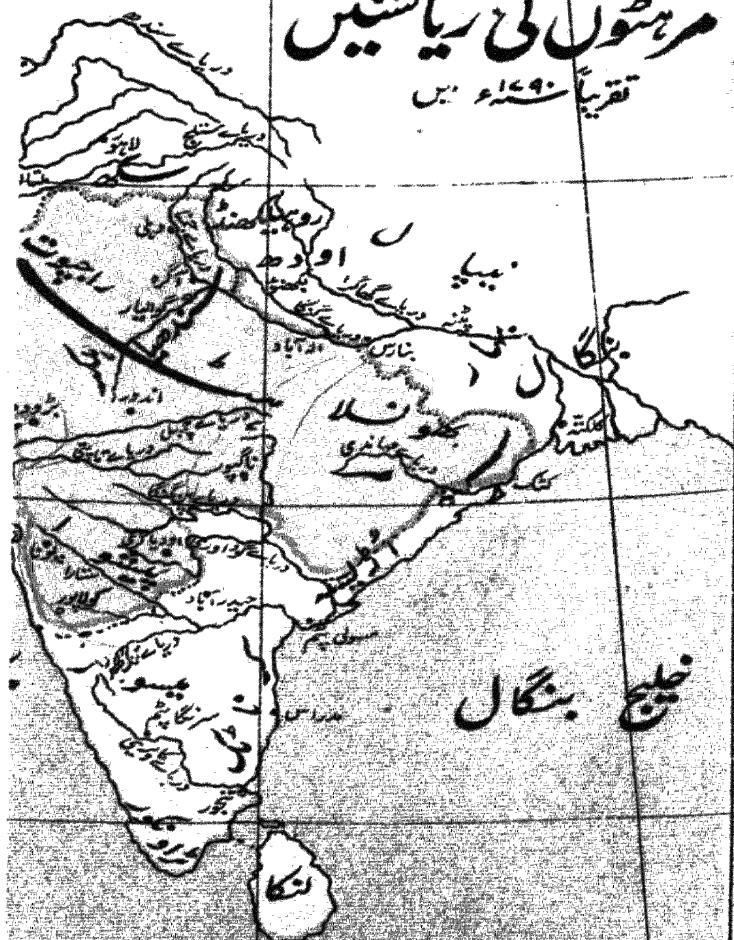
برہمن کو افضل خاں نے ملاقات کے انتظام کو بھیجا تھا۔ شوا جی نے اُس کو گانٹھ لیا۔ اور اس طرح افضل خاں شوا جی کے جال میں پھنس گیا ✦

ملاقات کی شرط یہ ٹھیری تھی۔ کہ دونو سردار نہتے ملیں۔ لیکن شوا جی ایک ہاتھ میں واگ نکھ اور دوسرے میں بچھوا چھپا لایا تھا۔ اور گرد و پیش کی پہاڑیوں میں اُس کے آدمی لگے ہوئے تھے۔ افضل خاں کو گردن پکڑے ملک الموت یہاں لایا تھا۔ چنانچہ اس کو اپنی بہادری پر پورا بھروسہ تھا۔ دیکھتا کیا ہے۔ کہ شوا جی نہتا اور ترساں اور لرزاں چلا آتا ہے۔ خیال یہ تھا کہ جب اُس شخص کا جسم نحیف ہے۔ ویسی ہی ہمت بھی بڑی نہ ہوگی۔ پالکی کے ساتھ جو آدمی آئے تھے۔ اُن سے کہ دیا۔ کہ دور جا کھڑے ہو۔ دمباز مرہٹہ روتا ہوُا آیا۔ اور افضل خاں کے قدموں میں گر پڑا۔ افضل خاں نے اُسے اُٹھایا۔ اور مہربانی سے اُس کے ساتھ بغل گیر ہونا اور سر پر دستِ شفقت پھیرنا چاہا ہی تھا۔ کہ شوا جی نے پیٹ میں بچھوا گھونپ کر اُس کا کام تمام کر دیا۔ اُسی وقت حکم کے بموجب بگل والے نے بگل بجا کر سپاہیوں کو ہشیار کر دیا۔ ہر طرف سے پیادے

اور سوار افضل خاں کی سپاہ پر پل پڑے۔ اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ شوا جی بے کھٹکے نکل کر اپنی سپاہ میں جا ملا۔ اور مفتوح
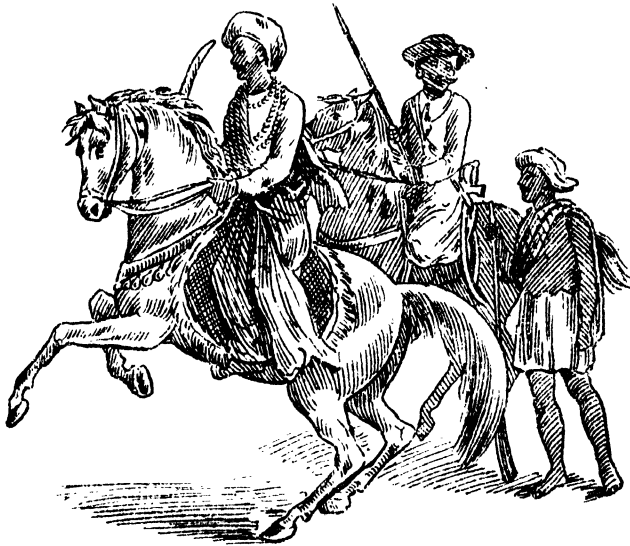
مرہٹے سوار

دشمنوں کو مار دھاڑ سے پناہ دی۔ گھوڑے۔ ہاتھی۔ مال و دولت اور تمام اسباب اُس کے ہاتھ آیا۔ فوج مغلوب سے کہا۔ کہ تم آج سے ہماری نوکری کرو۔ چنانچہ سپاہی راضی ہو گئے۔ اور شوا جی پھر حسب دستور رسد اور سپاہ کی فراہمی میں مصروف ہوگیا +

چند سال بعد شواجی نے فوج مغلیہ پر حملہ کیا۔ اُس وقت اورنگ زیب کی طرف سے شائستہ خاں صوبہ دار دکن تھا۔ چنانچہ اُس نے شواجی کی سرکوبی کے لئے قدم بڑھایا۔ لیکن شواجی ایسی چال چلا ۔کہ شائستہ خاں کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ اب شواجی اور بھی دلیر ہوگیا۔ اور اُس نے کچھ مدت پاکر سورت کو تاخت وتاراج کیا۔ جہاں سے سوار ہوکر مسلمان حج کے لئے مکہ کو جایا کرتے تھے۔ اورنگ زیب کو یہ امر ناگوار گزرا۔ مرزا راجا کو شواجی کی گوشمالی کے لئے بھیجا گیا۔ نتیجہ یہ ہؤا ۔کہ ۱۶۶۶ء میں شواجی پورندھر کے مستحکم قلعہ میں گھر گیا۔ اور وہاں مغلوں کے ساتھ اُس کا ایک عہدنامہ ہؤا۔ شواجی نے ۲۰ قلعے بادشاہ کے حوالے کئے۔ اور ۱۲ اپنے پاس رکھے۔ شواجی کا بڑا بیٹا پنجہزاری مقرر ہؤا۔ اور بیجاپور کے بعض ضلعوں میں شواجی کو چوتھ اور سردیش مکھی تحصیل کرنے کی اجازت دی گئی +

اس صلح کے بعد شواجی نے مغلوں کے ہمراہ ہوکر بیجاپور کی یورش میں بادشاہ سے دادِ شجاعت پائی ۔اور بیٹے سمیت دہلی بلایا گیا۔ لیکن بادشاہ سے ناراض ہوکر ایک حیلہ سے پھر رائے گڑھ کو نکل گیا۔ اور عرصے تک علانیہ بادشاہ کا مقابلہ

کرتا رہا +

۱۶۶۴ء میں شاہ جی کی وفات پر شوا جی راجہ تو بن ہی چکا تھا۔ اور اپنے نام کا سکہ بھی جاری کر چکا تھا۔ اب ۱۶۷۴ء میں اُس نے اپنی تخت نشینی کا جشن کیا +

شوا جی نے حکومت کے ایسے آئین باندھے کہ قوم مرہٹہ پر ڈیڑھ سو برس تک کوئی فتح نہ پاسکا۔ مرہٹے سپاہی اپنے ہتھیار خود مہیا کرتے تھے۔ اُن کے استعمال میں بڑے ہوشیار تھے۔ یہ لوگ پہاڑوں پر اس پُھرتی سے چڑھ جاتے تھے۔ کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔ مرہٹی سواروں کی شہرت کچھ عرصے بعد ہوئی۔ دکنی ٹٹوؤں پر سوار اور چاولوں کی تھیلی ساتھ لئے وہ بڑے بڑے فاصلے بہت جلد طے کر جاتے تھے۔ فصل یا بارش کے دنوں میں تو گھر رہتے تھے۔ لیکن اور تمام اوقات میں ہمیشہ دھاووں کے واسطے تیار ملتے تھے۔ شوا جی کی لوٹ آفت تھی۔ لیکن گائے۔ کسان اور عورتیں اس لوٹ میں شامل نہ تھیں۔ اس طرح شوا جی بہت ہر دل عزیز ہوگیا۔ اُس وقت دکن میں سڑکیں نہیں تھیں۔ اس سبب سے پہاڑوں اور جنگلوں میں باقاعدہ سپاہ کے واسطے مرہٹوں کو زیر کرنا غیر ممکن تھا +

شوا جی اپنی مہمات میں برابر اسی طرح سرگرم رہا۔

بعض وقت مغلوں سے لڑتا - اور بعض وقت دوستی و اتحاد کے بے بنیاد عہد و پیمان کرتا رہا - لیکن اس کی طاقت برابر بڑھتی چلی گئی - اور وہ گولکنڈے اور بیجا پور کو مغلوں سے لڑواتا رہا - ۱۶۷۶ء میں اُس نے کرناٹک پر حملہ کیا - اور فوجِ مغلیہ کو سخت نقصان پہنچایا - لیکن اُس وقت جب اُس کا ستارۂ اقبال عروج پر تھا - رائے گڑھ کے قلعے میں بیمار پڑا - اور ۱۶۸۰ء میں باون برس کی عمر میں ملکِ عدم کو سدھارا +

ایک مصنّف شوا جی کی خصائل کا اندازہ اس طرح کرتا ہے - "شوا[۵] جی اپنی تدابیر میں سوچ بچار اور صبر سے کام لیتا تھا - اور اُن کے پورا کرنے میں شوق - عزم بالجزم اور استقلال سے - لیکن اس کی تدابیر میں اینچ پینچ کی آمیزش ضرور ہوتی تھی - اس کے سر پر یہ الزام بھی دھرتے ہیں - کہ جہاں بس چلتا بھی ہوتا تھا - وہاں بھی سیدھی طرح کام کرنے کی بجائے اینچ پینچ ہی سے کام لیا کرتا تھا - وہ صاحبِ تدبیر - مصلحت کے وقت کام کرنے والا اور مسکین مزاج آدمی تھا - اور اُس میں بہادری - استقلال اور بلند نظری بھی اعلےٰ درجے کی تھی - سپاہیوں کے دلوں میں جوش کی آگ بھڑکا دیتا تھا - اور آپ بے جوش و خروش اپنے کام سے کام رکھتا تھا - ایک دھرے کا

[۵] گرانٹ ڈف کی تاریخ مرہٹہ +

دل چلا سردار تھا۔ لیکن انتظام و تدبیر مدبّرانِ ملک کی سی تھی +

اگرچہ شوا جی کا بیٹا سنبھا جی جو بعد میں تخت نشین ہوا۔ نالائق اور مزاج کا تیز تھا۔ لیکن شوا جی کی وفات سے مرہٹوں کے قومی عروج میں فرق نہیں آیا۔ اورنگ زیب مرہٹوں کے دبانے کی بجائے دکن میں اُلٹا سلطنت ہائے اسلامیّہ کو خراب کرتا رہا۔ شمالی ہند کی طرح اُس نے دکن میں بھی جزیہ جاری کرکے وہاں کے ہندوؤں کو بھی اپنے سے برگشتہ کر لیا۔ مگر ۱۶۸۹ء میں فوجِ مغلیّہ نے مرہٹوں کو تھوڑا بہت مغلوب کیا۔ اور سپہ سالار تقرّب خاں نے سنبھا جی کو جو کاہلی اور شراب خوری میں پڑا رہتا تھا۔ گرفتار کرکے پونا میں بادشاہ کے پاس بھیجا۔ جہاں وہ مارا گیا +

سردار کے مرنے اور باہمی جھگڑوں سے مرہٹوں کی فتوحات کا دریا رُکا نہیں۔ فوجِ مغلیّہ اپنے ساتھ سامانِ تکلّفات کے چھکڑے کے چھکڑے لئے پھرتی تھی۔ مرہٹے جفاکش تھے۔ اور اُن کی عادات سپاہیانہ تھیں۔ اس وجہ سے مغلوں پر فوقیّت رکھتے تھے۔ ان دکنی سپاہیوں کا حال ڈفت صاحب اپنی تاریخ مرہٹہ میں یوں تحریر کرتے ہیں۔ "جب یہ لوگ چڑھ کر جاتے ہیں۔ تو رسد ساتھ نہیں لے جاتے۔ اسباب میں ایک ایک سوار کے پاس ایک

ایک کمبل ہوتا ہے۔ جو زین کے نیچے کسا ہوتا ہے۔ کوتل گھوڑوں کے سوا اور کوئی جانور ساتھ نہیں ہوتے۔ اور ان پر مالِ غنیمت لادنے کے لئے تھیلے پڑے ہوتے ہیں۔ رات کو کہیں کچھ عرصے قیام کرتے ہیں۔ تو پنڈاروں کی طرح گھوڑوں کی لگامیں ہاتھ میں لیکر سوتے ہیں۔ دن کو قیام کرتے ہیں۔ تو گھوڑے چرتے پھرتے ہیں۔ اور سوار درخت یا جھاڑیوں کا سایہ مل گیا۔ تو اُس کے نیچے پڑے رہتے ہیں۔ اس حالت میں بھی تلوار ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اور نیزوں سے گھوڑے بندھے رہتے ہیں۔ میدان میں مقام ہوتا ہے۔ تو چار چار پانچ پانچ آدمی زین پر سوتے ملتے ہیں۔ جسم دھوپ میں جلا کرتا ہے۔ اور سر پر کالے کمبل یا گھوڑے پر ڈالنے کے کسی پھٹے پُرانے کپڑے کا شامیانہ نیزوں پر تنا ہوتا ہے۔ فوج کے سردار "گو راجہ کو بھی جاکر حساب کتاب دیتے ہیں۔ لیکن بہت سا خود بھی ہضم کر جاتے ہیں"۔

سنبھا جی کی وفات کے کچھ عرصے بعد تک مرہٹوں کی تاریخ میں کچھ بات نہیں نکلتی۔ آٹھ آدمیوں کی ایک کونسل انتظامِ سلطنت کرتی تھی۔ اور پیشوا اُن کا صدر انجمن تھا۔ برائے نام ایک راجہ بھی تھا۔ لیکن اُسے کچھ اختیار نہ تھا۔ اُن کی دست بُرد تمام ہندوستان میں ہوتی تھی۔ یہانتک کہ کلکتے تک بھی جا پہنچے تھے۔ اور وہاں مرہٹہ خندق اُن سے بچنے کو کھودی گئی

تھی +

۱۷۱۲ء کے قریب بالا جی جو ایک نہایت عقلمند برہمن تھا۔ پیشوا مقرر کیا گیا۔ اور اس کی ذاتی لیاقت کی وجہ سے یہ منصب اُس کے خاندان میں موروثی ہوگیا۔ ۱۷۲۰ء میں بالا جی کو دربارِ دہلی کے معاملات میں دخل دینے کا موقع ہاتھ آیا۔ ایک بڑی فوج لے کر دہلی پہنچا۔ اور یہاں محمد شاہ سے ایک عہد نامہ پر دستخط کرائے۔ جس سے مرہٹوں کو دکن کی آمدنی کی چوتھ یعنی چہارم حصہ اور سردیش مکھی یعنی دسویں حصے کا حق اور پونا اور ستارا کے درمیانی علاقے پر اقتدارِ مطلق حاصل ہوگیا۔ اسی سال پیشوا نے تمام دکن کو تاخت و تاراج کیا۔ اور ملک کے محاصل پر چوتھ وصول کرنی شروع کردی +

اس عہد نامہ کے چند روز بعد ہی بالا جی مرگیا۔ اور اُس کی جگہ باجی راؤ پیشوا ہوا +

باجی راؤ پیشواے دوم کے عہد میں ۱۷۳۲ء کے قریب مرہٹوں نے شمالی ہند کی طرف رخ کیا۔ اور آگرے تک بڑھتے چلے آئے۔ سلطنتِ مغلیہ کے دو بڑے صوبہ دار یعنی نظام الملک صوبہ دار دکن اور سعادت علی خاں صوبہ دار اودھ متفق ہوکر اُن کے مقابلے کو نکلے۔ اس پر مرہٹے دریاے چنبل کے پار چلے گئے۔ اور دریاے مذکور

کے صرف جنوبی علاقے گوالیار - اُجّین اور مانڈو
اُن کے قبضے میں رہے- آخر ۱۱- فروری ۱۷۳۸ء
کو فریقین کے درمیان صلح کا عہد نامہ ہو گیا
۱۷۳۹ء میں پیشوا نے ساحل مغربی کی پرتگیزی بستیوں
پر حملہ کرکے فتح پائی - اور قلعۂ بسین پرتگیزوں سے
چھین لیا +
۱۷۴۰ء میں بالا جی باجی راؤ اُس کا جانشین
ہؤا - اس کے عہد میں تمام سلطنتِ مغلیّہ میں
مرہٹے پھیل گئے - اور تقریباً ہر ایک صوبے سے
چوتھ وصول کرنے لگے- اسی پیشوا نے ستارا کی بجائے
پونا کو دار الخلافہ قرار دیا- اسی کے زمانے میں قوم
مرہٹہ کی اور شاخیں بھی طاقتور ہونی شروع ہوگئیں-
گجرات میں گائیکواڑ - بڑودہ کا دور دورہ ہوگیا -
گوالیار میں سندھیا کا - اندور میں ہلکر کا اور برار
میں خاندانِ بھونسلہ کا- لیکن بہت عرصے تک
پیشوا کے مقابلے میں اُن کو کچھ زیادہ اختیارات
حاصل نہیں ہوئے +
اس پیشوا نے ۲۱ سال تک حکمرانی کی - اس
کے عہد کے دو بڑے واقعات مشہور ہیں - ایک
تو مرہٹوں کی لڑائیاں نظام الملک سے- دوسرے
احمد شاہ ابدالی سے جس کا حال پہلے آ چکا ہے-
نظام الملک سے مرہٹوں کی پہلی لڑائی ۱۷۵۱-۵۲ء
میں راجا پور پر ہوئی - اس لڑائی میں فرانسیسی افسر

بوسے صلابت جنگ نظام حیدر آباد کا مددگار تھا ۔ جس کی حسن تدبیر سے مرہٹوں کو شکست ہوئی ۔ پھر ۱۷۶۰ء میں جب پیشوا نے احمد نگر پر قبضہ کر لیا تھا ۔ صلابت جنگ نے اُس پر فوج کشی کی ۔ اور مقام اودگیر پر مرہٹوں کو پوری فتح حاصل ہوئی ۔ جس سے نظام کی ریاست کا بہت سا علاقہ مرہٹوں کے ہاتھ آیا +

اٹھارھویں صدی کے وسط میں ہندوستان میں سخت بد نظمی پھیلی ہوئی تھی ۔ اور اُس میں مرہٹوں کا بہت کچھ ہاتھ تھا ۔ لیکن یہاں اُن کی لڑائی بھڑائیوں اور مہمات کا حال شرح و بسط کے ساتھ لکھنا ضرور نہیں ۔ یہ پنجاب تک جا پہنچے تھے ۔ مگر جیسا کہ تم اوپر پڑھ آئے ہو ۔ ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان میں اُنہیں سخت شکست ہوئی ۔ غرض تاریخ ہند میں مرہٹوں کی کہانی بڑی عجیب و غریب ہے ۔ اگر احمد شاہ ابدالی سے شکست نہ کھاتے ۔ تو مغلوں کی جگہ یہی ہندوستان کے بادشاہ بن جاتے +

واقعہ پانی پت کے بعد سے مرہٹوں کی تاریخ عام تاریخ ہند کے واقعات کے ساتھ مربوط ہے ۔ اس لئے اپنی اپنی جگہ ان کی تاریخ کے باقی واقعات بیان ہونگے ۔ اور تم دیکھوگے ۔ کہ یہ بھی انگریزوں اور فرانسیسیوں کی کہانی کا ایک

حصّہ ہے - لیکن یہ بیان ہم اگلے ابواب میں کرینگے۔

شجرۂ خاندانِ شواجی

شواجی

راجا رام — سنبھاجی

سنبھاجی ← ساہو

راجا رام ← سنبھاجی (راجۂ کولا پور) — شواجی (راجۂ ستارا)

پیشواؤں کا شجرۂ نسب

بالا جی پیشوائے اوّل

باجی راؤ پیشوائے دوم

بالا جی باجی راؤ پیشوائے سوم — رگھو ناتھ راؤ

رگھو ناتھ راؤ ← باجی راؤ ثانی پیشوائے ہفتم

بالا جی باجی راؤ پیشوائے سوم ← وسواس راؤ — مادھو راؤ پیشوائے چہارم — نرائن راؤ پیشوائے پنجم
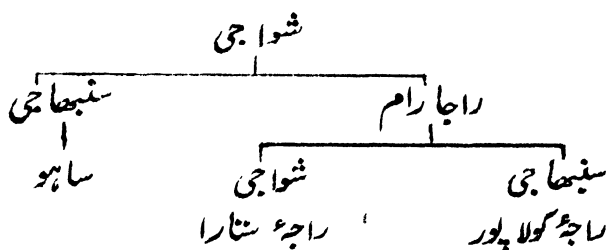
نرائن راؤ پیشوائے پنجم ← مادھو راے نرائن پیشوائے ششم
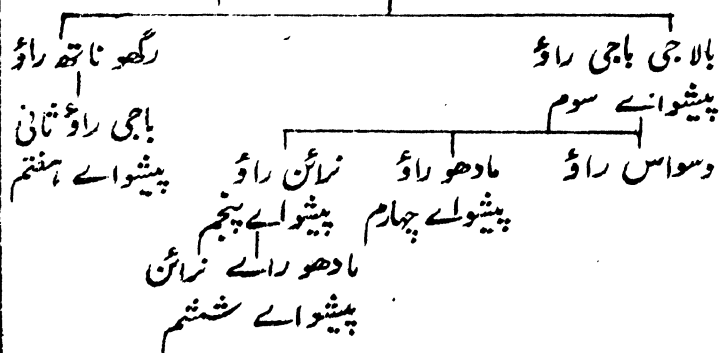
چودھواں باب

ابتدائی فرنگستانی بستیاں

تم پڑھ چکے ہو - کہ زمانۂ قدیم میں ممالک مشرق و مغرب میں اکثر اوقات تعلّق رہا ہے - ہندوستان کا تذکرہ یونان اور روما کے قدیم مصنّف اپنی تصنیفات میں کرتے رہے ہیں - سلطنتِ روما کے زوال کے بعد یہ تعلق بالکل قطع ہوگیا - اور اگرچہ جنگہائے صلیبی اور بعد میں کبھی کبھی اہلِ یورپ اور اہلِ ایشیا باہم ملاقی ہوتے رہے - لیکن ہندوستان اپنے پہاڑوں کے پیچھے چھپا ہؤا اقوامِ فرنگ سے بالکل الگ تھلگ رہا +

پندرھویں صدی بڑے بڑے واقعات کا زمانہ تھا - اس زمانے میں دنیا کے ناٹک میں بڑے بڑے سین نظر آتے ہیں - ترکوں نے قسطنطنیہ فتح کیا - اور سلطنتِ روما کا خاتمہ ہوگیا - اس طرح جن کاروانی راہوں سے ملکِ اطالیہ کے شہروں میں

دنیا کی دولت جاتی تھی۔ وہ بند ہوگئیں ۔ اور کیا ولندیز اور کیا اور اقوام کے تاجر سب کو یہی لَو لگی کہ ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کیجئے۔ کولمبس نے جو جانبِ مغرب سفر کیا تھا۔ اُس کی غرض یہی تھی۔ اسی وجہ سے جو جزیرے اُس نے دریافت کئے۔ یہ سمجھ کر کہ میں کل دنیا کا چکّر کاٹ کر ہندوستان پہنچ گیا ہوں ۔ اُس نے ان کا نام بھی ایسٹ انڈیز یا مغربی ہند رکھ دیا تھا +

اس زمانے میں اہلِ پرتگال بڑے عالی ہمّت و دلیر تھے۔ ہنری نا خدا کے زمانے میں اپنی بحری واقفیّت کا دائرہ وسیع کرنے کے واسطے وہ سخت جدّ و جہد بھی عمل میں لائے۔ ۱۴۹۷ء میں واسکوڈیگاما وطنِ مالوف سے روانہ ہوا۔ اور راس امید کے راستے ہندوستان کی راہ لی۔ ۲۰ ۔ مئی ۱۴۹۸ء کو وہ کالی کٹ پہنچا ۔ وہاں کے راجہ نے اُس کی خوب آؤ بھگت کی۔ اور بہادر نا خدا بیش بہا اسبابِ تجارت لے کر وطن واپس آیا۔ اہلِ وطن نے اُس کی نہایت عزّت و تکریم کی ۔ چند سال بعد وہ پھر ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن جن اقوام سے اُس کا مقابلہ ہوا۔ اُن سے نہایت ظلم و بیدردی کے ساتھ پیش آیا ۔ اس ظلم و تعصّب کا نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ اہلِ پرتگال کو ہندوستان میں دوامی کامیابی نصیب نہ ہوئی +

شاہِ پرتگال کو پوپ روما نے "ملکِ جہاز رانی و فتح و تجارتِ ہند" کا خطاب بخشا۔ اس وجہ سے اہلِ پرتگال کا دل اور بھی بڑھ گیا۔ اور وہ بڑے بڑے ارادے کرنے لگے۔ دل چلے المیڈا اوّل پرتگالی وائسرائے ہند نے ان ارادوں کو عملی صورت دینی شروع کی تھی۔ کہ وہ ۱۵۰۹ء میں وطن واپس جاتے ہوئے جنوبی افریقہ کی خلیج سلڈہانہ میں مارا گیا۔ اس کی وفات کے بعد پرتگالیوں کا سب سے اعلےٰ و افضل مشرقی مدبّر ال بُو کرک گورنر مقرر ہوکر آیا۔ دوسرے سال اُس نے گوآ کو فتح کیا۔ یہ شہر آج تک پرتگالیوں کے قبضے میں چلا آتا ہے۔ اپنے اور اہلِ ملک کی طرح اُس نے بھی عہدِ گورنری میں بڑے بڑے ظلم اور زیادتیاں کی ہیں۔ خاص کر مسلمانوں پر۔ اہلِ پرتگال دینِ اسلام سے سخت نفرت کرتے تھے۔ اس لئے مسلمانوں پر سخت زیادتیاں ہوئیں۔ ال بُو کرک نے دسمبر ۱۵۱۵ء میں وفات پائی۔

ال بُو کرک بہت ہی فراخ دل آدمی تھا۔ اور اُس کی دانشمندی اور توسیع ملک کی حکمتِ عملی پرتگال میں بہت پسند ہوتی تھی۔ اسے بڑا خیال یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کو پاؤں کے نیچے روند ڈالوں۔ اور فرنگستان سے ہندوستان تک کی راہِ تجارت پرتگالیوں کے ہاتھ میں رکھوں۔ اسی بات سے اُس کی
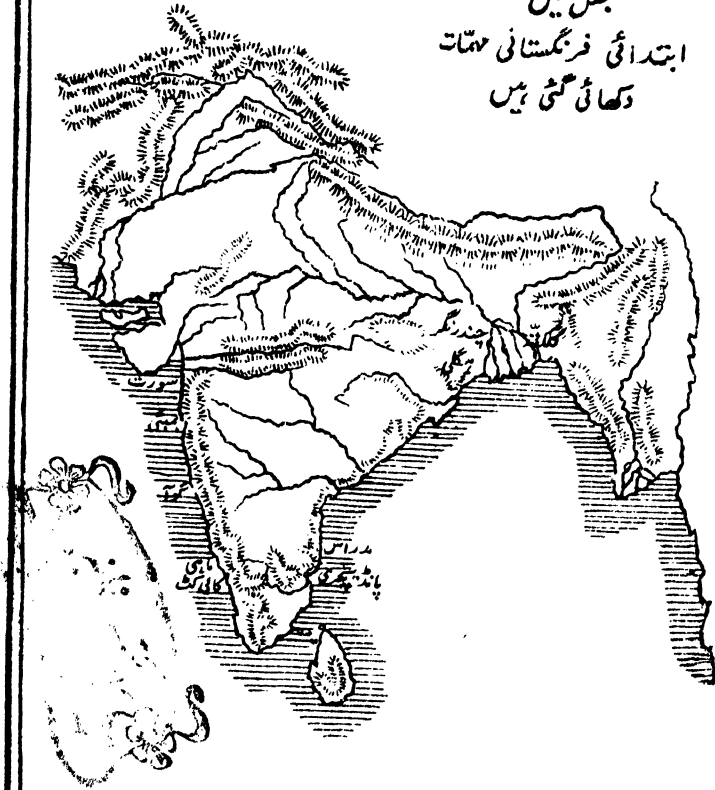
خوش تدبیری عیاں ہوتی ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں ہر ایک فرنگستانی قوم راہِ ہند اپنے ہاتھ میں لیا چاہتی تھی۔ اقوامِ فرنگ کو خیال تھا۔ کہ جب تک مشرقی

سمندروں میں ہم بے روک ٹوک جہاز رانی نہیں کرسکینگے - افلاس و پستی کی حالت میں رہینگے - لیکن اہلِ پرتگال میں نہ تو اتنی ہمت تھی - اور نہ اتنی طاقت - کہ اس ارادے میں کامیاب ہو سکتے - ہاں اَور قوموں نے اُسے پورا کیا ۔

پرتگال ایک چھوٹی سی ریاست ہے - اُس کا ہندوستان میں سالہا سال تک کارہائے نمایاں کرتے رہنا صرف جنگی بیڑوں کی عمدگی کا نتیجہ تھا - اگرچہ اَور قوموں کے مقابلے میں ہندوستان میں پرتگالیوں کی طاقت کو جلد تر زوال آ گیا - لیکن اگر کچھ اسباب مخالف نہ پڑتے تو کچھ بعید نہ تھا - کہ یہ قوم یہاں بڑی بھاری سلطنت پیدا کرلیتی - ال بوکرک کی حکمتِ عملی میں ایک تو یہ بڑا بھاری نقص تھا - کہ اُس نے اپنے اہلِ ملک کو ہندوستانی عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دے دی تھی - نتیجہ یہ ہؤا - کہ ہندوستان کے پرتگالیوں کی رنگ و صورت میں اب اہلِ ہند سے تمیز نہیں ہوسکتی - اور وہ ہندوستان کی ترقی یافتہ قوموں سے کسی بات میں افضل و اعلےٰ نہیں رہے - اُنھوں نے کاہلی اور عیش پرستی کی عادتیں بھی سیکھ لیں - اور شہرِ گوآ اوباشی و عیاشی کا گھر بن گیا - دوسرے اُن کا مذہبی تعصب بھی اُن کے حق میں بہت ہی مضر ثابت ہؤا - اور ہونا ہی تھا - کیونکہ

ہندوستان ہزارہا مذہب و ملت کا گھر ہے۔ ۱۵۶۰ء
میں گوآ میں تحقیقاتِ مذہبی کی انجمن قائم ہوئی۔
اور اگرچہ اُس نے مغربی انجمن کی سی زیادتیاں
تو یہاں نہیں کیں۔ پھر بھی بہت سے آدمی
زندہ جلائے گئے۔ ولندیز اور انگریزوں کی بیدار
مغزی کے مقابلے میں اس قسم کی حکمتِ عملی بھلا
کیا چل سکتی تھی۔ ناکامی کا تیسرا باعث یہ ہوُا۔
کہ پرتگالی سپاہیوں اور کام کرنے والوں کو وطن
سے کافی امداد نہیں ملتی تھی۔ نہ تنخواہیں بیش قرار
تھیں۔ نہ سامانِ معیشت بہم پہنچتا تھا۔ اِس باعث
سے اکثر پرتگالی قومی فوائد سے قطع نظر کرکے خود
تجارت کرنے لگے تھے +

پرتگیزوں کی مشہور بستیاں یہ تھیں۔ گوآ۔
سنگلدیپ۔ ملکّا۔ ہگلی۔ چاٹگاؤں۔ بندرگاہِ دیو +

رفتہ رفتہ اہلِ پرتگال کمزور ہوتے چلے گئے۔
سترھویں صدی کے آغاز میں انگریزوں نے ساحلِ
مغربی پر اُنہیں شکست ہائے فاش دیں۔ اس
کے بعد شاہجہان نے سرکوبی شروع کی۔ غرض
تین سو برس سے ان کی یہی پستی کی حالت چلی
جاتی ہے +

ان کے بعد ہندوستان میں ایک اَور فرنگستانی
قوم کو عروج حاصل ہوُا۔ جو اُن سے زیادہ لائق
و فائق تھی۔ ولندیزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی مالدار

بھی تھی اور اقبال مند بھی۔ انھوں نے ہندوستان کے کئی سفر کئے۔ سولھویں صدی کے آغاز میں یہ قوم اقوامِ فرنگ کی سرتاج تھی۔ کیا جنگ اور تجارت میں اور کیا علوم و فنون اور ادب میں۔ انگلستان کے ساتھ ان کی جو لڑائیاں ہوئیں۔ اُن میں سے بعض میں ولندیزوں نے انگریزوں پر فتح کامل پائی۔ اس زمانے میں مرچ مصالح تجارت کی بڑی بھاری چیزیں تھیں۔ اس وجہ سے مجمع الجزائر مشرقی کی تجارت ہندوستان کی تجارت سے بھی بڑھ چڑھ کر شمار ہوتی تھی۔ ۱۶۲۷ء میں ولندیزوں نے جزیرۂ امبو اینا کے باشندوں میں سخت بیرحمی سے قتلِ عام کیا۔ اور اس طرح انگریزوں کی مصالح کی تجارت کا خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ آج تک اس حصۂ دنیا میں اُنہیں کا اختیار چلا جاتا ہے۔

انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کامل طور سے ۱۶۰۰ء میں قائم ہوئی۔ ان تاجروں نے کئی بار سورت کے سفر سے بہت روپیہ کمایا۔ ابتدائی سفر کرنے والوں میں ایک شخص کپتان ہاکنز تھا۔ یہ بھی سرطامس رو کی طرح شاہ جہانگیر کے دربار میں باریاب ہوا۔ اور معاملے کرتا رہا۔ ایک اور بہادر شخص کپتان بسٹ تھا۔ اس نے ۱۶۱۵ء میں پرتگالیوں کی بڑی بھاری فوج کو سورت سے

کچھ فاصلے پر شکست دی - اس فتح کے نتائج بہت اچھے ظہور میں آئے - کیونکہ اب تک اہلِ پرتگال کسی سے زیر ہونے والے نہیں سمجھے جاتے تھے - اس فتح نے اہلِ ہند کی طبیعتوں پر بڑا اثر پیدا کیا - نیز اسی کی برکت سے انگریزوں کا ایک کارخانہ سورت میں قائم ہوگیا - اور احمد آباد - گوگرہ اور کمبے میں اس کی شاخیں کھل گئیں - شاہ چارلس دوم کے عہد کے اخیر تک سورت انگریزوں کا صدر مقام رہا - بعد میں بمبئی صدر مقام مقرر ہوا - ولندیزوں سے اکثر لڑائی بھڑائی رہتی تھی - لیکن آخر کار اس قوم کا اس طرح ہندوستان سے نام و نشان اُٹھا دیا گیا - جس طرح انگریزوں کا مجمع الجزائر مشرقی سے انہوں نے اُٹھا دیا تھا +

ولندیز ہندوستان میں اس باعث سے بھی ناکام رہے - کہ اگرچہ فرنگستان میں فیاضی اور فراخ دلی سے کام لیتے تھے - لیکن یہاں آکر تنگدل ٹھیکہ دار بن گئے تھے - اور یہ ٹھیکہ داری بڑے بڑے بیڑے اور فوجوں کی مدد سے قائم رکھنی پڑتی تھی - بھلا مشرق میں دو دو سلطنتوں کا خرچ عظیم کیونکر برداشت ہو سکتا تھا - لوگ اس باعث سے بھی انہیں بہت بُرا سمجھنے لگے تھے - کہ یہ سخت حریص اور لالچی ہوگئے تھے +

اہلِ ڈنمارک اور پرشیا نے بھی تجارت ہند کی

چھوٹی چھوٹی کمپنیاں بنائیں اور ہندوستان میں کچھ بستیاں بھی بسائیں۔ لیکن اُن کا نام و نشان کبھی کا مٹ چُکا ہے۔ اور اب کوئی جانتا بھی نہیں۔ غرض سترھویں صدی کے وسط میں اور کچھ عرصے بعد ہندوستان میں مقابلہ صرف انگلستان اور فرانس کا رہ گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا سرمایہ چار لاکھ پونڈ تھا۔ جو اُس زمانے میں ایک بڑی بھاری رقم تھی۔ مالی لحاظ سے اس کمپنی کو کبھی نفع ہوتا تھا۔ اور کبھی نقصان۔ لیکن ہمیں اس کی مالی حالت سے کچھ سروکار نہیں ہے۔ ہاں اُس کی تاریخ میں ایک عجیب و غریب بات ہمیشہ دھیان میں رکھنی چاہیئے۔ جو سب باتوں کی کنجی ہے۔ یعنی یہ کہ انگریز صرف تاجروں کا ایک گروہ تھے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ انہیں جلد جلد نفع کمانے کے سوا اور کسی بات سے سروکار نہ تھا۔ لیکن چند در چند ایسے واقعات پیش آتے رہے کہ اُن کی وقعت روز افزوں ترقی کرتی رہی۔ بلا ارادہ قدم بقدم ملک گیری کے میدان میں بڑھتے رہے۔ اور آخرکار ایک برّ اعظم کے برّ اعظم پر حکمراں ہوگئے۔ بھلا ابتدا میں جس کی حالت ایسی کمزور یا ادنےٰ ہو۔ ایک دن اُس کا ایسے اعلےٰ درجے پر پہنچ جانا کس کے خیال میں آ سکتا ہے۔

انگریزوں کی ابتدائی ترقی کے مدارج حسب ذیل ہیں :-

۱۶۱۵ء میں جہانگیر نے اپنے ملک میں انگریزوں کو چار کوٹھیاں بنانے کی اجازت دی۔ اور سرطامس رو کی سفارت سے ان کی تجارت ہندوستان میں مستحکم ہوگئی +

۱۶۲۴ء میں بالا سور کے قریب مقام پیپلی پر بھی تجارت کی کوٹھی بنانے کی انہیں اجازت مل گئی +

۱۶۳۶ء میں شاہجہان نے ڈاکٹر باٹن کی سفارش سے جس کے علاج نے شاہزادی کو شفا بخشی تھی۔ انگریزی کمپنی کو بڑے بڑے تجارتی حقوق عطا کئے +

۱۶۴۰ء میں رام راجا والئے بیجا نگر کے بھائی نے وہ زمین عطا کی جس پر شہرِ مدراس واقع ہے +

کمپنی کا کام اوّل اوّل بمبئی کے علاقے میں شروع ہوا۔ ۱۶۴۰ء میں فرانسس ڈے نے مدراس میں قلعہ سینٹ جارج کی بنیاد ڈالی۔ اور دوسرے سال دریائے ہگلی پر ایک کارخانہ کھلا۔

۱۶۶۱ء میں ایک واقعۂ عظیم رونما ہوا۔ چارلس دوم شاہِ انگلستان کی شادی ملکۂ کیتھرائین برگنزدی سے ہوئی۔ اور بمبئی کا شہر جہیز میں ملا۔ بادشاہ نے اس جزیرے کو ۱۶۶۸ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو دس پونڈ

سالانہ لگان پر دے دیا۔ بمبئی کی وقعت روز بروز بڑھتی گئی ۔ لیکن واقعات کچھ ایسے پیش آئے ۔ کہ باوجودیکہ بمبئی کا محلِ وقوع بھی نہایت عمدہ ہے۔ اور بندرگاہ بھی نہایت اعلٰے درجے کا ہے ۔ تاہم دارالخلافہ ہند[۵] ایک چھوٹا سا گاؤں قرار پایا ۔ جو ہگلی کی دلدلوں میں واقع تھا ۔ اور جس میں بندرگاہ کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ ۱۶۸۸ء کے انقلاب کے قریب انگریز صوبہ دار بنگال کی زیادتیوں سے بہت دق تھے۔ اُنہوں نے ارادہ کیا ۔کہ اپنے مقبوضات بنگالہ چھوڑ کر چلے جائیں ۔چنانچہ اپنا مال و اسباب کشتیوں پر لاد کر چلے ۔ اور بالا سور سے کچھ دور لنگر ڈالے پڑے تھے ۔ کہ مغل بادشاہ نے واپس بلا لیا ۔

---

[۵] تین گاؤں ستونتی ۔ کالی گھاٹ ۔ اور گوبند پور جہاں اب شہرِ کلکتہ آباد ہے۔ شاہی فرمان کے ذریعے انگریزی کمپنی کو شاہنشاہ عالمگیر کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔ ۱۷۱۷ء میں سید حسین اور سید علی کے زمانۂ وزارت میں اسی فرمان کی تجدید کی گئی ۔لیکن اس زمانے کا نوابِ بنگالہ مرشد قلی خاں انگریزوں کی اس بستی کو ہمیشہ تکلیف دیتا رہتا تھا ۔ آخر ۱۷۴۲ء میں انگریزوں نے مرشد قلی خاں کے جانشین علی ویردی خاں سے اپنے اس چھوٹے سے علاقے کو محفوظ کرنے کی اجازت لے لی ۔ ۱۷۵۲ء میں اس بستی کی آبادی چار لاکھ کے قریب تھی ؎

اور جہاں اب کلکتہ واقع ہے۔ انہیں بسنے کو زمین دے دی +

بنگالے میں انگریزوں کو جو کچھ کامیابی نصیب ہوئی۔ وہ مسر جان چائلڈ اور مسٹر جوب چارنگ کے عزم بالجزم اور سعی نمایاں کا نتیجہ ہے۔ ان جانبازوں نے انہیں کوششوں میں یہاں کی مضرِ صحت آب و ہوا میں اپنی جان بھی دے دی۔ جوب چارنگ نے جو کمپنی کا وفادار نوکر تھا۔ کلکتے کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ اُس کا نام اب تک چلا آتا ہے۔ کمپنی کے دشمن اسے ہمیشہ تکلیف اور نقصان پہنچاتے رہتے تھے۔ اسی باعث سے اُس کو ایک ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنی پڑی۔ کہ جو کمپنی کو پسند تو نہ تھی۔ لیکن حفظِ جان و مال کے واسطے ضروری تھی۔ چنانچہ ۱۶۸۶ء میں ڈائرکٹرانِ کمپنی نے مدراس کی کونسل کو لکھ کر بھیجا۔ کہ "جنگی و مالی طاقت کی ایسی حکمت عملی اختیار کرو۔ اور محاصل ایسے مستحکم کر لو۔ اور بڑھا لو۔ کہ دوام کے واسطے انگریزوں کی وسیع اور مستحکم سلطنت کی بنیاد ہندوستان میں قائم ہو جائے" غرض ایک صدی سے زیادہ تک کمپنی کو دو طرح کا کام کرنا پڑا۔ اِدھر تو یہ ارادہ تھا۔ کہ امن و امان کے ساتھ تجارت کرکے نفع کمائے۔ اور اُدھر یہ ضرورت پڑتی رہتی تھی۔ کہ اپنے مقبوضات کو دشمنوں کے ہاتھ سے

بچائے +

ان ایام میں مدراس انگریزوں کی سب سے بڑی بستی تھی۔ جہاں تک ہو سکتا تھا۔ ملازمانِ کمپنی آس پاس کے راجا نوابوں کے باہمی تنازعات سے الگ رہتے تھے۔ اور صرف روپیہ پیدا کرنے سے کام رکھتے تھے۔ ہر ایک ملازم کو اختیار تھا۔ کہ چاہے۔ تو بطور خود بھی تجارت کرے۔ اور چونکہ ان لوگوں کی تنخواہیں قلیل تھیں۔ انہیں تجارت کرنی پڑتی تھی۔ اس طرح بعض بہت مال و دولت جمع کرنے لگے۔ اس وجہ سے اولوالعزم اشخاص ہندوستان کو اسی نظر سے دیکھنے لگے۔ کہ روپیہ کمانے کا گھر ہے۔ لیکن اس ابتدائی زمانے میں چھوٹی چھوٹی انگریزی بستیوں کے گورنر پدرانہ شفقت سے ان بستیوں کی نیک و بد کی خبر رکھتے تھے۔ اور بد قماش یا بد اطوار آدمیوں کو وہاں سے نکال دیا کرتے تھے۔ کمپنی کے زمانے کے کاغذات میں یہ ہدایتیں لکھی ہوئی ملتی ہیں۔ کہ ملازموں کو گرجا گھر ضرور جانا چاہیئے۔ اور جوُا کھیلنے سے پرہیز لازم ہے۔ غرض تینوں انگریزی بستیوں کے لوگ محنت اور ہوشیاری کی برکت سے روز بروز خوشحال ہوتے چلے گئے۔ اور ابھی سلطنتِ مغلیہ میں جان باقی تھی۔ کہ اٹھارھویں صدی کے آغاز میں اُنہوں نے اپنی

بنیاد ایسی مضبوط کر لی - کہ تھوڑے ہی عرصے
بعد جب سخت مشکلوں کا سامنا ہوا - تو انہیں
جھیل گئے +

چونکہ کچھ اور انگریزی کمپنیاں بھی قائم ہو گئی
تھیں - اس وجہ سے دقتیں بھی پیش آتی رہتی
تھیں - لیکن ۱۷۰۸ء میں لارڈ گوڈ ولفن کی
وساطت سے سارا جھگڑا طے ہو گیا - اور ایسٹ انڈیا
کمپنی کی ترکیب اور آئین عملی طور سے ایسے
قرار پائے - کہ اُس کے ٹوٹنے کے وقت تک یعنی
۱۸۵۸ء تک برابر وُہی چلے گئے - مدبرانِ ملک
اور تاجر کمپنی کے کار و بار میں ہرج ڈالنا
نہیں چاہتے تھے - کیونکہ سرمایہ کافی تھا - اور
آسانی سے منافع کثیر ہو جاتا تھا - ایک مشہور
انگریزی مصنّف لکھتا ہے - کہ اُس زمانے میں
مستقل آمدنی پر روپیہ لگانے کے ذرائع بہت
تھوڑے تھے - اس باعث سے جس کمپنی میں
روپیہ خطرہ سے محفوظ رہتا تھا - اور منافع کثیر
ہوتا تھا - لوگ اسے غنیمت جانتے تھے - ان باتوں
سے تم سمجھ سکتے ہو - کہ ان ایام میں انگلستان
میں بھی حالات ایسے ہی تھے - کہ ہندوستان میں
انگریزوں کی کوششوں کے مفید مطلب پڑے +

یہاں یاد رکھنے کی بات یہ بھی ہے - کہ سلطنتِ
انگریزی کے ہندوستان میں قائم ہونے کا سبب

سے بڑا باعث خود انگریزی تاجروں کی دلیری۔ استقلال اور خوش تدبیری تھی۔ ان میں سے اکثر لائق و فائق آدمیوں کے نام کوئی جانتا بھی نہیں ہے۔ اور جو محض گمنام نہیں بھی۔ اُن کے نام سے بھی معمولی تعلیم یافتہ آدمیوں کے کان آشنا نہیں۔ لیکن یہ وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے کام کیا اور اُن کے بعد جو لوگ ہوئے۔ اُنہیں اس کا ثمرہ ملا۔ باہر کے لوگ کمپنی سے نفرت کرتے تھے۔ بایں ہمہ کمپنی اپنا کام کرتی گئی۔ اور ہر طرح کی مخالفت کو روکتی رہی۔ یہاں تک کہ انگلستان میں اس کا اعتبار اعلےٰ درجے کا قائم ہوگیا۔ اور ہندوستان میں اُس نے وہ بنیادیں ڈال دیں۔ کہ جو اب تک قائم ہیں۔ اہلِ فرانس کی بستیوں اور ان کے مقبوضاتِ ہند کی ترقی اور زوال کا حال اگلے باب میں بیان ہوگا +

پندرھواں باب

انگریزوں اور فرانسیسیوں کی لڑائیاں

تم پڑھ چکے ہو - کہ انگریزی تاجر ملکی معاملات میں دخل دینا نہیں چاہتے تھے - لیکن واقعات ہی کچھ ایسے پیش آئے - کہ انہیں چار و ناچار دخل دینا پڑا - اُن کا مقابلہ صرف ہندوستانی سرکاروں ہی سے نہیں ہؤا - بلکہ سب سے خوفناک رقیب فرنگستانی قومیں ثابت ہوئیں ۔

۱۶۷۴ء میں لائق و فائق فرانسیسی گورنر مارٹن کو شاہِ بیجاپور کی طرف سے پانڈی چری اور آس پاس کی کچھ زمین عطا ہوئی - اور ۱۶۸۹ء میں اورنگ زیب نے چندر نگر فرانسیسیوں کو دے دیا - اُن کی بستیاں خاصی خوشحال تھیں - لیکن ۱۷۳۵ء تک ہمیں اُن کی تاریخ سے کچھ زیادہ سروکار نہیں ہے - ہاں یہ سنہ تاریخ میں

یادگار ہے - اسی سال ڈیومس پانڈی چری کا گورنر مقرر ہؤا +

اس کی نواب کرناٹک سے بھی راہ و رسم تھی - اور مرہٹوں کے ساتھ بھی ایسی دلیری اور ساتھ ہی صلح جوئی سے پیش آیا - کہ اُنہوں نے پانڈی چری کو کچھ نقصان نہیں پہنچایا - جیسے آئے تھے - ویسے ہی واپس چلے گئے - گورنر مارٹن ملکی معاملات میں کبھی دخل نہیں دیا کرتا تھا - لیکن ڈیومس نے اس عہد کو توڑا - توڑتا نہیں تو کیا کرتا - اس کے سوا چارہ بھی نہ تھا - اس زمانے میں کمزوری ہلاکت کی نشانی تھی - اور حال یہ تھا - کہ کسی فرنگستانی بستی میں اتنی طاقت نہ تھی - کہ یکہ و تنہا اپنی حفاظتِ جان و مال کر سکے - اس گورنر کا جانشین اور بھی بڑا آدمی ہؤا +

یہ شخص ڈوپلے تھا - جو [illegible]ء میں پیدا ہؤا تھا - اور اوائل عمر میں ہی فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کا نوکر ہوکر پانڈی چری آیا تھا - تھوڑے عرصے بعد ہی

ڈوپلے

وہ چندر نگر کا گورنر مقرر ہؤا۔ اور یہاں اس نے بہت کامیابی حاصل کی۔ ۱۷۴۲ء میں پانڈی چری کی گورنری پر ممتاز ہؤا۔ اس کے کچھ عرصے بعد ہی آسٹرین وراثت کے معاملے پر فرنگستان میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کی لڑائی چھڑی۔ اور پھیلتی پھیلتی ہندوستان تک پہنچی۔ یہاں انگریز اپنے فرانسیسی رقیبوں سے ہمیشہ جلتے رہتے تھے۔ اور نوّابِ کرناٹک کا قدم درمیان نہ ہوتا۔ تو اُنہیں کبھی کے نکال باہر کر چکے ہوتے۔ چنانچہ اُنھوں نے فرانسیسیوں کے نکالنے کا یہ موقع غنیمت سمجھا۔ لیکن ایک فرانسیسی بیڑا بسرکردگی لابورڈنے اپنے ہموطنوں کی کمک کو آ پہنچا۔ اور انگریزوں کے زبردست دستۂ فوج کو پس پا ہونا پڑا۔ ستمبر ۱۷۴۶ء میں فرانسیسی امیر البحر نے مدراس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اُس میں اور ڈوپلے میں اس بات پر تنازع ہؤا۔ کہ دونو میں بڑا کون ہے۔ چنانچہ دوسرے مہینے لابورڈنے فرانس واپس چلا گیا +

نوّابِ کرناٹک اگرچہ پہلے فرانسیسیوں کا دوست بنا ہؤا تھا۔ لیکن اُسے اس صلح شکنی پر غصّہ آیا۔ اور اُس نے ڈوپلے سے مدراس چھیننا اور انگریزوں کو دلوانا چاہا۔ فرانسیسیوں نے لائق و فائق افسر پیراڈس کی سرکردگی میں نوّاب کی فوج کو شکست فاش دی۔ اس سے اُن کی دھاک بندھ گئی۔

اس وقت فرانسیسیوں کو بہت اچھا موقع ملا تھا۔ لیکن ڈوپلے فنِ جنگ سے نا آشنا تھا۔ اُس نے نہ تو قدامتِ ملازمت کی وجہ سے ہیبراڈس کو سپہ سالار بنایا۔ اور نہ اچھے اچھے موقعوں سے کچھ فائدہ اُٹھایا۔ اور اگرچہ فرانسیسیوں کی جنگی طاقت انگریزوں سے زیادہ تھی۔ تاہم وہ بار بار کوشش کرنے کے باوجود انگریزوں کی بستی قلعہ سینٹ ڈیوڈ کو نہ لے سکے ۔

اگرچہ ۱۷۴۸ء میں امیر البحر باس کاون انگلستان سے ایک بیڑا لے کر آیا۔ اور اُس نے پانڈی چری پر حملہ کیا۔ لیکن پس پا ہؤا۔ انگریزوں کی خوش قسمتی سے اسی سال میں ایکس لا شیپل کے صلح نامے کی رو سے ڈوپلے کو مدراس انگریزوں کے حوالے کرنا پڑا ۔

اسی سنہ میں نظام الملک نے وفات پائی۔ اور ملک میں بڑی بد نظمی پھیلی۔ اُس کا فائدہ انگریز اور فرانسیسی دونو نے اُٹھانا چاہا۔ ایسے موقعوں پر ڈوپلے بڑی بیدار مغزی سے کام لیتا تھا۔ چنانچہ وہ بہت اچھا پیچ کھیلا۔ چندا صاحب نوابِ کرناٹک فرانسیسیوں کا دوست تھا۔ اور چونکہ وہ مظفرّ جنگ کی مدد پر تھا۔ ڈوپلے بھی مظفرّ جنگ کا ہی طرفدار ہوگیا۔ انگریز محمد علی کے طرفدار تھے۔ اور اس شخص کا چندا صاحب

کی نسبت کرناٹک پر حق بھی زیادہ تھا - لیکن وہ حریفوں کا مقابلہ نہ کر سکا - ڈوپلے نے رفیقوں سے کہا - کہ محمد علی کے گرفتار کرنے میں دیر نہ لگاؤ +

لیکن دونو نے راجۂ تنجور سے روپیہ اڑانے میں وقت ضائع کیا - اسی اثنا میں مظفر جنگ کا رقیب ناصر جنگ ایک بڑا لشکر لے کر آیا - اور ان دونو کو بھاگتے ہی بنی - اس طرح قسمت نے جو پلٹا کھایا - تو محمد علی نوابِ کرناٹک ہوگیا - لیکن ڈوپلے کی سازشیں برابر جاری رہیں - ناصر جنگ مارا گیا - اور اگرچہ مظفر جنگ بھی تھوڑے ہی عرصے بعد ایک لڑائی میں قتل ہؤا - تاہم اس واقع سے فرانسیسیوں کو کچھ ضعف نہ پہنچا - اُن کے سپہ سالار بوسے نے مظفر جنگ کے چھوٹے بھائی صلابت جنگ کو نوابِ دکن بنا دیا - ۱۷۵۱ء میں فرانسیسیوں کا ستارہ اوج پر تھا - چندا صاحب نے ترچناپلی میں محمد علی کو قلعہ بند کر رکھا تھا - اور انگریزوں کی امیدیں محمد علی سے وابستہ تھیں +

اس موقع پر ایک شخص اُٹھا - اور اُس نے ہندوستان میں سلطنتِ انگریزی کی بنیاد قائم کردی - رابرٹ کلائو ملازمتِ کمپنی میں محرر مقرر ہوکر آیا تھا - لیکن اُس نے بھی کھاتہ کی جگہ تلوار سنبھالی - اب چھبیس سال کی عمر میں وہ درجۂ کپتانی پر مامور

تھا- کلائو نے دیکھا تھا- کہ محصورین ترچناپلی پر بُرا وقت پڑا ہؤا ہے- چنانچہ اُس نے انگریزوں کو یہ صلاح دی- کہ چندا صاحب کا دار الخلافہ آرکٹ غیر محفوظ پڑا ہے- اُس پر چھاپا مارئیے- اور اس طرح ترچناپلی کو مدد پہنچائیے- انگریز اس مہم کے سر کرنے کے واسطے کلائو کو صرف دو سو گورے اور تین سو ہندوستانی سپاہیوں سے زیادہ نہ دے سکے- انہی کو لے کر ۲۶- اکتوبر ۱۷۵۱ء کو کلائو نے مدراس سے کوچ کرکے ارکاٹ پر قبضہ کر لیا- اور باوجودیکہ دشمن حملے کرتے رہے- لیکن پچاس دن تک شہر پر قبضہ رکھا- اس مہم کا اثر بھی بڑا بھاری ہؤا- اور ترچنا پلی کے محاصرے میں دشمنوں کے زور شور کا بھی وہ پہلا سا حال نہ رہا- جب کلائو کو تھوڑی بہت کمک اور پہنچی- تو اُس نے حریفوں کا ایک حملہ انہیں اس طرح نقصان پہنچا کر روکا- کہ چندا صاحب کو ترچناپلی سے محاصرہ اُٹھانا پڑا- انہی ایام میں میجر لارنس سپہ سالار مقرر ہؤا- اور کلائو کے ساتھ ترچنا پلی کی طرف بڑھا- اسی مقام کے قریب مئی ۱۷۵۲ء میں انگریزوں نے فرانسیسی سپاہ کو گرفتار کرلیا- اسی واقعے کے لگ بھگ چندا صاحب کو راجۂ تنجور نے گرفتار کیا اور مروا ڈالا- ادھر تو یہ ہو رہا تھا- اُدھر بوسے نے شمالی سرکار کا علاقہ فتح کیا-

ڈوپلے تہِ دل سے چاہتا تھا - کہ اور فتوحات ہوں۔ اور انگریزوں کا یہ حال تھا - کہ لڑائی سے تھک گئے تھے +

انہی ایام میں یورپ میں انگلستان اور فرانس میں برائے نام صلح ہوگئی - حکامِ انگریزی نے ولایت میں یہ لکھ کر بھیجا - کہ ہندوستان میں بھی فرانسیسیوں سے صلح ہونی چاہیئے - اور ڈوپلے کے سر پر یہ الزام دھرا - کہ تمام فتنہ و فساد کی جڑ یہ شخص ہے - چنانچہ ارادہ یہی ہوُا - کہ ڈوپلے کو یہیں بھینٹ رکھا جائے - لیکن ۱۷۵۵ء میں پہلی ہی شرائط پر پھر صلح ہوگئی - اگرچہ اُن پر پورا پورا عملدر آمد نہ ہوُا - ہاں ڈوپلے شکستہ دل ہوکر فرانس واپس چلا گیا - اصل یہ ہے - کہ جتنے فرانسیسیوں نے ہندوستان میں خدمات کی ہیں - اُن میں ڈوپلے سب سے بڑا آدمی ہوُا ہے +

اس واقعے کے تھوڑے عرصے بعد ہی یورپ میں جنگِ ہفت سالہ شروع ہوئی - اور ہندوستان میں بھی بازارِ جنگ گرم ہوُا - لوسے کو مدراس کے شمال میں اچھی کامیابی حاصل ہوئی - ۱۷۵۸ء میں فرانسیسیوں کا ایک بڑا بیڑا ہندوستان آیا - اور اس میں کونٹ لالی ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہوکر آیا - اس شخص میں جنگی قابلیت تو تھی -

لیکن بوسے کے ساتھ اَن بَن رہتی تھی - یہ زمانہ وہ ہے - کہ ان دونو قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ درپیش ہے - یعنی ہندوستان فرانسیسیوں کے ہاتھ آئیگا - یا انگریزوں کے - یہی سوال شمالی امریکہ میں بھی درپیش تھا - انگریزوں کی خوش قسمتی سے دنیا کے دونو حصّوں میں ایسے اچھے اچھے کام کرنے والے مل گئے - کہ فرانسیسیوں کو نصیب نہ ہوئے ؛

حیدر آباد میں بوسے کا سکّہ جما ہؤا تھا - اور صلابت جنگ جسے فرانسیسیوں نے تخت پر بٹھایا تھا - بالکل اُس کے ہاتھ میں تھا ؛

لالی کو اوّل اوّل تو بڑی کامیابی ہوئی - کیونکہ یکم جون ۱۷۵۸ء کو اُس نے قلعۂ سینٹ ڈیوڈ فتح کر لیا - لیکن روپے کی کمی سے اس موقع سے فائدہ نہ اُٹھا سکا - اور چونکہ روپیہ وصول کرنے میں اُس نے رعایا پر سخت زیادتیاں کیں - اس لئے وہ بہت بد نام ہوگیا - ایک اور بڑی بھاری غلطی یہ کی - کہ بوسے کو اپنے پاس بلا لیا - دکن اور شمالی سرکار کے علاقے میں اس لائق افسر کا سکّہ بیٹھا ہؤا تھا - لیکن اب اُسے فرانسیسی فوج کو ایک نالائق افسر کے تحت میں چھوڑنا پڑا - اور خود ستمبر میں لالی کے پاس آگیا ؛

فرانسیسی اعلےٰ افسروں کی خدمات کا تو یہ بُرا حال تھا - لیکن انگریزوں کو کچھ جائے شکایت نہ تھی -

کیونکہ کلائیو نے شمالی سرکار میں کرنیل فورڈ کو بھیجا جو ہندوستان کے بہترین سپہ سالاروں میں سے تھا۔ ۳ دسمبر کو اُس نے فرانسیسیوں کو شکست فاش دی۔ اور کئی وجہ سے دیر ہو جانے کے بعد مچھلی پٹم پہنچ کر ۶۔ مارچ ۱۷۵۹ء کو شہر کا محاصرہ شروع کر دیا۔ ۷۔ اپریل کو شہر فتح ہوا۔ صلابت جنگ انگریزوں سے آ ملا۔ اور اس طرح اس علاقے سے فرانسیسیوں کا اقتدار اُٹھ گیا۔ یہ تاریخ ہندوستان کا نہایت ہی باوقعت واقعہ ہے۔ کیونکہ اس سے فرانسیسیوں کے آخری زوال کی راہ نکل آئی۔ اور اگرچہ آج کل فورڈ کا کوئی نام تک بھی نہیں جانتا۔ لیکن مشہور اینگلو انڈین افسروں میں اس شخص کا بڑا درجہ ہے +

اسی اثنا میں لالی کی تقدیر اور بھی برگشتہ ہوتی چلی گئی۔ اُس نے اکتوبر ۱۷۵۸ء میں ارکاٹ کو تو بیشک فتح کر لیا۔ مگر اس فتح نے کچھ کام نہیں دیا۔ اور روپے کی کمی سے اُس کی مہمات میں اٹکاؤ اُسی طرح جاری رہا۔ دسمبر میں وہ یہ دلیرانہ پیچ کھیلا۔ کہ مدراس کا محاصرہ کر لیا۔ اور کچھ کامیابی بھی اُسے ہوئی۔ لیکن انگریزوں کی کمک کو ایک بیڑا آ پہنچا۔ اور اُسے ارکاٹ واپس جانا پڑا +

ان لڑائیوں میں انگریزوں کو اس بات سے بھی

بہت فائدہ پہنچا - کہ فرانسیسی امیر البحر دل چلے اور ہمّت والے آدمی نہ تھے - عین موقع پر ایک بیڑا تو ہندوستان چھوڑ کر جزیرۂ ماریشس چلا گیا - دوسرے بیڑے کا ایک حصّہ کچھ لڑائی بھڑائی کے بعد پانڈی چری پہنچا - اور اُس نے سپاہ اور خزانہ ساحل پر اُتارا - لیکن امیر البحر ڈرپوک تھا - اُتار کر ٹھیرا نہیں - چلا گیا +

انہی ایّام میں کرنل کوٹ جو بعد میں سر آئر کوٹ ہوُا - مدراس میں پہنچا - اور اُس نے ۲۲ - جنوری ۱۷۶۰ء کو وانڈے واش کے مقام پر فرانسیسیوں کو شکست فاش دی - ہر ایک جانب چار چار ہزار سپاہی تھے - جن میں سے نصف کے قریب فرنگستانی تھے - فرانسیسیوں کو بہت نقصان کے ساتھ شکست ہوئی - اور جنوبی ہندوستان میں جہاں اُنہیں بہت طاقت حاصل ہوگئی - اُن کا تمام اختیار خاک میں مل گیا + یہ لڑائی دنیا کی فیصلہ کرنے والی لڑائیوں میں شمار کی جاتی ہے - کیونکہ اس سے ہند میں فرانسیسی حکومت کا خاتمہ ہوگیا +

لالی پس پا ہوکر پانڈی چری چلا آیا - کوٹ آہستہ آہستہ اور احتیاط سے بڑھا - اور ستمبر کے قریب پانڈی چری کا محاصرہ کر لیا - آخر جنوری ۱۷۶۱ء میں دشمن کو یہ شہر انگریزوں کے حوالے

کرنا پڑا ٭
فرانسیسیوں کا قاعدہ تھا۔ کہ اُن کے جو افسر کامیاب ثابت نہیں ہوتے تھے۔ اُن سے بُرا سلوک کرتے تھے۔ چنانچہ باوجودیکہ چند۔ افسرانِ تجربہ کار کو یقینِ واثق تھا۔ کہ لالی نے ناموافق اور مخالف حالات میں بھی بہتر سے بہتر کام کرکے دکھایا۔ اِس پر بھی اس کے اہلِ ملک نے اُس سے بُرا ہی سلوک کیا۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے۔ کہ "فرانسیسی اپنی مصیبتوں کا باعث لالی کو سمجھتے تھے۔ اور اسی خیال سے اُس شخص سے اُن کی نفرت روز مرہ بڑھتی چلی گئی۔ اور جب اُس کے ہاتھ میں اختیار نہ رہا۔ تو کھلم کھلا اہلِ وطن اُسے دھمکیاں اور گالیاں دینے لگے"۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ لالی کو ایسے واقعات پیش آئے تھے۔ کہ اُن ہیں اُس سے کیا۔ کسی سے بھی کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ با ایں ہمہ اس شخص نے بہت کچھ خوش تدبیری دکھائی۔ اُس نے غلطیاں کی تھیں۔ تو یہ کی تھیں۔ کہ اہلِ ہند پر زیادتیاں کرکے روپیہ وصول کیا تھا۔ اور بسی سے رشک و حسد رکھتا تھا۔ لیکن ان باتوں کا الزام اُس کے ہم وطن اُس کے سر پر نہیں رکھتے۔ اس پر غضب یہ ہے۔ کہ جو گورنمنٹ روپیہ نہ بھیج کر اُس کی ناکامی کا باعث ہوئی تھی۔ اُسی نے اُسے معزول کرکے اور فرانس میں بُلا کر سزا دے

قتل دی ۔

اس طرح مدراس میں لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ اخیر ۱۷۶۹ء میں فرانسیسیوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی بھی ٹوٹ گئی۔ اور ہندوستان میں فرانسیسی سلطنت قائم ہونے کی جو امیدیں تھیں۔ وہ سب خاک میں مل گئیں۔ انگریزوں نے وہ فتح کامل پائی۔ کہ جن ایّام میں جنگِ امریکہ سے طاقتِ انگریزی ڈگمگا رہی تھی۔ اور جن ایّام میں نپولین کا ستارہ اوج پر تھا۔ اُن ایام میں بھی انگریزوں کو فرانسیسیوں سے کبھی خطرہ نہ ہوُا۔ اس طرح سب سے اخیر فرنگستانی رقیب بھی ہندوستان سے نکل گئے۔ اور کرنل فورڈ اور کوٹ نے سلطنتِ انگریزی کی بنیاد مدراس میں ڈالی۔ ان دونو سپہ سالاروں کو کلائیو نے ہی منتخب کیا تھا۔ اور یہ کلائیو ہی کے قدم پر قدم رکھتے تھے ۔

سولھواں باب

ہندوستان میں انگریزی راج کی ترقی

ان ایام میں بنگال میں جو واقعات پیش آ رہے تھے - وہ وقعت میں واقعاتِ مدراس سے بھی بڑھے ہوئے تھے - ۹ - اپریل ۱۷۵۶ء کو علی ویردی خاں نے وفات پائی - بد قسمتی سے اُس کا جانشین شجاع الدولہ ہؤا - یہ نوجوان سخت بد نام تھا - اور انگریزوں سے اُسے خاص نفرت تھی - اس کا ارادہ تھا - کہ کلکتہ سے اُن کی بیخ و بنیاد اُکھاڑ دے - چنانچہ اُس نے گورنر ڈریک کو لکھا - کہ فورٹ ویم کے گرد جو مورچے بنائے جا رہے ہیں - اُنہیں گرا دو - ڈریک نے جواب دیا - کہ ہماری فرانسیسیوں سے لڑائی ہونے والی ہے - مورچے حفاظت کے واسطے بنائے ہیں - اس پر نواب پچاس ہزار فوج لے کر کلکتے پر چڑھ آیا -

اس چڑھائی کا جو نتیجہ ظہور میں آیا۔ اُسے بیان کرتے ہوئے مؤرخ نہیں تھکتے۔

شجاع الدولہ ۱۷- جون کو کلکتے پہنچا۔ انگریزوں کی حالت ایسی نہ تھی۔ کہ مقابلے کے سامنے پیش آتے۔ چنانچہ ڈریک تو بھاگ گیا۔ اور ہولل گورنر کلکتہ کو اطاعت کرتے بنی۔ مؤرخین لکھتے ہیں۔ کہ ظالم نواب نے ۱۴۶ مرد اور عورتوں کو تمام رات ایک چھوٹے سے تہ خانے میں بند رکھا۔ صبح کلکتہ کے اس بلیک ہول کے واقعہ سے صرف ۲۳ آدمی جان بر ہوئے۔ ہولل بھی بچ گیا۔ مگر وہ قید کرکے مرشد آباد بھیجا گیا۔

تین ہفتے بعد اس واقعہ کی خبر کلائو کو پہنچی۔ جو اب مدراس کا گورنر تھا جو تدابیر وہ عمل میں لایا۔ اُن میں دیر بہت لگی۔ اور جہاز برسات کے باعث سے بھی رُکے رہے۔ لیکن ۲۰- دسمبر کو کلائو اور امیر البحر واٹسن ایک چھوٹا سا بیڑا لے کر ہگلی پہنچے۔ اور دشمن کو فوراً کلکتے سے نکال دیا۔ آخر سراج الدولہ نے تاوان ادا کرکے انگریزوں کو بدستور

کلائو

کلکتے میں رہنے دینے کا عہد کر لیا۔
یہ نواب انگریزوں سے بہت جلتا تھا۔ اور چونکہ اُس کے پاس انگریزوں سے زیادہ فوج تھی۔ اُس نے سوچا۔ کہ پھر جب موقع ملا۔ انگریزوں کو نیست و نابود کر دونگا۔ یہ موقع ۲۳۔ مارچ ۱۷۵۷ء کو ملا۔ کلائو نے یہ سُن کر کہ یورپ میں جنگِ ہفت سالہ شروع ہو گئی ہے۔ فرانسیسیوں کی بستی چندر نگر پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ لیکن یاد رہے۔ کہ امیر البحر واٹسن نے اوّل اوّل نواب کی اجازت بغیر چندر نگر پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ نوجوان نواب کو فورٹ ولیم کے مورچوں پر جیسا غصہ آیا تھا۔ ویسا ہی اُس معاملے پر آیا۔ کیونکہ ایسے معاملات سے اُس کے اختیارات پر حرف آتا تھا۔
کلائو جانتا تھا۔ کہ دشمن مجھ پر حملہ کیا چاہتا ہے چنانچہ اُس نے اس بات کی روک تھام شروع کی۔ کہ سال گذشتہ کی سی زیادتیاں انگریزوں پر نہ ہونے پائیں۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ کلکتے کے مالدار تاجر سراج الدولہ کی کمزور اور ظالمانہ حکومت سے بیزار ہیں۔ اس واسطے ارادہ ہوا۔ کہ سراج الدولہ کی بجائے اُس کے سپہ سالار میر جعفر کو گدی پر بٹھا دیا جائے۔ چنانچہ نہایت نازک اور مشکل سازشوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس میں نواب کے وزیر بھی شامل تھے۔ اور ممبر

کونسل مسٹر واٹسن بھی۔ اوما چند جو ایک امیر اور بڑا چالباز تاجر تھا۔ بیچ میں پڑا۔ سازش کرنے والوں کے لیئے ضروری تھا۔ کہ وہ اوما چند پر پورا پورا بھروسہ کریں۔ لیکن یہ چالاک آدمی وقت پر بگڑ بیٹھا۔ اور یہ کہنے لگا۔ کہ مجھے بیس لاکھ روپیہ دو۔ ورنہ سازش کا کچّا چٹھا سراج الدولہ سے جاکر کہتا ہوں۔ مگر کلائو یہ پیچ کھیلا۔ کہ عہد نامہ دو طرح کے کاغذ پر تحریر کرایا۔ اصلی سفید کاغذ پر۔ اور جعلی سُرخ کاغذ پر۔ اصلی میں اوما چند کا کچھ ذکر نہ تھا۔ اور جعلی میں پورے انعام کا وعدہ درج تھا۔ امیر البحر واٹسن نے سُرخ عہد نامے پر دستخط کرنے سے انکار کیا۔ لیکن کلائو نے اُس کی مرضی کے بغیر امیر البحر کے دستخط خود کر دئے۔

آخرکار نواب کو بھی اس سازش کا شُبہ ہُوا۔ اور اُس نے روک تھام شروع کی۔ اُسے خیال تھا۔ کہ میر جعفر وفادار ہے۔ چنانچہ قاسم بازار سے بائیس میل کے فاصلے پر پلاسی گاؤں میں اپنی فوج کے گرد مورچے بنائے۔ کلائو تھوڑی سی فوج کے ساتھ جس میں نو سو گورے دو سو یوریشین اور دو ہزار ایک سو ہندوستانی سپاہی تھے چندر نگر سے روانہ ہُوا۔ اُس کے ساتھ دو چھوٹی توپیں اور آٹھ چھ پونڈ والی گولہ انداز توپیں

تھیں ✤

۲۱- جون کو وہ دشمن کے قریب جا پہنچا- لیکن چونکہ میر جعفر پر اعتبار نہ تھا- اس واسطے دریاے گنگا سے پار اُترنے میں پس و پیش تھی - کلائو لڑائی کی بھاری ذمہ واری بھی اپنے سر لیتا ہوُا گھبراتا تھا - چنانچہ اُس نے صلاح و مشورہ کے لئے اپنی فوج کے افسروں کو جمع کیا - انہوں نے لڑائی کے خلاف راے دی- لیکن کچھ سوچ بچار کر کلائو نے دوسرے روز لڑائی ٹھیرا ہی دی - چنانچہ صبح ہی فوج روانہ ہوئی- اور نصف شب کے قریب پلاسی جا پہنچی - ۲۳ - جون ۱۷۵۷ء کو لڑائی کا بازار گرم ہوُا ✤

نوّاب کی مورچہ بندی مضبوط تھی - اور فوج کی تعداد پچاس ہزار تھی- جس میں فرانسیسیوں کا ایک چھوٹا سا دستہ اور بہت سی توپیں بھی شامل تھیں- صبح یہ کثیر فوج آگے بڑھی - اور اُس کی گولہ باری سے کلائو کے دس گورے اور بیس ہندوستانی سپاہی کام آئے- کلائو نے اپنی فوج ہٹا کر آم کے ایک جُھنڈ میں کھڑی کر دی- دوپہر کے وقت بارش ایسی سخت ہوئی -کہ نوّاب کا توپخانہ بیکار ہوگیا - اس کے وفادار نوکر میر مدن کے بھی گولہ لگا- اور وہ مرگیا - نوّاب کے چھکّے چھوٹ گئے- اُس نے میر جعفر کی منّت کی - کہ میرا ساتھ

نہ چھوڑنا۔ لیکن اس فریبی نے اِدھر تو نواب سے رفاقت کا اقرار کیا۔ اور اُدھر کلائیو کو یہ پیغام بھیجا۔ کہ جتنی جلد ہو سکے۔ حملہ کر دو۔ دو بجے کے قریب لڑائی کے طور اور بھی بے طور ہو گئے۔ اور ایک اور نمک حرام نوکر نے نواب کو بھاگنے کی صلاح دی۔ چنانچہ وہ سانڈنی پر سوار ہو کر مرشد آباد بھاگ گیا۔

کلائیو کو ہنوز میر جعفر کا خط نہیں ملا تھا۔ اور حیران تھا۔ کہ کیا کروں۔ لیکن برابر بڑھا چلا آیا۔ اور جانباز فرانسیسی دستے کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اُس نے یہ بھی دیکھا۔ کہ میر جعفر کی فوج کچھ کام نہیں کر رہی ہے۔ چنانچہ بڑھ کر دشمن کے ایک مورچے اور پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے حریف کی تمام فوج زد میں آگئی۔ یہ لڑائی کچھ جوش و خروش کے ساتھ نہیں ہوئی۔ اور پانچ بجے ختم ہو گئی۔ انگریزوں کے ستر آدمی کام آئے۔ سات سال بعد بکسر کے مقام پر جو لڑائی ہوئی۔ اُس کی طرح یہ لڑائی فیصلہ کر دینے والی نہ تھی۔ ہاں اُن لڑائیوں میں سب سے مقدم اور معرکے کی تھی۔ جن سے ہندوستان کی حکومت کمپنی کے ہاتھ آگئی۔ اس سے کلائیو اور اُس کی سپاہ کی دلیری تو عیاں ہوتی ہے۔ لیکن ہندوستان کی انگریزی لڑائیوں میں اس کا درجہ کچھ اعلےٰ

نہیں ہے - کیونکہ حریف کی فوج بالکل نکمی تھی - اور اگر کلائو کو یہ یقین نہ ہوتا - کہ سازش اور دغا بازی اپنا کام ضرور کریگی - تو وہ ہرگز بڑھ کر مقابلہ نہ کرتا - لیکن کچھ ہی کیوں نہ ہو - فاتحوں کو جو امیدیں تھیں - وہ اس فتح سے پوری ہوگئیں - سراج الدولہ گرفتار ہؤا - اور میر جعفر کے آدمیوں نے اُس کو مار ڈالا +

لڑائی کے بعد میر جعفر صوبہ دار مقرر کیا گیا - اس نے کلکتہ مستقل طور پر کمپنی کے حوالے کیا - اور نقصان کے عوض بہت سا روپیہ دینے کا وعدہ کیا - اوما چند پر جب جعلی عہد نامے کا حال کھُلا - تو وہ پاگل سا ہوگیا - اور چند سال بعد مرگیا +

کلائو کا اوما چند کو دھوکا دینا سب نے نا پسند کیا ہے - اس بات میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے - کہ کلائو کے چال چلن پر صرف اسی فریب کا ایک دھبا ہے +

کلائو اور اور افسروں نے میر جعفر سے بڑی بڑی رقومات اڑائیں - نتیجہ یہ ہؤا - کہ نئے صوبہ دار کے پاس روپیہ نہ رہا - کلائو اب کلکتے میں پریذیڈنٹ تھا - لیکن چونکہ میر جعفر کا مزاج ایسا تھا - کہ کبھی کچھ کبھی کچھ اور نیز رعایا پر زیادتیاں کرتا رہتا تھا - اس وجہ سے کلائو کو بہت دقتیں پیش آتی

رہتی تھیں +

اب میر جعفر نے ولندیزوں سے سازشیں شروع کیں - اور ۱۷۵۹ء میں ایک ولندیزی بیڑے نے آکر انگریزی بستیوں کو زیر کرنا چاہا- لیکن کموڈور ولسن نے ولندیزی بحری فوج کو شکست دی اور کرنل فورڈ نے بری فوج کو - انگریزوں اور ولندیزوں کی یہ آخری لڑائیاں تھیں - فتح کے بعد کلائیو نے بے وفا نوّاب کا قصور معاف کر دیا +

کلائیو ۱۷۶۰ء میں ہندوستان سے رخصت ہؤا - ان ایّام میں ہندوستان کی حالت مندرجۂ ذیل تھی - شاہ مغلیہ کی حکومت برائے نام رہ گئی تھی - اور دہلی کے آس پاس کے چند ضلعوں کے سوا کہیں باقی نہ تھی - لیکن اس کا نام بڑا تھا - اور فاتحین اسی کے نام سے ممالک فتح کرتے اور اُن پر قابض ہوتے تھے - انگریز اپنی فتوحات کے باعث بنگال اور مدراس میں محفوظ تھے - شجاع الدّولہ کے ماتحت جس کا ذکر ہم آگے کرینگے - صوبہ اودھ خود مختار ہو چکا تھا - ۱۷۶۱ء میسور میں حیدر علی کی طاقت بڑھ رہی تھی - انہیں ایّام میں اس بات کا اندیشہ تھا - کہ مرہٹے مغلیہ بادشاہوں کی جگہ ہندوستان کے حکمراں بن جائینگے +

لیکن ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں کی امیدیں خاک میں مل گئیں - مرہٹی فوج ہندوستان کے ہر ایک حصّے

میں دخل پا چکی تھی۔ جب دہلی میں درباریوں کی سازشوں سے بد نظمی پھیلی۔ تو مرہٹوں نے اُس کا فائدہ اُٹھا کر شہر کو لوٹا۔ لیکن ۷۔ جنوری ۱۷۶۱ء کو اُن کی بڑی بھاری فوج نے پانی پت کے میدان پر احمد شاہ ابدالی سے شکست کھائی۔ یہ واقعہ انگریزوں کی خوش قسمتی کا باعث ثابت ہؤا۔ کیونکہ اس سے شاہِ مغلیہ برائے نام ہندوستان کا بادشاہ بنا رہا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ مرہٹوں کی نسبت اُسے زیر کر لینا آسان بات تھی۔ پانی پت کی لڑائی میں پیشوائے چہارم خود شامل تھا۔ اور شکست کھانے کے تھوڑے عرصے بعد دل شکستہ ہوکر مر گیا۔ اس کے بعد اُس کا بیٹا مادھو راؤ گدی پر بیٹھا۔ یہ بڑا آدمی ہؤا ہے۔ اور بعد میں جو بڑے بڑے واقعات پیش آئے۔ اُن میں اُس نے بہت حصّہ لیا ہے۔

ان دنوں میں انگریز کلکتے میں انتظاماتِ داخلی میں مصروف تھے۔ وین سٹارٹ اور اَور انگریزوں کی حرص و طمع کے حالات یہاں لکھنے کچھ ضروری نہیں۔ ان لوگوں نے اپنے فائدے کو مدّ نظر رکھکر دو مرتبہ بنگال کو بیچ ڈالا۔ اور اپنی شرارتوں سے معاملاتِ ملکی کا ناس کردیا۔ وین سٹارٹ جیسے کلاہوؔ نے غلطی کھا کر ایک بڑا عہدہ عطا کر دیا تھا۔ خود تو دیانت دار آدمی تھا۔ لیکن

اس میں اپنے بد دیانت ماتحتوں کے دبانے کی لیاقت نہیں تھی۔ پس کلائو جو چند سال ہندوستان سے غیر حاضر رہا۔ اس سے اٹھارھویں صدی میں کمپنی کے کل معاملات پر بد دیانتی کا داغ لگ گیا۔ ۱۷۶۱ء میں انہیں لوگوں نے میر جعفر کو گدی سے اتار کر میر قاسم کو بٹھایا۔ لیکن یہ انتخاب مفید مطلب ثابت نہ ہؤا۔ میر قاسم انگریزوں کے ہاتھ میں کٹ پتلی بن کر نہیں رہنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے انگریزوں کے خلاف نواب اودھ سے سازشیں شروع کیں۔ اس نے کونسلِ کلکتے کو یہ شکایت لکھ کر بھیجی۔ کہ میرا اختیار نہیں مانا جاتا۔ اور یہ بات تھی بھی کسی قدر سچّی۔ لیکن ۱۷۶۳ء میں اس نے دو ہزار انگریزی سپاہیوں کے ٹکڑے اڑوا دئے۔ اور دو سو بے گناہ انگریزی قیدیوں کو مروا ڈالا۔ یہ واقعات پٹنے میں ہوئے۔ انگریزوں نے فوراً پٹنہ پھر فتح کر لیا۔ اور میر قاسم کو نوابِ اودھ کے ہاں بھاگ کر پناہ لینی پڑی + شاہِ عالم بادشاہِ مغلیہ اُس وقت اودھ میں تھا۔ اُس کی اور شجاع الدولہ کی فوج نے مل کر میر قاسم کی امداد کے لئے پٹنے کی طرف کوچ کیا۔ مئی ۱۷۶۴ء میں یہ فوج پٹنے سے ہٹا دی گئی۔ لیکن انگریزوں کی فتح کے بعد ہندوستانی سپاہیوں نے غدر مچا دیا۔ میجر منرو نے اس کا

انتظام کیا - سرغنوں کو سزا دی - اور بڑی مشکل
سے سپاہیوں کا دل ہاتھ میں لے کر سات ہزار
فوج کی جمعیت کے ساتھ بکسر کی طرف بڑھا - یہاں
۱۷۶۴ء میں دشمنوں کی فوج کو اُس نے شکست
دی - اس سے نوابِ اودھ کا اقتدار بنگالے سے
اُٹھ گیا - اور اُس کی جگہ کمپنی کا اقتدار قائم
ہو گیا +

کونسل کلکتہ نے اس فتح کے نتائج کو بھی
خراب کرنا شروع کر دیا - لیکن ۱۷۶۵ء میں کلائیو
ولایت سے واپس آ گیا - اور اُس نے بہت کچھ
سنبھال لیا - اسی سال میں شاہِ عالم نے کمپنی کو
سند دیوانیٔ بنگال کی عطا کی - یعنی یہ اختیار
دیا کہ بنگال - بہار - اڑیسہ کے محاصل وصول کیا
کرے - اس کے عوض کمپنی نے بادشاہ کو خراج
کی بڑی بھاری رقم اور میر جعفر کے بیٹے
نوابِ مرشد آباد کو ایک بیش قرار پنشن دینے
کا وعدہ کیا - اس طرح سے انگریزی تاجر ہندوستان
کے سب سے زرخیز حصّے کے مالک بن گئے - اور
یہ کلائیو کی عقلمندی کا نتیجہ تھا +

اخیر مرتبے کلائیو ہندوستان چھوڑ کر ۱۷۶۷ء
میں ولایت واپس گیا - لیکن جو انتظامِ سلطنت
اُس نے قائم کیا تھا - اُس میں کامیابی کی صورت
نظر نہیں آئی - کمپنی نے ایک شخص رضا خاں

کو نوابِ مرشد آباد کا نائب مقرر کیا اور اُس کے ذریعہ سے معاملات طے ہونے لگے۔ لیکن کچھ اندھیر سا مچ گیا۔ اس پر مصیبت یہ ہوئی۔ کہ اُنہیں ایام میں بنگال میں سخت قحط پڑنے لگا۔ اس پر انگلستان میں ڈائرکٹروں نے یہ ارادہ کیا۔ کہ دیوانی کا کام اچھی طرح کیجئے۔ چنانچہ ۱۷۷۲ء میں وارن ہیسٹنگز کو گورنر بنگال مقرر کر کے بھیجا +

جتنے انگریزوں نے ہندوستان میں حکومت کی ہے۔ اُن میں ہیسٹنگز سب سے لائق و فائق آدمی ہے۔ اُس نے نہ تو فتوحات کیں ۔ نہ کمپنی کے مقبوضات بڑھائے۔ لیکن اس کی طویل حکومت استحکام اور اصلاح کا زمانہ تھا۔ اس میں بڑی خوبی یہ تھی۔ کہ نہ جنگ کے زمانے میں گھبراتا تھا۔ نہ امن کے دنوں میں۔ تاریخ انگلستان میں یہ بڑی مصیبت کا زمانہ ہے۔ لیکن ہیسٹنگز نے ہندوستان میں نہ انگریزوں کی عزت پر حرف آنے دیا۔ نہ اُن کے قوائد میں فرق آنے دیا۔

وارن ہیسٹنگز

ہیسٹنگز نے تحصیلِ لگان پولیس اور عدالتوں کے خراب انتظام کو درست کیا - اس کا یہ بھی ارادہ تھا - کہ کمپنی کے ملازموں کی تنخواہیں بڑھا کر انہیں سوداگری کرنے سے باز رکھے - اور اُس نقصان کو رفع کردے - لیکن کمپنی نے تنخواہوں کا بڑھانا منظور نہ کیا +

ہیسٹنگز کی لیاقت اس باعث سے اور بھی قابلِ تعریف ہے - کہ کونسل کے ممبر اس سے ذاتی خصومت رکھتے تھے - اور قدم قدم پر رکاوٹیں ڈالتے تھے - ۱۷۷۳ء کے رگیولیٹنگ ایکٹ کے بموجب وہ کمپنی کے تمام مقبوضاتِ ہند کا گورنر مقرر ہوگیا - یہ قانون بنایا تو اچھی غرض سے گیا تھا - لیکن نہ تو قابلِ اطمینان تھا - نہ احتیاط سے مرتب کیا گیا تھا - اوّل تو یہی بات صاف صاف نہیں کی گئی تھی - کہ گورنرانِ بمبئی و مدراس کے مقابلے میں نئے گورنر کے اختیارات کیا کیا ہیں؟ دوسرے یہ بڑی خرابی تھی - کہ اس قانون کی رو سے گورنر کے تمام اختیارات بنگال میں بھی جاتے رہے تھے - اب کونسل میں کل پانچ ممبر تھے - اور گورنر کو یہ اختیار نہ تھا - کہ اُن کے احکام رد کردے - اور ممبروں کی طرح گورنر کی بھی ایک ہی معمولی ووٹ یا رائے تھی - اور رایوں کی برابری کی صورت میں ایک کاسٹنگ ووٹ یا رائے قطعی - لیکن

پانچ ممبروں کی صورت میں اُس کا کام شاذ و نادر ہی پڑا کرتا تھا +

بارول جو کمپنی کا ملازم اور ہیسٹنگز کا پورا پورا طرفدار تھا۔ اس کونسل کا ایک ممبر تھا۔ باقی انگلستان سے آئے تھے۔ اُن کے نام مندرجۂ ذیل ہیں۔ جنرل کلیورنگ۔ کرنل مان سن اور سر فلپ فرانسس۔ ان میں سے سر فلپ کو اپنی راستبازی اور لیاقت پر بڑا ناز تھا۔ لیکن یہ شخص غضب کا تند مزاج اور زباں دراز تھا۔ اگر اسے یہ اختیار ہوتا۔ کہ اپنی رائے پر چلے۔ تو شاید کمپنی کی عملداری کا خاتمہ ہی ہوگیا ہوتا +

رگیولیٹنگ ایکٹ کی رو سے ایک سپریم کورٹ بنی اور اُس کے جج بھی مقرر ہوئے۔ جن میں ایک سر ایلیجاہ امپے بھی تھا۔ کونسل قدم قدم پر ہیسٹنگز کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کو کمر باندھے بیٹھی تھی۔ اُنہیں پہلا موقع جنگِ روہیلہ کے متعلق ملا۔ جو ممبرانِ کونسل کے ہندوستان میں آنے سے پہلے ہی ختم ہو چکی تھی۔ ان ایام میں نوابِ اودھ کمپنی کا دوست بنا ہوا تھا۔ افغانوں کی ایک قوم یعنی روہیلے جنہوں نے محمد شاہ کے عہد میں صوبہ روہیلکھنڈ فتح کر لیا تھا۔ روہیلکھنڈ میں رہتے تھے۔ اُن سے نوابِ اودھ کو خطرہ بھی لگا رہتا تھا۔ اور وہ مرہٹوں

سے سازشیں بھی کرتے رہتے تھے۔ نواب نے ہیسٹنگز کو اس شرط پر چالیس لاکھ روپیہ دینا منظور کیا۔ کہ روہیلوں کو تباہ کر دیا جائے۔ ہیسٹنگز نے منظور کر لیا۔ اور کمپنی کی سپاہ نے ۱۷۷۴ء میں روہیلوں کو زیر بھی کر لیا۔ کمپنی کی اور لڑائیوں کی طرح یہ لڑائی بھی انسانیت اور رحم دلی کے ساتھ ہوئی۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ کمپنی کا رفیق خطرے سے آزاد ہو جائے۔ لیکن انگریزی فوج کو اُجرت پر لڑانے کا اصول خراب تھا۔ اور بعد میں اُس پر کبھی عملدرآمد نہیں ہوا۔ ہیسٹنگز کو روپے کی سخت ضرورت تھی۔ اور ڈائرکٹر برابر یہ لکھتے جاتے تھے۔ کہ جس طرح ہو۔ بنگال ہی میں سے روپیہ بہم پہنچاؤ۔ اس موقع پر نواب کے چالیس لاکھ روپے غنیمت تھے۔ چنانچہ سر فلپ فرانسس اور اور ممبروں نے اس معاملے سے ناراضگی تو ظاہر کی۔ لیکن اس میں روڑا نہیں اٹکایا۔

مالی ضرورت رفع کرنے کی ایک اور سبیل بھی نکلی۔ کمپنی نے شاہِ عالم کو اضلاع کورا والہ آباد دے دئے تھے۔ اور بنگال کے محاصل میں سے ہر سال خراج کا بہت سا روپیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ چونکہ اب شاہِ عالم مرہٹوں کے ہاتھوں میں کٹ پتلی کی طرح تھا۔ اس وجہ سے ہیسٹنگز نے خراج بند کر دیا۔ اور دونو ضلعے نوابِ اودھ کے

ہاتھ بیچ ڈالے +

اس پر فرانسس اور اُس کے دوستوں نے ہیسٹنگز کو دق کرنا شروع کیا - اور اس مطلب کے واسطے نہایت خراب وسائل اختیار کئے - جو شخص ہیسٹنگز کے خلاف جس طرح کی شکایت لاتا - فوراً اُس کی شکایت سنی جاتی - اُنہیں شکایت کرنے والوں میں سے ایک امیر بنگالی برہمن نند کمار تھا - لیکن جعل سازی کے جرم میں ماخوذ ہوکر اُس کی تمام سازشوں کا خاتمہ ہوگیا - سپریم کورٹ نے اُس کا مقدمہ سُنا - اور جرم قائم کرکے اُسے پھانسی کی سزا دی - اس سے ہیسٹنگز کے خلاف تمام شکایتیں فوراً بند ہوگئیں - یہ واقعہ ۱۷۷۵ء کا ہے +

دوسرے سال مانسن نے وفات پائی - اس سے ہیسٹنگز کی تمام مشکلات دور ہوگئیں - اور اب کونسل میں اُس کی مرضی کے مطابق کام ہونے لگا - کونسل کے باہمی جھگڑوں کے بیان کی یہاں ضرورت نہیں - ہاں ہیسٹنگز کی حکمتِ عملی سے جتنا اُن کا تعلق ہے - وہ ہم بیان کرینگے - ان ایام میں بڑی اچھی بات یہ ہوئی - کہ ہیسٹنگز اپنی راے کے مطابق کام کرنے لگا - کیونکہ مرہٹوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع ہوگئی تھی +

مادھو راؤ پیشواے چہارم ۱۷۷۲ء میں مر گیا -

اور اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی نرائن راؤ پیشوا قرار پایا۔ اور اُس کا چچا رگھو ناتھ راؤ سر پرست ہوا۔ کچھ عرصہ بعد رگھو ناتھ راؤ کی بیوی انند بائی کی سازش سے نرائن راؤ پیشوائے پنجم مروا ڈالا گیا۔ اور رگھو ناتھ راؤ نے لقبِ پیشوائی اختیار کیا۔ مگر یہ ساری کارروائی بے فائدہ ثابت ہوئی۔ کیونکہ نرائن راؤ کے ہاں اس کے مرنے کے بعد ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام مادھو راؤ نرائن رکھا گیا۔ چالاک رگھو ناتھ راؤ نے یہ خبر مشہور کر دی۔ کہ یہ نرائن راؤ کا بیٹا ہی نہیں۔ اور انگریزوں کو اس معاملے میں اپنا طرفدار بنا لیا +

گورنمنٹِ بمبئی نے رگھو ناتھ راؤ کی اُس کے دشمنوں کے خلاف مدد کی۔ اور مرہٹوں کی لڑائی میں فتح پائی۔ لیکن کلکتے کی کونسل نے اس لڑائی کو پسند نہیں کیا۔ اور گورنمنٹِ بمبئی کو ۱۷۷۶ء کا عہد نامہ کرنے پر مجبور کیا۔ اس سے صرف سالسٹ انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ اور گورنمنٹِ بمبئی کو جو یہ توقع تھی۔ کہ بڑا بھاری علاقہ ملیگا۔ وہ جاتی رہی +

فرانسیسیوں سے بھی لڑائی ہوا چاہتی تھی۔ اور وہ مغربی ہندوستان میں سازشیں کر رہے تھے۔ چونکہ دنیا کے اَور حصّوں میں انگریزوں نے فرانسیسیوں سے ہزیمتیں پائی تھیں۔ اس واسطے

ہیسٹنگز چاہتا تھا - کہ ہندوستان میں اُن کا معاوضہ ہو جائے - چنانچہ بعد میں اُس نے کونسل میں کہا - "اگر یہ سچ ہے - کہ انگریزی فوج کو فرنگستان میں زک ہوئی ہے - تو جن شخصوں کے ہاتھ میں مشرق میں سلطنتِ برطانیہ کا نفع و ضرر ہے - اُن کا بڑا فرض یہ ہے - کہ قومی نقصان کی تلافی کریں - نانا فرنویس جو اس وقت پیشوا کے دربار میں ایک نہایت دانشمند اہلکار تھا - رگھو ناتھ راؤ کے برخلاف فرانسیسیوں سے سازش رکھتا تھا + آخر کار ہیسٹنگز نے یہی فیصلہ کیا - کہ رگھو ناتھ راؤ کی مدد پر ہوکر اُس کو پیشوا بنوائے - لیکن بمبئی میں لائق افسر موجود نہ تھے - ۱۵ - جنوری ۱۷۷۹ء کو کرنل کارنک کی فوج مرہٹوں کے نرغے میں آگئی - اور اُسے وارگاؤں کا شرمناک عہدنامہ منظور کرنا پڑا - جو ہیسٹنگز نے بعد میں نامنظور کر دیا +

ہیسٹنگز ایک لائق سپہ سالار جنرل گاڈرڈ کو روانہ کر چکا تھا - جو نہایت لیاقت اور تیزی سے کوچ کرکے ۱۷۷۹ء میں سورت پہنچا - اور بعد ازاں اس نے سیندھیا اور ہلکر دونو کی فوجوں کو میدان سے ہٹا کر قلعۂ بسین لے لیا - ۱۷۸۰ء کے شروع میں احمد آباد فتح ہوا - اور اسی سال کی ۴ - اگست کو کپتان پاپ ہام نے گوالیار کا مضبوط قلعہ سر کیا - سیندھیا جس کی طاقت اب باقی مرہٹہ سرداروں

بلکہ پیشوا سے بھی بڑھی ہوئی تھی۔ صلح کا خواہاں ہوا۔ اور مئی ۱۷۸۲ء میں سالبئی کا عہد نامہ ہوکر مرہٹوں کی پہلی لڑائی ختم ہوئی۔ ۱۷۷۶ء سے جو فتوحات فریقین نے کی ہوئی تھیں۔ واپس کر دی گئیں۔ اور رگھو ناتھ راؤ کی ایک بیش قرار پنشن مقرر ہوگئی۔ ساتھ ہی مرہٹوں نے یہ عہد کیا۔ کہ ہم فرانسیسیوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھینگے۔ غرض بہ ہیئتِ مجموعی یہ شرائط انگریزوں کے مفید مطلب تھیں +

فرانسیسیوں سے لڑائی چھڑی۔ تو انگریزوں نے اُن کی بہت سی چھوٹی چھوٹی بستیاں چھین لیں۔ اُنہیں میں سے ایک مقام ماہی تھا۔ جس پر گورنمنٹ مدراس نے قبضہ کر لیا۔ حیدر علی اس گاؤں کو اپنا علاقہ سمجھتا تھا۔ وہ انگریزوں کا سخت دشمن ہوگیا۔ یہ شخص اپنی جنگی اور ملکی لیاقت کی برکت سے ایک نہایت نیچے درجے سے بڑھتا بڑھتا نوّاب میسور بن بیٹھا تھا۔ ۱۷۶۶ء میں اس من چلے سپاہی نے انگریزوں کے ساتھ لڑائی کی تھی۔ اور دو سال کے جنگ و جدل کے بعد جس میں کبھی ایک فریق کو صورتِ کامیابی دکھائی دیتی تھی۔ اور کبھی دوسرے فریق کو۔ حیدر علی شہرِ مدراس پر آ پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حیدر علی اور گورنمنٹ مدراس کے درمیان صلح ہوگئی۔ یہ میسور کی پہلی لڑائی تھی۔

اب جولائی ۱۷۸۰ء میں اُس نے کرناٹک پر حملہ کر دیا۔ سر ہکٹر منرو اس وقت وہ جری سپاہی نہیں رہا تھا۔ جیسا جنگِ بکسر کے وقت تھا۔ چنانچہ جو تدابیر عمل میں لایا۔ وہ کمزور بھی تھیں۔ اور اُن سے شک و شبہ بھی ٹپکتا تھا۔ وہ کرنیل بیلی کے چھوٹے سے دستے کو کمک نہ پہنچا سکا۔ اور حیدر علی نے کانجی ورم کے مقام پر اس دستے کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑا دیئے۔ منرو مدراس کی طرف چلا گیا۔ اور دشمن نے میدان خالی پاکر ملک کو خوب لوٹا +

یہ شکست ستمبر ۱۷۸۰ء میں ہوئی تھی۔ ہیسٹنگز نے فوراً سر آئر کوٹ کو مدراس بھیجا۔ اور وہ نومبر میں وہاں پہنچا۔ جولائی ۱۷۸۱ء میں اس کار آزمودہ سپہ سالار نے اپنے سے دس گنی فوج دشمن پر پورٹو نووو کے مقام پر فتح پائی۔ اس طرح مدراس بچ گیا + لڑائی جاری رہی۔ اور فتوحات ہوتی رہیں۔ میسور کی مدد پر ایک فرانسیسی بیڑا تھا۔ اس وجہ سے ہیسٹنگز کو سخت دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ دسمبر ۱۷۸۲ء میں حیدر علی نے وفات پائی۔ اور اپریل ۱۷۸۳ء میں بہادر کوٹ بھی اپنی دلیرانہ کوششوں سے تھک کر اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اسی سال میسور پر پھر چڑھائی ہوئی۔ لیکن گورنر مدراس نے ہیسٹنگز کے حکم کے خلاف حیدر علی کے بیٹے ٹیپو سلطان سے صلح کی

درخواست کی - اور ۱۱ - مارچ ۱۷۸۴ء کو عہد نامہ
منگلور پر دستخط ہوگئے - اس میں سب سے بڑی
شرط یہ تھی - کہ جو انگریز ٹیپو نے قید کر رکھے
تھے - انہیں رہا کردیا جائے - اس طرح میسور کی
دوسری لڑائی کا خاتمہ ہؤا +

اس زمانہ سے ہندوستان میں انگریزوں کے تجارتی
مقاصد کا حقیقت میں خاتمہ اور خالص ملکی فتوحات
کا آغاز سمجھنا چاہئے - جب ۱۷۷۲ء میں وارن ہیسٹنگز
بنگال کا گورنر ہوکر آیا - تو اس کی غرض یہی معلوم
ہوتی تھی - کہ انگریزی تجارت کی بنیاد ہندوستان میں
مستحکم ہو جائے - اور جنگ و جدل جو کچھ بھی ہؤا -
اس کا مدعا غالباً تجارت کی حفاظت تھا - اس وقت
ہندوستان کے ساتھ ویسے ہی تجارتی تعلقات قائم کرنا
اور خاص خاص بندرگاہوں کے متعلق عہد نامے
ہو جانا ممکن معلوم ہوتا تھا - جیسے کہ اب سلطنتِ
چین کے ساتھ ہیں - لیکن یہ عہد نامے کئے کس
سے جاتے - کوئی مستقل دیسی حکومت تو تھی ہی
نہیں +

بنگالے کی دیوانی عطا ہونے کے زمانے تک ملازمین
کمپنی ایسے عہد نامے سلطنتِ مغلیہ سے حاصل کرنے
کی کوشش کرتے رہے - مدراس اور بمبئی کی گورنمنٹ
نے پونا - ارکاٹ اور حیدر آباد کی سرکاروں کے
ساتھ بھی اسی قسم کی کوشش کی - لیکن نتیجہ یہی

ہؤا - کہ انگریزوں کو اپنے ہمسایہ ریاستوں کے تنازعوں میں وقتاً فوقتاً دخل دینا پڑا - اور اس طرح آخر کار آہستہ آہستہ ملکی فتوحات کا سلسلہ قائم ہوگیا +

جنگِ میسور کے شروع ہوتے ہی کونسل میں ہیسٹنگز کی مشکلات انتہا کو پہنچ گئیں - اب کونسل میں تین ممبر تھے - یعنی ہیسٹنگز - فرانسس اور ویلر - ان میں سے ویلر ہیسٹنگز کا مخالف تھا - لیکن چونکہ فرانسس سے عہد ہو چکا تھا - اس لئے وہ ہمیشہ موافقت کرتا تھا - مگر یہ عہد قائم نہ رہا - فرانسس سے تکرار ہوئی - اور اُسے پنشن لے کر ولایت جانا پڑا - اب ہیسٹنگز اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے لگا - فرانسس نے بھی عوض لے کر ہی چھوڑا - ولایت جاکر وہ مشہور و معروف ممبر پارلیمنٹ یعنی مسٹر برک سے جا ملا - اور معاملاتِ ہندوستان اپنا رنگ چڑھا کر اُس سے بیان کئے - نتیجہ یہ ہؤا - کہ ہیسٹنگز کے نام پر یہ داغ لگ گیا - کہ اس نے اپنے اختیارات کو بہت بُرے طور پر استعمال کیا - وہ لائق آدمی تو تھا - لیکن دیانت دار اور راستباز نہ تھا +

ہیسٹنگز نے جو لڑائیاں چھیڑی تھیں - اُن میں روپیہ بہت صرف ہؤا تھا - چنانچہ اُسے پھر آمدنی کی تلاش ہوئی - چیت سنگھ راجۂ بنارس ایک باجگزار راجہ تھا - اور وہ بیس لاکھ روپیہ

سالانہ خراج ادا کیا کرتا تھا - ہیسٹنگز نے اُس
سے دو ہزار سواروں کی خدمات اور پانچ لاکھ روپیہ
سالانہ اَور طلب کیا - چیت سنگھ نے یہ بہانہ پیش
کیا - کہ میرے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے - لیکن
ہیسٹنگز جانتا تھا - کہ اُس کے پاس روپیہ بہت
ہے - چنانچہ اُس پر پچھتّر لاکھ روپیہ جرمانہ کر دیا -
اس میں شک نہیں - کہ یہ ہیسٹنگز کی زبردستی تھی -
اور اُس کی یہ دھمکی بھی بڑی زیادتی تھی - کہ
چیت سنگھ سے ایسا عوض لیا جائیگا - کہ وہ یاد رکھے -
ایک اَور بڑی غلطی یہ ہوئی - کہ ہیسٹنگز خود روپیہ
وصول کرنے بنارس پہنچا - وہاں بلوہ ہوگیا - اور
جنرل پوپ ہام نہ چھڑاتا - تو ہیسٹنگز کے جان
کے لالے پڑ گئے تھے - اس قصور میں چیت سنگھ
گدّی سے اُتارا گیا - اور اُس کے جانشین کو زیادہ
خراج ادا کرنا پڑا +

بیان کیا جاتا تھا - کہ چیت سنگھ کے معاملے میں
بیگمات اودھ نے بھی اُسے مدد دی تھی - ہیسٹنگز
عرصے سے یہ بھی چاہتا تھا - کہ میری مرضی کے
خلاف کونسل نے جو معاملات اودھ کا انتظام
کر دیا ہے - وہ بدل دوں - چونکہ شجاع الدّولہ
اب مر چکا تھا - ہیسٹنگز نے نوجوان نوّاب سے
مل کر بیگموں یعنی شجاع الدّولہ کی بیوی اور ماں
کا تمام مال و دولت لے لیا - بہت عرصے تک

جھگڑا ہوتا رہا۔ اور لوگ کہتے رہے ۔ کہ ہیسٹنگز نے بیگمات کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے +

چیت سنگھ اور بیگمات کے معاملے میں گورنر جنرل کو کمپنی کی طرف سے سخت ملامت ہوئی ۔جس سے اُس نے اپنے عہدہ سے استعفا دیدیا +

اور ۱۷۸۵ء میں ہندوستان سے رخصت ہو کر ولایت چلا گیا ۔ باوجود تمام مشکلات کے اُس کے عہدِ حکومت میں بہت سے معاملات طے ہوئے ۔ اوپر کے مختصر بیان سے اس شخص کی ہمہ دانی و باخبری اور عجیب و غریب دور اندیشی پوری پوری ظاہر نہیں ہوتی ۔ عرصہ دراز تک لوگ اُسے بُرا کہتے رہے ۔ لیکن اب اُس کی دیانت اور نیک منشی تسلیم ہوتی جاتی ہے ۔ اس کے خلاف بد دیانتی کا ایک ہی واقعہ ہے ۔ اور وہ یہ کہ کمپنی سے اُس نے یہ درخواست کی تھی ۔ کہ جو دس لاکھ روپیہ مجھے نوّاب اودھ نے دیا ہے ۔ وہ میں خود لے لوں ۔ کمپنی نے اس درخواست کو نامنظور کیا ۔ ان ایام میں اس قسم کی درخواست اُلٹا دیانت داری کا ثبوت ہے ۔ کیونکہ اور کوئی آدمی ہوتا ۔ تو کمپنی کو لکھے بغیر ہی روپیہ ہضم کر جاتا۔ ہیسٹنگز ایک لاکھ پونڈ کما کر ولایت لے گیا تھا۔ یہی رقم فرانسس نے اس سے سات گنے کم وقت میں کمائی تھی ۔غرض اٹھارھویں صدی میں دونو

پٹوں سے قطع نظر کریں - تو سرکاری ملازموں میں بہت کم آدمی ایسے نظر آتے ہیں - کہ رشوت لینے کے بارے میں ہیسٹنگز اُن سے بہتر نہ شمار کیا جائے +

ہیسٹنگز ۱۷۸۵ء میں انگلستان پہنچا - وہاں اس پر معاملاتِ ہند کے متعلق سات سال تک مقدمہ دائر رہا - اور باز پُرس ہوتی رہی - اس مقدمے میں مشہور معزز برک اس کے خلاف پیروکار تھا - جس کی پُر جوش تقریروں کا خلاصہ مکالے کے مضامین میں درج ہے - ہیسٹنگز کا اس مقدمہ پر بہت سا روپیہ خرچ ہوا - اٹھارھویں صدی میں جو انگریز ہندوستان میں بڑے بڑے کام کرتے رہے - اہلِ انگلستان نے اُن کی جیسی چاہیئے - قدر نہیں کی - لیکن فرانسیسیوں کے مقابلے میں پھر بھی اچھے رہے - کیونکہ اُن کی طرح نہ تو اُنہیں قید کیا گیا - نہ پھانسی دی گئی - اور نہ مفلس قلاش کر دیا گیا - ہندوستان میں انگریزوں کو اپنے اہلِ وطن کی طرف سے کافی امداد تو نہیں پہنچتی رہی - لیکن جو لوگ یہاں اپنے جان و مال اور صحت کو خطرے میں ڈال رہے تھے - اُنھیں افسرانِ انگلستان نے نہ دشمنوں کے حوالے کیا - نہ دغا سے پیش آئے - نہ قطعی چھوڑ دیا +

سترھواں باب

ہندوستان میں انگریزی راج کی ترقی مزید

لارڈ کارنوالس کو گورنر جنرل ہند کا عہدہ ابھی دیا نہیں گیا تھا - کہ ایک تقریر میں آپ نے فرمایا - "میں نہیں چاہتا - کہ جیتے جی اپنے بچّوں اور آرام کو چھوڑوں - اور ہندوستان کی سپریم گورنمنٹ سے جھگڑے کرتا پھروں - نہ مجھے فوجی اصلاح کا اختیار ہو - نہ خرابیوں کے دور کرنے کا - اور انجام میں کوئی نوّاب مجھے مارے - اور میں ہمیشہ کی ذلّت اُٹھاؤں"- اس بات سے صاف کھل جاتا ہے - کہ گورنر جنرل کے اختیارات کہاں تک تھے - لیکن ۱۷۸۳ء میں جو قانون رائج ہؤا - اُس سے یہ نقص دور ہو گئے - اور جب ۱۷۸۶ء میں کارنوالس ہیسٹنگز کی جگہ مقرّر ہو کر آیا - تو اُسے یہ اختیار تھا - کہ مناسب سمجھے - تو کونسل کی رائے کی پروا نہ کرے ساتھ ہی گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف دونو کے

اختیارات اُسے دئے گئے تھے +

اس کے عہدِ حکومت میں امن و امان کے ساتھ اصلاحیں ہوتی رہیں - لیکن ایک لڑائی بھی بہت بڑی ہوئی - حیدر علی کا بیٹا ٹیپو سلطان باپ کی طرح طاقتور اور اُس سے بھی بڑھ کر جنگ جو تھا۔ اُس نے ٹراونکور پر چڑھائی کی - تو انگریزوں سے بھی جھگڑے کی بنیاد پیدا ہوگئی - نظام الملک نے انگریزوں کا ساتھ دیا - کارنوالس نے سیندھیا کو بھی شریک کرنا چاہا - لیکن وہ الگ رہا - ۱۷۹۰ء میں جنرل میڈوز نے چڑھائی کی - مگر کامیابی نہ ہوئی - کارنوالس خود میدان میں آیا - اور ۱۷۹۱ء میں بنگلور کو سر کر لیا - لیکن سرنگا پٹم میں داخل نہیں ہوسکا - ۱۷۹۲ء میں کارنوالس پھر بڑی بھاری فوج لے کر سرنگا پٹم پہنچا - ٹیپو نے دیکھا - کہ انگریزوں کا مقابلہ مجھ سے نہیں ہو سکتا - اس باعث سے کچھ علاقہ اور تاوان دیکر صلح کر لی - کارنوالس نے ایک موقع پر کہا - کہ "ہم نے دشمن کو اپاہج بنا دیا ہے - اور دوستوں کی طاقت کو زیادہ نہیں ہونے دیا" +

اس جنگ سے جو میسور کی تیسری لڑائی کہلاتی ہے - انگریزی حکمتِ عملی کی تبدیلی ظاہر ہوتی ہے - حکام پہلے اور رؤسا سے الگ رہنا پسند کرتے تھے - اب کمپنی نے اس غرض سے اپنے

طرف دار ڈھونڈھنے شروع کئے - کہ ہندوستانی سرکاروں کی طاقت تُلی رہے - کوئی سب سے زیادہ زبردست نہ ہو جائے +

کارنوالس کا یہ کام سب سے زیادہ شکرئیے کے لائق ہے - کہ اُس نے ڈائرکٹروں کو مجبور کرکے کمپنی کے ملازموں کی تنخواہیں بڑھوائیں - اور یہ لوگ جو بطورِ خود تجارت کیا کرتے تھے - وہ سلسلہ موقوف ہوگیا - غرض اُس نے حکومتِ انگریزی میں اس دیانت داری اور ایمانداری کی بنیاد ڈالی - جو اب تک برابر ویسی ہی چلی جاتی ہے - یہ گورنر جنرل ہر قسم کی بد دیانتی کا سخت دشمن تھا +

بندوبست دوامی بنگال کے سبب سے بھی کارنوالس کا نام ہمیشہ یادگار رہیگا - ہندوستان کے اَور حصّوں کی مالگذاری میں اور اس صوبے کی مالگذاری میں یہ فرق ہے - کہ یہاں بندوبست اراضی ہمیشہ کے لئے ہوگیا ہے - اور اَور صوبوں میں ایک خاص میعاد کے بعد نیا بندوبست ہوتا رہتا ہے - یہ انتظام کارنوالس کا کیا ہؤا ہے - سر جان شور کا جو بعد میں لارڈ کارنوالس کا جانشین ہؤا - یہ خیال تھا - کہ بندوبست وقتاً فوقتاً ہوتا رہے - لیکن اس وقت کی میعاد لمبی مقرر کر دینی چاہئے - کارنوالس دوامی بندوبست چاہتا تھا - اور اُس نے

اس کام کو انجام پر پہنچایا +

کارنوالس نے فوجداری و دیوانی کے دستور العمل میں بھی اصلاحیں کیں - اور ایک قانون رائج کیا - جس کا نام ضابطۂ کارنوالس مشہور ہے - ہندوستان کا آج کل کا انتظام مالی و ملکی ہیسٹنگز اور کارنوالس کا جاری کیا ہوا ہے - جو کچھ ہیسٹنگز نے بلا اختیارات کرنا چاہا تھا - کارنوالس نے اُسے باقاعدہ طور سے لیاقت اور کامیابی کے ساتھ انجام کو پہنچایا - یہ گورنر جنرل ۱۷۹۳ء میں ہندوستان سے چلا گیا - اور وطن پہنچ کر اُس نے کہا - کہ "ہندوستان میں ہمارے معاملات بڑی کامیابی کے ساتھ ہو رہے ہیں +"

اس کا جانشین سر جان شور مقرر ہوا - یہ آدمی تو اچھا اور ایمان دار تھا - لیکن اپنے عہدے کی مشکلات سنبھال نہیں سکتا تھا - انہیں دنوں میں مشہور و معروف مادھو راؤ سیندھیا مر چکا تھا - اور مرہٹے تکلیف دینے لگے تھے - اس سے دیسی حکمرانوں کی طاقت میں پھر اُتار چڑھاؤ ہونے لگا - چنانچہ ۱۷۹۵ء میں مرہٹوں نے نظام کو مقامِ کُردلا پر شکست دی - شور کو فکر تو ہوا - لیکن اُس نے ان جھگڑوں میں دخل دینا نہیں چاہا - کسی کے ساتھ شریک ہونے میں یہ نقص تھا - کہ ہمیشہ کو لڑائی مول لے بنی پڑتی - اور خاموشی میں یہ کہ مرہٹوں کی طاقت بہت بڑھ جاتی - ان ہی دنوں

پونا میں بھی فساد ہؤا۔ اس سے خطرہ اَور بھی بڑھا۔ شور صاحب خوش ہوئے۔ کہ ۱۷۹۸ء میں اُنہوں نے ہندوستان کو خیر باد کہی۔ اور اُن کی جگہ لارڈ مارنگٹن جو بعد میں لارڈ ولزلی کے نام سے موسوم ہؤا۔ گورنر جنرل ہؤا +

ان دنوں نپولین مصر میں فتوحات کر رہا تھا۔ ٹیپو کو فرانسیسی امداد کی امیدیں تھیں۔ اس واسطے ولزلی نے سوچا۔ کہ ٹیپو کو ایسا کمزور کر دیجئے۔ کہ آئندہ فتنہ فساد نہ کرسکے۔ چنانچہ اُس نے نظام اور مرہٹوں کو اپنا شریک بنانا چاہا۔ لیکن وہ شریک نہ ہوئے۔ ولزلی نے ٹیپو کو تنبیہ تو کی۔ کہ فرانسیسیوں سے سازشیں نہ کرو۔ لیکن وہ

لارڈ ولزلی

نہ مانا۔ اور آخر لڑائی ٹھن گئی۔ سبداسر اور ملاویلی پر دو معرکے ہوئے۔ جن میں ٹیپو کو شکست ہوئی۔ آخر مئی ۱۷۹۹ء میں سرنگاپٹم فتح ہؤا۔ اور ٹیپو دروازۂ شہر میں لڑتا ہؤا مارا گیا۔ یہ میسور کی چوتھی لڑائی تھی۔ جس سے حیدر علی کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ریاستِ میسور کی حکومت وہاں

کے قدیم راجاؤں کی اولاد میں سے ایک لڑکے کو دے دی گئی۔ ملک کا انتظام گورنر جنرل کے بھائی جرنیل ولزلی کے سپرد ہوُا +

سنہ ۱۸۰۱ء میں نوّاب کرناٹک نے بھی اپنا ملک سرکار انگریزی کے حوالے کرکے پنشن لے لی ۔ اور دکن میں انگریزوں کو پورا پورا غلبہ حاصل ہو گیا۔ ہندوستان کے انگریزی اخباروں نے جنگِ میسور کو پسند نہیں کیا۔ اس واسطے گورنر جنرل نے اخبارات کی نگرانی کا انتظام کیا۔ نیز اتوار کو اخبار چھپنے بند کر دئے ۔ ان دنوں پیشوا کی طاقت بہت کم زور ہو گئی تھی۔ اور دولت راؤ سیندھیا اور جسونت راؤ ہلکر کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی۔ ولزلی نے ٹھان لی ۔کہ ہندوستان میں انگریزی حکمتِ عملی کا رُخ بالکل بدل دے ۔ چنانچہ جو انتظام آج کل جاری ہے ۔ وہی قائم کر دیا گیا۔ اب انگریزوں کے لئے یہ بات مناسب نہ تھی۔کہ اَور ہندوستانی سرکاروں میں وہ صرف ایک اعلےٰ سرکار سمجھے جاتے۔ ولزلی نے کمپنی کو بادشاہ بنا دیا۔ یعنی ایک ایسی سرکار کہ ہندوستان کے تمام راجا نوّاب اُسے اپنا بادشاہ مانیں۔ انگلستان میں ڈائرکٹر اِس حکمتِ عملی کے خلاف تھے ۔ لیکن واقعات ایسے تھے ۔کہ کچھ پیش نہ گئی +

جب مادھو راؤ نرائن پیشوائے ششم مر گیا۔

تو بہت سے جھگڑوں کے بعد رگھو ناتھ راؤ کا بیٹا باجی راؤ پیشوا مقرر ہؤا۔ یہ مرہٹوں کا آخری پیشوا تھا۔ باجی راؤ مدت تک ہلکر سے لڑتا رہا۔ آخر ایسا تنگ ہؤا۔ کہ اُس نے انگریزوں کے ہاں پناہ لی۔ ولزلی نے باجی راؤ کی کمزوری سے فائدہ اُٹھایا۔ اور عہد نامۂ بسین (۳۱۔ دسمبر ۱۸۰۲ء) کی رُو سے یہ قرار پایا۔ کہ باجی راؤ اور مرہٹے سرداروں سے کوئی واسطہ نہ رکھّے۔ اور صرف انگریزوں سے ہی کام رکھّے۔ اب حقیقت میں یہ شخص نام کا پیشوا رہ گیا۔ لیکن اس کے بدلے میں گورنر جنرل نے یہ عہد کیا۔ کہ وہ گدّی پر بیٹھا رہیگا +

اس بات سے دولت راؤ سیندھیا کو بہت غصّہ آیا۔ خود پیشوا بھی عہدنامے پر دستخط کرنے سے بہت پچھتایا۔ اور اُس نے سیندھیا اور ہلکر سے سازشیں کرنی شروع کیں۔ اس وقت دکن میں سیندھیا کی ایک بڑی بھاری فوج موجود تھی۔ پہلے تو کچھ نامہ و پیغام ہوتے رہے۔ لیکن بعد میں لڑائی چھڑی۔ جو ہندوستان میں انگریزوں کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ اس جنگ میں انگلستان کا ایک نامی گرامی سپہ سالار بھی شریک تھا۔ یہ ولزلی کا چھوٹا بھائی کرنل ولزلے تھا۔ جو بعد میں ڈیوک آف ولنگٹن کے نام سے مشہور ہؤا۔ ایک فوج کا سپہ سالار یہ تھا۔ اور دوسری کا لارڈ لیک۔

کرنل ولزلے دکن میں تعینات تھا +

۲۳-ستمبر ۱۸۰۳ء کو سلطنتِ نظام کے شمال مغرب میں کرنل ولزلے نے دیکھا - کہ اسائی گاؤں میں سیندھیا کی بڑی بھاری فوج پڑی ہوئی ہے- کرنل ولزلے کے ساتھ صرف ساڑھے چار ہزار جوان تھے- لیکن اُس نے کرنل سٹیونس کا بھی انتظار نہیں کیا- اور دشمن پر دھاوا کر دیا- انگریزی فوج جان توڑ کر لڑی- اور پوری فتح ہوئی- لیکن اس لڑائی میں تہائی فوج کٹ گئی- کسی تاریخی لڑائی میں اتنی خوں ریزی نہیں ہوئی - جتنی اس لڑائی میں ہوئی - سر طامس منرو نے کرنل ولزلے کو اس بارے میں سخت تنبیہ کی- کہ کرنل سٹیونس کا انتظار کیوں نہیں کیا- لیکن کرنل ولزلے دیر لگاتا- تو غالباً پوری فتح پانے کا موقع بھی ہاتھ سے نکل جاتا +

دو مہینے بعد ولزلے نے آر گاؤں میں سیندھیا کو پھر شکست دی - انہیں ایّام میں شمالی ہندوستان میں بھی مرہٹوں کو بہت بڑی زک ملی- گو بہت سے فرانسیسی اُن کے ساتھ تھے- لیکن ماہ اگست میں جنرل لیک نے علی گڑھ فتح کر لیا- اور چند ہفتے بعد دہلی میں داخل ہؤا- یہاں ضعیف العمر بادشاہ یعنی شاہ عالم اُس کے ہاتھ پڑا- اور ۱۸- اکتوبر کو آگرہ بھی مطیع حکم ہو گیا- اسی سال لارڈ لیک نے

لاسواری کے میدان پر مرہٹوں کو ایک اور بڑی شکست دی۔ آخرکار مرہٹے صلح کے طالب ہوئے۔ اور اس طرح مرہٹوں کی دوسری لڑائی کا خاتمہ ہوا +

ان فتوحات سے کمپنی اور نظام کے ہاتھ بہت سا علاقہ آیا۔ اور راجگانِ گوالیار و برار باج گزار بن گئے۔ لیکن اس لڑائی میں ہلکر شریک نہ تھا۔ اس وجہ سے اُس نے فساد پر کمر باندھی۔ اور ۱۸۰۴ء کی برسات میں کرنل مان سن کو بڑی دقّت اور نقصان کے ساتھ وسطِ ہند سے آگرے تک واپس آنا پڑا +

اگرچہ جنرل لیک بھرت پور فتح نہ کر سکا۔ تاہم قلعۂ ڈیک پر جو معرکہ ہوا۔ اُس میں انگریزوں کو فتح ہوئی۔ ہلکر پنجاب کی طرف بھاگ گیا۔ لیکن بعد میں انگریزوں سے اس کی صلح ہو گئی۔ یہ مرہٹوں کی تیسری لڑائی تھی۔ اس سے مرہٹوں کا زور بالکل ٹوٹ گیا۔ اور سرکار انگریزی ہند کے کُل حکمرانوں پر غالب ہو گئی۔ ملکِ اُڑیسہ بھی اسی زمانے میں انگریزوں کے ہاتھ آ گیا +

۱۸۰۵ء کے قریب لارڈ ولزلے ہندوستان سے رخصت ہو گیا +

ڈائرکٹرانِ کمپنی اُس کی فتوحات کو پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن یہ ایسا شخص تھا۔ کہ ان کی مخالفت کے باوجود جو چاہتا تھا۔ کر گزرتا تھا۔

ہاں اپنے احباب کو ڈائرکٹروں کی مخالفت کی شکایتیں لکھا کرتا تھا۔ انگریزی حکمتِ عملی کی جو صورت اُس نے ڈالی۔ گو کچھ عرصے تک لوگ اُسے بُرا کہتے رہے۔ لیکن اب تک وہی چلی جاتی ہے۔ معمول کے مطابق بعض ممبرانِ پارلیمنٹ نے اُس کے سر بھی بُرائی تھوپنی چاہی۔ چنانچہ ایک شخص مسٹر پال نے برک کی طرح تجاویز کا ایک سلسلے کا سلسلہ پیش کیا۔ کہ مارکوئس ولزلے نے جو کام ہندوستان میں کئے ہیں۔ وہ نامنصفانہ تھے۔ اور طاقت و اقتدار کی طمع سے کئے گئے ہیں۔ لیکن یہ تجاویز منظور نہیں ہوئیں۔ اور اب مسٹر پال کا نام لوگ اس باعث سے جانتے ہیں۔ کہ وہ ولزلے کا مخالف تھا۔ کچھ عرصے تک لوگوں کی رائے فتوحات کی اس حکمتِ عملی کے خلاف رہی۔ اور تجربہ کار کارنوالس پھر ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر کرکے بھیجا گیا۔ اس کا ارادہ تھا۔ کہ سیندھیا اور ہلکر جو رعایتیں چاہیں۔ سب دی جائیں۔ لیکن چونکہ بوڑھا تھا۔ جولائی میں جہاز سے اُترا۔ اور اکتوبر ۱۸۰۵ء میں مر گیا۔ اس شخص نے سرکاری خدمات ادا کرنے میں اپنی جان بے شک دی۔ لیکن اخیر عمر میں اُس کی حکمتِ عملی کچھ ٹھیک نہیں رہی تھی +

اب سر جارج بارلو جو کمپنی کا ملازم تھا۔

گورنر جنرل مقرر ہوا۔ اور اُس نے چُپ چاپ سیندھیا اور ہلکر سے صلح کر لی۔ جن شرائط پر صلح ہوئی۔ وہ انگریزوں کے حق میں بھی مفید نہ تھیں۔ اور انگریزوں کے طرفداروں کے حق میں بھی بہت بُری ثابت ہوئیں۔ لیکن دخل نہ دینے کی حکمتِ عملی کا اعلان کیا گیا۔ بارلو کو نہ تو اُس کے خلاف عمل کرنے کا اختیار تھا۔ نہ یہ اس ہمّت و حوصلے کا آدمی تھا۔ کہ کچھ کر سکتا۔ اس حکمتِ عملی سے انگریزوں کی طاقت کم زور ہو گئی +

ان ہی ایّام میں ولور کے سپاہیوں میں سخت غدر ہو گیا۔ اس کا باعث افسرانِ انگریزی کی یہ نادانی تھی۔ کہ اُنھوں نے مسلمان سپاہیوں کی پگڑیوں میں کچھ تبدیلی کر دی تھی۔ اور سپاہی اُسے مذہب کے خلاف سمجھتے تھے۔ لیکن کرنل گلسپی نے اس بغاوت کو بڑی سخت گیری سے فرو کر دیا +

۱۸۰۷ء میں لارڈ منٹو گورنر جنرل مقرر ہوا۔ اُس نے جج امپے سے باز پُرس کے وقت پارلیمنٹ میں ایک تقریر کی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ معاملاتِ ہند کو اچھی طرح نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن اُس وقت یہ شخص بالکل مسٹر برک کے ہاتھ میں تھا۔ ہندوستان میں یہ

گورنر جنرل فتوحات کی حکمتِ عملی کے خلاف تو تھا۔ لیکن راجا نوابوں کے معاملات میں مطلق دخل نہ دینا ایک ایسی بات تھی۔کہ اُس کا عملدرآمد انگریزوں کے سخت مخالف پڑتا تھا۔ اس کے عہدِ حکومت میں کچھ زیادہ واقعات پیش نہیں آئے۔ ہاں مشنریوں سے کچھ تکرار ہوئی۔ لیکن اس میں مشنریوں ہی کا قصور تھا۔کہ ارادے تو اچھے تھے۔لیکن ان میں دانائی کی بات نہیں نکلتی تھی۔ لارڈ منٹو کا اصول یہ تھا۔کہ "ہندوستان کے کسی حصّے میں بغاوت پھیلانے کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے۔کہ لوگوں کے دلوں میں گورنمنٹ کی طرف سے یہ خیال بٹھایا جائے۔کہ اُن کے مذہب کی مخالف ہے۔یا باقاعدہ طور پر مخالفت کیا چاہتی ہے" یہ اصول مشنریوں کے جوشِ مذہبی کے خلاف پڑنا ہی تھا۔ لیکن انجام میں لارڈ منٹو کی دانائی کام آئی +

اس کے زمانے میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں ایک انگریزی سفیر آیا۔اور اس سفارت میں یہ کامیابی ہوئی۔کہ سکھ راجا کو کمپنی کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ رہا +

اس عہد کا سب سے بڑا واقعہ فتح جاوا ہے۔ ولندیزہ فرانسیسیوں کے ماتحت تھے۔ لیکن باوجودیکہ فتح ٹریفلگر سے انگریزوں نے فرانسیسیوں

کو بحیرۂ روم اور رودبارِ انگلستان سے مار ہٹایا
تھا۔ پھر بھی مشرقی سمندروں میں اُن کی طرف
سے خطرہ رہتا تھا۔ ۱۸۱۱ء میں لارڈ منٹو خود فوج
لے کر جا پہنچا۔ اور اس جزیرے کو فتح کیا۔ اور
جنگ کے خاتمے تک یہ انگریزوں ہی کے قبضے
میں رہا +

لارڈ منٹو کا ارادہ تو ابھی اپنے عہدے کو
چھوڑنے کا نہ تھا۔ لیکن ۱۸۱۳ء کے خاتمے کے
قریب چھوڑنا پڑا۔ کیونکہ پرنس ریجنٹ اپنے دوست
لارڈ مائرا کو جو بعد میں مارکوئس ہیسٹنگز ہوئے۔
یہ عہدہ دینا چاہتے تھے +

لارڈ ہیسٹنگز نے کچھ کارہائے نمایاں تو ایسے
نہیں کئے تھے۔ جن سے اُس کی انتظامی لیاقت
معلوم ہوتی۔ لیکن اس کا گورنر جنرل مقرر ہونا
اچھا انتخاب ثابت ہوا۔ ان ایام میں پنڈاروں
کو نیست و نابود کر دینے کا سوال درپیش تھا۔
یہ لٹیرے مرہٹوں کے طرفدار تھے۔ اور اُنہوں نے
وسط ہند میں فساد مچا رکھا تھا۔ باشندوں کو اور
خاص کر انگریزی راج کے رہنے والوں کو لوٹتے
تھے۔ زیادتیاں کرتے تھے۔ اور مار ڈالتے تھے۔
مرہٹوں کے ساتھ ان کی کسی نہ کسی طرح کی
موافقت تھی۔ اور یہ سال بسال زیادہ ہی لوٹ مار
کرتے جاتے تھے۔ اُن کے نیست و نابود کرنے میں

عرصہ بھی بہت لگا۔ اور تکلیف بھی بہت ہوئی۔ لیکن ۱۸۱۷ء میں ایک بڑی فوج جمع ہوئی۔ اور اُن کے جتھوں کی تلاشی شروع ہوئی۔ سرگروہ بھاگے۔ اور بُری طرح مرے۔ ان میں سے ایک شخص چینو تھا۔ جو ایک شیر کا شکار ہؤا +

پنڈاروں کی لڑائی میں اور بھی بڑے بڑے واقعات ہوئے۔ لیکن مناسب یہ ہے۔ کہ لارڈ ہیسٹنگز کے واقعات سلسلہ وار بیان کئے جائیں۔ اوّل نیپال سے لڑائی چھڑی۔ سرحد کی لڑائیاں بالعموم جس طرح شروع ہؤا کرتی ہیں۔ اُسی طرح یہ بھی ہوئی۔ یعنی نیپالیوں نے حدود کے پتھر اُٹھاکر پھینک دئے۔ اور چونکہ شکایت سُنی نہ گئی۔ اس لئے ۱۸۱۴ء میں جنگ شروع ہو گئی۔ اوّل اوّل جنرل اختر لونی اور گلسپی نے چڑھائی کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ بلکہ بہادر گلسپی خود مارا گیا۔ اس سے ہل چل پڑ گئی۔ کیونکہ مرہٹے اور انگریزوں کے اَور دشمن ایسے موقعوں کی تاک میں بیٹھے تھے۔ لیکن لارڈ ہیسٹنگز جیسا بہادر تھا۔ ویسا ہی خوش تدبیر بھی تھا۔ اُس نے پہلے ہی ہر ایک قسم کی احتیاط برتی تھی۔ مہم ۱۸۱۵ء زیادہ مفید مطلب ثابت ہوئی۔ اور گورکھے صلح پر راضی ہو گئے۔ لیکن ان میں جو زیادہ جنگ جُو گروہ تھا۔ وہ نہ مانا۔ چنانچہ ۱۸۱۶ء میں جنرل

اختر لونی نے سپاہ لے کر دشمن کے ملک میں کوچ کیا۔ اور کھٹمنڈو کے قریب جا پہنچا۔ دشمن مقابلہ بے فائدہ سمجھ کر صلح کا پیام دینے لگے۔ کماؤں اور سکم کا علاقہ دینا اور کھٹمنڈو میں رزیڈنٹ کا رکھنا منظور کرنا پڑا۔ اُس وقت سے لے کر آج تک گورکھے اپنے عہد پر قائم رہے ہیں۔ اور سرکار اپنی فوج میں گورکھے سپاہی بھرتی کرتی رہی ہے۔ جو بڑا کام دیتے ہیں +

ادھر تو پنڈاروں سے لڑائی ٹھن رہی تھی۔ اُدھر باجی راؤ آخری پیشوا نے موقع غنیمت سمجھ کر انگریزوں سے اعلانِ جنگ کر دیا۔ یہی اعلان مرہٹی طاقت کا خاتمہ ثابت ہوُا۔ یکم نومبر ۱۸۱۷ء کو جنرل سمتھ نے پونا کے قریب مقام کرکی پر پیشوا کو شکست دی۔ اور وہ ستارا کی طرف بھاگ گیا۔ ان ہی ایّام میں دو اَور بڑے بڑے جنگی کارنامے ہوئے۔ یعنی حفاظتِ ناگ پور اور حفاظتِ کوریگاؤں۔ انگریزوں نے بمقامِ مہد پور ہلکر پر بھی زبردست فتح پائی۔ ان سب کا ملا کر نتیجہ یہ ہوُا۔ کہ مرہٹوں کی طاقت بالکل زائل ہو گئی +

لارڈ ہیسٹنگز نے ایک[1] اَور انتظام بھی بڑی

---

[1] انتظامِ پونا زیادہ تر انفنسٹن صاحب کی دانائی کا نتیجہ تھا۔ جو کمپنی کے لائق ترین افسروں میں سے تھے۔ اس انتظام میں تعلیم بھی نظر انداز نہیں ہوئی۔ پیشوا پانچ لاکھ روپیہ

دانائی کے ساتھ کیا - یعنی پیشوا کو ایک بیش قرار پنشن دے کر کان پور بھیج دیا - اور اُس کا علاقہ داخل عملداری سرکار کر لیا - ہاں ہلکر اپنے راج میں بدستور بنا رہا +

لارڈ ہیسٹنگز کے طول طویل عہدِ حکومت کے یہ واقعات تھے جو لکھے گئے - اس گورنر جنرل نے مالی انتظام بھی بہت اچھا کیا - اور کئی نہایت مفید اصلاحیں جاری کیں - ان میں سے اشاعتِ تعلیم خاص کر قابلِ ذکر ہے - غرض ہندوستان میں انگریزی حکام میں اُس کو ایک نہایت کامیاب گورنر جنرل شمار کرنا چاہیئے - یہ سنہ ۱۸۲۳ء میں ہندوستان سے رخصت ہوا - اور اس کی جگہ لارڈ ایمہرسٹ مقرر ہو کر آیا +

اس گورنر جنرل کے عہد میں برما کی پہلی لڑائی ہوئی - کچھ عرصہ پہلے برما والے اپنے ہمسایوں کو تکلیف پہنچا رہے تھے - اب اُنہوں

(بقیۂ نوٹ صفحہ ۲۴۸)

سالانہ برہمنوں کو دکشنا دیا کرتا تھا - اس کی غرض تو اشاعتِ سنسکرت تھی - لیکن زیادہ تر خیرات کے کاموں میں خرچ ہوتا تھا - اب اس روپے سے دکشنا وظائف قائم ہوئے - جو آج تک بمبئی یونیورسٹی لائق بی - اے پاس طلبہ کو دیتی ہے +

نے آسام پر چڑھائی کر دی تھی۔ اور لوٹ مار میں مصروف تھے۔ لارڈ ایمہرسٹ لڑائی کرنی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن کرتے ہی بن آئی۔ اور ۱۸۲۴ء میں انگریزی فوج رنگون جا پہنچی۔ اس جنگ کا مفصل بیان ضروری نہیں۔ کیونکہ اہلِ برما مدِ مقابل ثابت نہیں ہوئے۔ رنگون فتح کرکے انگریزی سپاہ پروم تک جا پہنچی۔ دو سال کی جنگ کے بعد اہلِ برما صلح کے طالب ہوئے۔ اُنہوں نے دس لاکھ پونڈ تاوان بھرا۔ اور آسام۔ اراکان اور تناسرم کا علاقہ انگریزوں کے حوالے کیا +

لارڈ ایمہرسٹ نے سر ڈیوڈ اختر لونی کے ساتھ جو سلوک کیا۔ اُس سے آج تک اُس کا نام بد نام ہے۔ یہ بہادر سپہ سالار راجپوتانے اور مالوے کا ایجنٹ تھا۔ یہ دیکھ کر کہ جنگِ برما سے راجگانِ ہند میں بد امنی پھیلی ہوئی ہے۔ اُس نے بھرت پور کے اصلی وارث کی جسے ایک غاصب نے گدّی سے اُتار دیا تھا۔ حمایت کی۔ اور بہت سی اَور جنگی احتیاطیں عمل میں لایا۔ لیکن لارڈ ایمہرسٹ نے حکم دے دیا۔ کہ فوج کوچ نہ کرنے پائے۔ اس پر اختر لونی نے استعفا دے دیا۔ اور میرٹھ میں جا کر دل شکستہ ہوکر مر گیا۔ اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد گورنر جنرل کو اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ اور اُس نے فوراً لارڈ کیمبرمیر کی

ماتحت بھرت پور کے خلاف فوج بھیجی - جس نے بھرت پور کے سنگین قلعے پر قبضہ کر لیا +

۱۸۲۷ء میں لارڈ ایمہرسٹ دہلی آیا - جہاں خاندانِ مغلیہ کا برائے نام بادشاہ سرکارِ انگریزی کا پنشن خوار ہوکر رہتا تھا - یہاں گورنر جنرل نے بادشاہ کو لکھ بھیجا - کہ اب انگریز سارے ہندوستان کے بادشاہ ہیں - اور تمام حکمراں اُن کے ماتحت ہیں - اس واقعے کے بعد ۱۸۲۸ء میں لارڈ ایمہرسٹ ہندوستان سے رخصت ہؤا +

اس کے جانشین کا زمانہ اصلاح کا زمانہ ثابت ہؤا - اس وقت انگلستان میں اصلاحیں ہو رہی تھیں - چنانچہ ہندوستان میں بھی اُن کا اثر پہنچا - لارڈ ولیم بنٹنک گورنر جنرل مقرر ہوکر آیا - تو اصلاحی جوش سے بھرا ہؤا تھا - غدرِ ویلور کے سبب سے بنٹنک گورنری مدراس کے چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تھا - لیکن اس میں اس کا قصور نہ تھا - چنانچہ ڈائرکٹرانِ کمپنی نے اب اُسے وہ عہدہ دیا - جو

لارڈ بنٹنک

سب سے اعلےٰ تھا۔ اُس وقت مالی انتظام درست نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے جنگی بھتّہ موقوف کیا۔ اور محاصل افیون بڑھائے۔ لیکن لارڈ بنٹنک کا نام بُری رسموں کے موقوف کرنے کے سبب مشہور ہے۔ اب تک کمپنی نے قومی رسموں میں دخل دینا مناسب خیال نہیں کیا تھا۔ ٹھگ ہندوستان میں پھرتے اور بے شمار آدمیوں کی جانیں لیتے تھے۔ ان کا انسداد زیادہ تر میجر سلیمن کی کوششوں سے ہوا۔ چھ سال میں دو ہزار ٹھگ گرفتار ہوئے۔ اور ان میں سے پندرہ سَو کو سخت سزائیں ملیں +

اِسی عہدِ حکومت میں ستی بھی جائز رسم نہیں رہی۔۔ بیواؤں کے جلانے سے انگریز پہلے ہی سخت ناراضگی ظاہر کر چکے تھے۔ لیکن رواج ایسا قدیم تھا۔ کہ جڑ سے اُکھاڑنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔ لیڈی ایمہرسٹ ۱۸۲۵ء کا ایک ہولناک واقعہ اس طرح بیان کرتی ہیں "سب سے قریب کے رشتہ داروں نے چتنا میں آگ لگائی۔ لیکن جب شعلے بیوہ کے جسم تک پہنچے۔ تو اُس کی ہمّت ٹوٹ گئی۔ دُھواں اُٹھ رہا تھا۔ لوگ غُل مچاتے تھے۔ ڈھول بج رہے تھے۔ غریب بیوہ کسی طرح لوگوں کی آنکھ بچا کر چتنا پر سے اُتر آئی۔ اور پاس جنگل میں بھاگ گئی" لیکن لوگ

اُسے پکڑ کر لائے - اور دریا میں ڈبو دیا - راجہ رام موہن راے اور اَور لوگوں نے بنٹنک پر زور ڈالا - کہ اس بے رحمی کی رسم کو موقوف کر دیجئے - لیکن اوّل اوّل تو اُسے ہمّت نہ ہوئی - ہاں بعد میں دلیری کرکے موقوف کر ہی دیا - اور کچھ جھگڑا نہیں اُٹھا +

تعلیمی حکمتِ عملی میں بھی بہت کچھ تبدیلی ہوئی - وارن ہیسٹنگز اور اَور کئی اشخاص نے شرفاے ہندوستان کی تعلیم کے بارے میں کوششیں تو کی تھیں - لیکن با قاعدہ طور پر ابھی کچھ انتظام نہیں ہوا تھا - اس تحریک کا بڑا حامی لارڈ میکالے تھا - جو اب کونسل میں ممبر قانون تھا - جھگڑا یہ ہو رہا - کہ تعلیم زبان ہاے مشرقی میں دی جائے - یا انگریزی میں - میکالے نے انگریزی کے حق میں فیصلہ کیا - اور اس ارادے میں کامیاب ہونے میں اُسے کچھ زیادہ دقّت بھی پیش نہیں آئی +

انہیں ایّام میں ایک اَور تحریک بھی ہو رہی تھی - راجہ رام موہن راے ہندوؤں کے مذہب کی اصلاح میں مصروف تھے - اور آج تک برہمو سماج - آریہ سماج اور دیگر چھوٹی چھوٹی سبھائیں اس کوشش میں ہیں - کہ مذہب میں لوگوں کے خیالات کی اصلاح ہو جائے +

سنہ ۱۸۳۵ء میں لارڈ بنٹنک نے سنہ ۱۸۲۳ء کا قانونِ مطابع منسوخ کیا۔ اب تک حکام اخبارات کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ اور ہیسٹنگز کے قائم مقام مسٹر جان آدم نے جو تھوڑا عرصہ گورنر جنرل رہا۔ ایک انگریزی ایڈیٹر کو ملک بدر بھی کر دیا تھا۔ لیکن ان ایّام میں جو اخبارات سب سے زیادہ تکلیفیں دیتے تھے۔ وہ خود انگریزوں کے اخبارات تھے +

اگر انتظام ملکی سے قطع نظر کی جائے۔ تو لارڈ بنٹنک کا عہدِ حکومت واقعات سے خالی ہے۔ بڑا واقعہ صرف میسور کا لے لینا ہے۔ جو سنہ ۱۸۸۱ء تک علاقہ سرکار انگریزی میں شامل رہا۔ علاقہ کورگ بھی اسی عہد میں سلطنت انگریزی سے ملحق ہُوا +

یہاں معاملاتِ ایسٹ انڈیا کمپنی کا بھی کچھ ذکر کر دینا مناسب ہے۔ سنہ ۱۸۱۳ء میں اُن کا ٹھیکہ تجارتِ ہند ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ سنہ ۱۸۲۳ء میں بیس سال کے لئے ٹھیکہ پھر تازہ ہُوا۔ لیکن بل کا پہلا فقرہ یہ تھا۔ کہ کمپنی خود تو تجارت کرنے سے احتراز کرے۔ اور معاملاتِ تجارت کے واسطے اہلِ فرنگ کو ہندوستان میں بسنے کی اجازت دے۔ جو اُس کے ملازم نہ ہوں۔ کمپنی کی مالی حالت خراب تھی۔ اس لئے مالی امداد اُس کو دی گئی۔

اُس کے متعلق جو تقریر لارڈ میکالے نے پارلیمنٹ میں کی تھی - وہ بڑے زور کی ہے +

لارڈ ولیم بنٹنک کے کاموں کا اندازہ سب سے بہتر اُس کتبے سے ہو سکتا ہے - جو میکالے نے اُس کی مورت کے چبوترے پر کندہ ہونے کی غرض سے لکھا تھا - اس میں یہ عبارت درج ہے " اُس نے بیرحمی کی رسمیں موقوف کیں - اور عام ذلّت وہ امتیاز اُٹھا دیئے " یہ شخص پہلا گورنر جنرل ہے - جس نے مغربی خیالات کے مطابق ہندوستان پر حکومت کرنے کی کوشش کی ہے - اور اُس وقت سے آج تک یہ کوشش اُسی طرح جاری ہے +

لارڈ بنٹنک کے رخصت ہونے پر مارچ ۱۸۳۵ء سے مارچ ۱۸۳۶ء تک سر چارلس مٹکاف اس کا قائم مقام رہا - بنٹنک نے پریس کی آزادی کا جو سوال اُٹھایا تھا - وہ مٹکاف کے عہد میں ختم ہُوا - یعنی پریس بالکل آزاد کر دیا گیا - یاد رہے - کہ ہندوستان میں انگلستان سے بھی پہلے اصلاحیں عمل میں آئیں - اور جو تبدیلیاں ہوئیں - وہ انگلستان کی نسبت زیادہ آسانی کے ساتھ ہو بھی گئیں - بعد کا پندرہ سال کا عرصہ لڑائیوں کا زمانہ ہے - لارڈ آک لینڈ جب ۱۸۳۶ء میں ہندوستان میں آیا - تو اُس کے سر میں روسی چڑھائی کے خیالات بھرے ہوئے تھے - چنانچہ اُس نے ایک ایسی حکمتِ عملی اختیار کی - کہ اُس کا نتیجہ مصیبت ہی مصیبت نکلا +

اٹھارھواں باب

جنگِ افغانستان

ملکِ افغانستان کا ذکر تاریخ ہندوستان میں اکثر آتا ہے۔ لیکن موجودہ سلطنتِ افغانستان کوئی قدیم سلطنت نہیں ہے۔ جب ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ قتل ہؤا۔ تو ایشیا میں کھل بلی مچ گئی۔ اور سلطنتِ فارس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ اُنہیں میں سے ایک ٹکڑا افغانستان تھا۔ یہ ایک پہاڑی ملک ہے۔ اور یہاں ایسی قومیں آباد ہیں۔ جو کسی سے دبتی نہیں ہیں +

اُنیسویں صدی کے شروع میں زمان شاہ اس ملک پر حکمراں تھا۔ اُس کے وزیر فتح خاں کو ایسا اقتدار ہؤا۔ کہ بادشاہ سے بغاوت کرکے اُس کی آنکھیں نکال ڈالیں۔ بیچارہ اندھا بادشاہ تو بہت عرصے تک لدھیانے میں رہا۔ اور اُس کا بھائی شجاع الملک

تخت پر بیٹھا۔ ۱۸۰۹ء میں لارڈ منٹو گورنر جنرل ہند نے شاہ شجاع سے عہدنامہ کرکے دوستی کا سلسلہ قائم رکھا تھا۔ لیکن لارڈ ولیم بنٹنک کے عہد میں شاہ موصوف کے بھائی محمود نے اُسے افغانستان سے نکال دیا۔ اور خود اُس کا جانشین ہؤا۔ محمود بارک زئی پٹھانوں کے ہاتھ سے قتل ہؤا۔ اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا کامران تخت پر بیٹھا۔ اس بادشاہ نے دغا و فریب سے فتح خاں کو مروا ڈالا۔ اور اگرچہ قوم بارک زئی نے متفق ہوکر بدلہ لینا چاہا۔ لیکن کامران ۱۸۴۲ء تک ہرات میں بادشاہ بنا رہا۔ جب لارڈ آک لینڈ گورنر جنرل ہوکر آیا۔ تو بارک زئی پٹھانوں کا سردار دوست محمد خاں کابل کا حکمراں تھا۔ اور اُس کا بڑا رقیب شاہ شجاع کچھ لڑائی بھڑائی کے بعد ہندوستان میں پناہ گزین ہوکر سرکار انگریزی کا وظیفہ خوار تھا +

افغانستان کے معاملات سے سلطنت ہندوستان کو کچھ خطرہ نہ تھا۔ دوست محمّد خاں افغانی امیروں میں اچھّا آدمی تھا۔ اور سرکار انگریزی سے بھی دوستی رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن افغانوں کا خاصّہ ہے۔ کہ لڑائی جھگڑوں کے ساتھ اپنی آزادی بھی قائم رکھنی چاہتے ہیں۔ اور یہ گورنمنٹ ہند کی نئی حکمت عملی کے خلاف تھا۔ ۱۸۳۶ء میں کپتان برنز

دوست محمّد خاں

تجارتی سفیر بن کر کابل گیا - لیکن جلد تر ہی اس تجارتی سفارت سے پولیٹیکل یعنی ملکی پیچیدگیاں پیدا ہوگئیں - برنز ایک لائق اور عقل مند آدمی تھا - لیکن اُس زمانے میں روس کی ہندوستان پر چڑھائی کرنے کا خطرہ لگا ہُوا تھا - اور یہ بھی اُس سے خالی نہ تھا - چنانچہ جب سال کے آخر میں ایک روسی سفیر کابل پہنچا - تو اُس کا شک و شبہ اَور بڑھا +

نئی حکمتِ عملی کے مطابق یہ بات یاد رکھنی چاہیئے - کہ انگریزوں سے دوستی کے صلے میں دوست محمّد خاں پشاور مانگتا تھا - اور اُس کی کارروائی سے انگریزوں کو فکر ہو رہا تھا - انھی دنوں میں فارس والوں نے روس سے شہ پاکر ہرات کا محاصرہ کر لیا - ۱۸۳۸ء میں میجر پاٹنجر کی کوششوں سے ہرات کا محاصرہ ختم ہُوا - اُس وقت اگر سرکار انگریزی دخل نہ دیتی - تو سارا فساد خود بخود دور ہو جاتا - لیکن نہ تو لارڈ آک لینڈ نے خود خاموش بیٹھنا پسند کیا - نہ اُس کے صلاح کاروں کو یہ گوارا

تھا - چنانچہ یکم اکتوبر ۱۸۳۸ء کو جو فرمان جاری ہوا - اس میں لکھا ہے "- ہمارے مشرقی مقبوضات کی بہتری اس بات میں ہے - کہ مغربی سرحد پر کوئی ایسا حاکم ہو - جو سرکار انگریزی کا دوست ہو - اپنے ملک میں امن قائم رکھے اور مخالفوں کے حملے روکے - نہ یہ کہ ایسے حکمراں ہوں - کہ مخالف طاقتوں کے مطیع ہوکر فتوحات کی تجاویز سوچیں" - ظاہر ہے - کہ دوست کا اشارہ شاہ شجاع کی طرف ہے +

چنانچہ گورنر جنرل نے ارادہ کیا - کہ افغانستان پر چڑھائی کرکے شاہ شجاع کو تخت پر بٹھائے - یہ ایک ایسی زیادتی تھی - کہ اگر اس بات سے قطع نظر کی جائے - کہ دوست محمد خاں کا میلان اہلِ فارس کی طرف تھا - تو اس کارروائی کی تائید میں کوئی بات بھی نہیں کہی جا سکتی - غرض فوج جمع ہوئی - اور چڑھائی شروع ہوئی + فتح پر فتح ہوتی چلی گئی - ۲۳ - جولائی ۱۸۳۹ء کو سرجان کین نے غزنی کا مشہور و معروف قلعہ سر کیا - اور ۷ - اگست کو شاہ شجاع کابل میں داخل ہوا - لیکن وہاں صاف صاف نظر آتا تھا - کہ رعایا شاہ شجاع سے خوش نہیں ہے - کین نے بھی رخصت ہونے سے پہلے بڑی دور اندیشی سے یہ بات کہی "میری بات یاد رکھو - کچھ عرصہ نہ گزرنے پائیگا - کہ یہاں کوئی

بڑا حادثہ ہوگا" +

دس ہزار فوج سرولوبی کاٹن کے ماتحت کابل میں چھوڑی گئی - اور میکناٹن کو بطور سفیر وزیر شاہ شجاع معاملاتِ ملکی کا اختیار دیا گیا - برنز دوسرا پولیٹیکل افسر مقرّر ہوُا - لیکن اُسے اختیار کچھ بھی نہ تھا - کابل کے معاملات سے اُسے کچھ اطمینان نہ تھا - دوست محمّد خاں بخارا بھاگ گیا تھا - اب وہ واپس آیا - اور معلوم ہوتا تھا - کہ بڑی بھاری لڑائی ہوگی - لیکن نومبر ۱۸۴۰ء میں اُس نے اپنے آپ کو میکناٹن کے حوالے کر دیا - اس پر بھی واقعات ایسے تھے - کہ انگریز افغانستان میں ٹکتے نظر نہ آتے تھے - کیونکہ افغان شاہ شجاع سے نفرت رکھتے تھے - اور اُسے خود بھی یہ بات پسند نہ تھی - کہ انگریزوں کے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح ناچے - غرض لڑائی کا طوفان اُٹھتا نظر آتا تھا - اور نومبر ۱۸۴۱ء میں وہ طوفان آ گیا - یعنی برنز مارا گیا - اس وقت فوج کا سپہ سالار ایک بوڑھا جنرل ایلفنسٹن تھا - سر ولیم میکناٹن جس دقّت میں خود بھی آ پھنسا تھا - اور اپنے اہلِ ملک کو بھی پھنسوا دیا تھا - اب اُس کا علاج نہ کرسکا +

افغان لڑنے مرنے پر تیّار تھے - برگڈیر شلٹن نے اُنہیں بھگانا چاہا - لیکن اُس کو خود پیچھے ہٹنا

پڑا - اُن کا سرغنہ دوست محمّد خاں کا بیٹا اکبر خاں تھا۔
انگریزی فوج یکایک خطرے میں پڑ گئی - ۲۳ دسمبر
کو میکناٹن نے اکبر خاں سے ملاقات کی - لیکن
چالاک افغان نے اس بد قسمت افسر کو قتل کر ڈالا -
اگر فوج کا سردار کوئی لائق آدمی ہوتا - تو وہ
لڑتی بھڑتی جلال آباد آ پہنچتی - لیکن ایلفنسٹن
نے ہندوستان کا رُخ کرنے سے پیشتر ہی چھ
توپوں کے سوا باقی ساری توپیں دشمن کی نذر
کر دی تھیں - فوج میں ساڑھے چار ہزار تو لڑنے والے
جوان تھے - اور بارہ ہزار بھیر و بنگاہ تھی - جس
میں عورتیں اور بچّے بھی شامل تھے + بہت سے
شرمناک واقعوں کے بعد جن میں بہتیرے آدمی یرغمال
دینے پڑے - باقی فوج کو غلزیوں نے درۂ چگدالک میں
۱۳ - جنوری ۱۸۴۲ء کو ہلاک کر ڈالا - تمام لشکر
میں سے صرف ایک آدمی زندہ و سلامت جلال آباد
پہنچا +

اس مہم کا یوں خاتمہ ہؤا - اگر شروع کی فتوحات
سے قطع نظر کریں - تو یہ اُن لوگوں کے لئے بھی
شرمناک تھی - جنھوں نے اُسے اُٹھایا - اور اُن
کے لئے بھی جنھوں نے اس ذلّت سے اُس کو انجام
پر پہنچایا - لارڈ آک لینڈ کی تجویزیں اس طرح
خاک میں مل گئیں - اور اُس کا روس کی جانب
سے خوف اور اُس کے صلاح کاروں کی بے تدبیری

دونو باتیں غلط ثابت ہوئیں۔ اس کے تھوڑے ہی
عرصے بعد یعنی مارچ ۱۸۴۲ء میں وہ ولایت چلا گیا۔
ایک مہینے کے بعد شاہ شجاع کابل میں قتل ہوا۔
اور دوست محمد خاں پھر امیر افغانستان بن گیا۔
لارڈ النبرا گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا۔ اور کئی سال
تک اچھی طرح حکومت کرتا رہا۔ اُس کو مشرقی
شان و شوکت سے بہت شوق تھا۔ اُس کی مدبرانہ
صفات پر یہ دھبا ہے۔ کہ فصاحت و بلاغت سے
تقریریں بہت کیا کرتا تھا۔ جن کی تعریف کی بجائے
اُلٹی ہنسی اُڑا کرتی تھی +

اس کے عہدِ حکومت میں یہ بھی غلطی ہوئی۔ کہ
معاملاتِ افغانی میں جھجک کر ہی کام کرتا رہا۔
جنگِ افغانستان کے خاتمے پر اُس نے یہ کہا تھا۔
کہ "اس لڑائی میں ایسی بڑی بھاری مصیبتیں
پیش آئی ہیں۔ کہ اُن کی مثال مشکل ہی سے ملیگی۔
ہاں جن غلطیوں سے یہ مصیبتیں پیش آئیں۔
وہ بھی بڑی بھاری تھیں" یہ بات تو سچی ہے۔
لیکن لوگ یہ الزام دھرتے ہیں۔ کہ اس میں
لارڈ آک لینڈ ہی کا قصور ہے۔ خود اُس کی
تدبیر پر یہ حرف ہے۔ کہ ابتدا میں جھجکتا رہا۔
ہر شخص پر یہ بات روشن تھی۔ کہ اُس کا یہ
فرض ہے۔ کہ انگریزی قیدیوں کو چھڑائے۔ لیکن
نئے گورنر جنرل کا یہ خیال تھا۔ کہ افغانستان

ہیں جو سپاہ موجود ہے۔ پہلے اُس کے بچانے کا فکر کرے +

اوّل اوّل اُس نے یہ ٹھیک کہا تھا۔ کہ جب تک دشمن کو خوب زک نہ پہنچائی جائے۔ اُس وقت تک انگریزی فوج کا افغانستان سے واپس آنا درست نہیں۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد جنرل پولک کو لکھا "سلامت روی کی یہ بات ہے۔ کہ جو فوج تمہارے ماتحت ہے۔ اُسے جہاں تک جلد ممکن ہو۔ درۂ خیبر کے ایسے مقاموں میں لا ڈالو۔ جہاں سے ہندوستان میں آسانی اور اطمینان کے ساتھ آمد و رفت ہو سکے"۔ خوش قسمتی سے پولک ایسا بہادر اور حوصلے والا افسر تھا۔ کہ کسی طرح ذمّہ داری سے جان نہیں چھڑاتا تھا۔ اُس کا ذرا بھی ارادہ نہ ہوا۔ کہ ان حکموں کی تعمیل کرے۔ اور آخرکار ۴۔ جولائی کو لارڈ النبرا نے اُسے وہ اجازت بھی دے دی۔ جو اگر نہ دی جاتی۔ تو بھی یہ جنرل اپنا فرض نہ ادا

جنرل پولک

کر سکتا +

پولک نے ماہ مارچ میں جلال آباد میں کمک پہنچائی۔ اس شہر میں جنرل سیل بڑی دلیری سے دشمنوں کے مقابلے پر ڈٹا رہا۔ جنرل ناٹ بھی بڑی کامیابی سے قندھار کی حفاظت کرتا رہا۔ ماہ اگست میں پولک کو خبر پہنچی۔ کہ جنرل ناٹ کابل کی طرف کوچ کرنا چاہتا ہے۔ اس واسطے وہ بھی ۲۰۔ اگست کو روانہ ہو گیا۔ اور ۸۔ ستمبر کو غلزیوں کو درۂ جگدالک پر شکست فاش دی۔ ۱۳۔ ستمبر کو درۂ تازین میں اکبر خاں کو بھی شکست فاش ہوئی۔ اب کابل کا راستہ کھلا پڑا تھا۔ چنانچہ دو روز بعد پولک نے اس شہر کے گھوڑ دوڑ کے میدان میں ڈیرے ڈال دئے +

تھوڑے عرصے بعد ہی ناٹ بھی بڑی کامیابی سے کوچ کرتا ہؤا آ پہنچا۔ چند روز کے بعد ہی انگریزی قیدی رہا ہوئے۔ اور دسمبر میں فوج فاتح فیروز پور میں لارڈ النبرا سے آ ملی +

اس پر گورنر جنرل نے اپنی قلم سے کام لیا۔ جس فرمان کا ہم اوّل ذکر کر آئے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام راجگان و رئیسان و باشندگان کے نام ایک اور فصیح و بلیغ فرمان جاری ہؤا۔ جس میں سومنات کے کواڑوں کے غزنی سے پھر واپس لائے جانے کی مبارک باد درج تھی۔ لیکن تھوڑے ہی

عرصے بعد یہ راز کھُل گیا - کہ کوارٹر اصلی نہیں ہیں جعلی ہیں - اس پر جیسی اس فرمان کی ہنسی اُڑی - شاید کسی سرکاری کاغذ کی نہ اُڑی ہوگی - اگر پارلیمنٹ انگلستان میں لارڈ النبرا کی پارٹی کے آدمی زیادہ نہ ہوتے - تو اُس پر ضرور الزام لگتے - لارڈ النبرا کے عہد کا آخری حصّہ بھی واقعات سے ایسا ہی پُر تھا - جیسا ابتدائی حصّہ تھا - جنگِ افغانستان میں جب سندھ سے فوجِ انگریزی گزری - تو جنگ جو امیرانِ سندھ باعثِ تکلیف ہوئے تھے - ۱۷۸۶ء میں ایک بلوچی قوم نے ملکِ سندھ کو فتح کرکے اس میں اپنا تسلّط بٹھا لیا تھا - یہ امیر انہیں فاتحین کی اولاد میں سے تھے + فوجِ بمبئی کا سپہ سالار چارلس نیپیر ایسا آدمی نہ تھا - کہ امیروں کے اُس رویّہ کی برداشت کرتا - چنانچہ جھگڑا روزمرّہ بڑھتا ہی گیا - امیرانِ سندھ نے بڑی بھاری فوج فراہم کی - اور میجر اوٹرام کو رزیڈنٹی حیدر آباد سندھ چھوڑ کر بھاگنا پڑا - یہ واقعہ جنگ کی ابتدا سمجھا گیا - اور ۱۷ - فروری ۱۸۴۳ء کو تھوڑی سی انگریزی فوج نے اپنے سے دس گنے لشکر کو مقامِ میانی پر شکست دی - چار روز بعد حیدر آباد سندھ میں ایک اَور فتح ہوئی - اور لڑائی کا خاتمہ ہوگیا - اس کے تھوڑے عرصے بعد ہی سندھ علاقہ انگریزی میں شامل کر لیا گیا +

اسی سال کے خاتمے کے قریب گوالیار نے سر اُٹھایا - اور گورنر جنرل خود ایک بڑی فوج لے کر وہاں پہنچا - دو لڑائیوں کے بعد گوالیار سر ہُوا - لیکن فساد کی آگ برابر سلگتی رہی - اور غدرِ سپاہیاں کے موقع پر پھر بھڑک اُٹھی - ڈائرکٹرانِ کمپنی گورنر جنرل سے پہلے ہی خوش نہ تھے - اس جنگ سے اور بھی ناراض ہوئے - اور اسے ولایت واپس بلا لیا - اگر لارڈ النبرا کو زیادہ دانائی کے ساتھ کام کرنے کی عادت ہوتی - تو لوگوں کو اُس سے زیادہ ہمدردی ہوتی - اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے - کہ اُس شخص میں بڑے بڑے کام انجام دینے کی لیاقت و قابلیت تھی - مگر ان ایام میں ڈائرکٹرانِ کمپنی اپنے افسروں کی بہت قدر نہ کیا کرتے تھے - لارڈ النبرا کی لیاقت کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے - کہ ڈیوک آف ولنگٹن وزیرِ اعظم انگلستان کا اس پر پورا پورا بھروسہ تھا +

اُنّیسواں باب

سکّھوں کی لڑائیاں

لارڈ ہارڈنگ لارڈ النبرا کے بعد گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا۔ یہ ایک بڑا بہادر سپاہی تھا۔ اور جنگ جزیرہ نما میں ایک بازو کھو چکا تھا۔ منتظم بھی بہت اچھا ثابت ہؤا۔ لارڈ آک لینڈ کا عہد افغانی عہد سمجھنا چاہئے۔ اور لارڈ ہارڈنگ کا سکھی۔ کیونکہ نئے گورنر جنرل کے عہد کا سب سے بڑا واقعہ سکّھوں کی لڑائیاں ہیں +

سکّھوں کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔ اور یہ بھی بتا چکے ہیں۔ کہ اورنگ زیب کے جانشینوں سے اُن کے تعلّقات کیسے رہے ہیں۔ اٹھارھویں صدی میں یہ لوگ خوب پھلتے پھولتے رہے +

۱۷۵۱ء کے بعد سے پنجاب سلطنتِ مغلیہ سے علیحدہ ہو کر کابل کے درّانی بادشاہوں کی حکومت میں آ گیا تھا۔ ۱۷۸۰ء میں بمقام گوجرانوالہ رنجیت سنگھ

پیدا ہؤا - اور ابھی نوجوان ہی تھا - کہ کابل کا حکمران زمان شاہ جو احمد شاہ ابدالی کا پوتا تھا - پنجاب میں آیا - اس سفر میں اس کی کچھ توپیں دریائے جہلم میں ڈوب گئی تھیں - رنجیت سنگھ نے اُن توپوں کو نہایت محنت سے نکلوا کر شاہِ کابل کے روبرو پیش کیا - زمان شاہ نے خوش ہوکر اُسے لاہور کا حاکم مقرر کر دیا +

سکھوں میں رنجیت سنگھ بڑا مشہور و معروف راجہ ہؤا ہے - یہ ۱۷۹۸ء میں حاکمِ پنجاب ہوگیا تھا - اس کی طاقت روز بروز بڑھتی گئی - یہاں تک کہ ستلج تک کے علاقے کا خود مختار راجہ بن گیا - ۱۸۰۹ء میں رنجیت سنگھ نے سرکار انگریزی سے دوستی کا وہ معاہدہ کیا - کہ جیتے جی اُس میں فرق نہیں آیا - لیکن ۱۸۳۹ء میں جب وہ مرا - تو سلطنت میں بد نظمی پھیل گئی +

سکھوں میں اکثر فساد ہوتے رہتے تھے - جس وقت تک لارڈ ہارڈنگ ہندوستان میں آیا - رنجیت سنگھ کے کئی بیٹے اور بڑے بڑے سردار مارے جا چکے تھے - اور اب سب سے چھوٹا بیٹا دلیپ سنگھ اور اُس کی ماں رانی جنداں دونو راج کے وارث تھے - اور اُن کے بڑے بھاری صلاح کار گلاب سنگھ اور تیج سنگھ تھے - رانی نے یہ گمان کرکے کہ انگریزی سپاہ سکھ

علاقے پر حملہ نہ کر دے - اپنی فوج کو دریائے ستلج عبور کرکے علاقۂ انگریزی پر دھاوا کرنے کا حکم دیا +

گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف گف سکھوں کے مقابلے کو آگے بڑھے - اور ۱۸ - دسمبر ۱۸۴۵ء کو انہوں نے مدکی کے مقام پر حملہ کرکے سکھوں کو وہاں سے ہٹا دیا - ۲۱ تاریخ کو فیروز پور میں ایک اور لڑائی ہوئی - سکھ پس پا تو ہوئے - لیکن پوری فتح نہیں ہوئی - سکھ بہت سی فوج اور ستر توپیں لے کر پھر ستلج سے اُتر آئے - لیکن ۲۷ - جنوری ۱۸۴۶ء کو سرہیری سمتھ نے علی وال کے مقام پر سکھوں پر ایک بڑی بھاری فتح پائی - سکھ اب سوبراؤں میں جمع ہوئے - اور ۱۰ - فروری کو سرہنری ہارڈنگ نے اُن پر حملہ کیا - بہت دیر تک لڑائی جاری رہی - دونو طرف سے بہادروں نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے - بڈھے شام سنگھ اٹاری والے نے جس کی شجاعت اور دلیری کے قصے اب تک مشہور ہیں - سفید لباس پہن کر تلوار ہاتھ میں لئے اپنے آپ کو بڑی جوانمردی سے قربان کر دیا + مگر سکھوں نے شکست فاش کھائی - اور بہتیرے دریا میں ڈوب ڈوب کر مر گئے - انگریزوں کے دو ہزار تین سو آدمی کام آئے - اور سکھوں کے کم سے کم آٹھ ہزار +

مہاراجہ رنجیت سنگھ

اس طرح سے سکھوں کی
پہلی لڑائی ختم ہوئی۔سوبراؤں
کی لڑائی کے بعد عہد نامہ
لاہور پر دستخط ہوئے۔
بیاس اور ستلج کے درمیان
کا علاقہ تاوانِ جنگ کے
طور پر سکھوں نے انگریزوں
کے حوالے کیا۔اور جو توپیں
انگریزوں نے اُن سے
چھین لی تھیں۔وہ اُنہیں
کے پاس رہیں۔لیکن یہ
صلح ہمیشہ کے واسطے قائم
نہیں رہی۔کشمیر اور ہزارہ
بھی اس عہد نامہ کے رُو سے
سرکار انگریزی کے قبضے میں آئے۔لیکن بعد میں
کشمیر راجہ گلاب سنگھ والئے جموں کو عطا ہوا۔
اور اُس نے اُس کے معاوضے میں مصارفِ جنگ کی
بابت ایک کروڑ روپیہ سرکار انگریزی کو ادا کیا۔
اور کشمیر ایک خود مختار ریاست بن گئی +

لارڈ ہارڈنگ نے ملک کا انتظام اچھا کیا۔اور
سپاہیوں کی حالت کی اصلاح کی۔دارجیلنگ میں
گوروں کے واسطے موسمِ گرما بسر کرنے کا انتظام
کیا۔ستی اور دختر کشی کا انسداد کیا۔رڑکی میں

انجنیروں کا کالج کھولا - اور ۱۸۴۸ء میں ہندوستان سے رخصت ہُوا +

اس کا جانشین ایک نوجوان سکاٹ لینڈ کا رئیس زادہ یعنی لارڈ ڈلہوزی مقرر ہوکر آیا - اس شخص کی خصلت اعلٰے درجے کی تھی - اور نہایت لائق آدمی تھا - اصلاح کا دل و جان سے حامی تھا - اور مزاج ایسا سخت گیر پایا تھا - کہ جس حکمتِ عملی کو اپنے ذہن میں درست سمجھتا تھا - اُس میں ہرگز تبدیلی کی اجازت نہیں دیتا تھا - بعض لوگ اُس کے تحکمانہ انداز کے شاکی ہیں - اپنی اس عادت سے وہ خود بھی واقف تھا - لیکن عیب کی بجاے خوبی شمار کرتا تھا - خاص کر اُس وقت جب یہ انداز اُس کے عُہدے کی شان و شوکت قائم رکھنے میں کام آتا تھا - چنانچہ اُس نے ایک دفعہ کہا "میں اسے اپنے جلیل القدر عُہدے کا اختیار قائم رکھنے کے لئے مناسب اور مصلحتِ وقت کے مطابق سمجھتا ہوں - یہ عُہدہ ایسا ہے - کہ اندیشہ ہے - ذمّہ واری بڑھ جائے اور اختیار گھٹ جائے - اور ڈائرکٹروں کے بہت دباؤ ڈالنے سے اُس کے فائدے کے کاموں میں نقصان واقع ہونے لگے +

لارڈ ڈلہوزی کا ارادہ تھا - کہ میرے عہدِ حکومت میں امن و امان کے ساتھ ہر ایک صیغے میں ترقی ہوتی چلی جائے - اگرچہ ملک کی بہبودی میں بہت کچھ

ترقی ہوئی - لیکن اُس کے عہد کو امن کا عہد نہیں کہ سکتے - اُس نے اپنے عہدے کا کام سنبھالا ہی تھا - کہ سکھوں کی طرف سے زیادتی ہونے لگی - اپریل میں ملتان پر حملہ ہؤا - اور دو انگریز اینڈرسن اور ایگنیو مارے گئے - گرمی میں فوج کشی محال تھی - اس لئے ماہِ نومبر میں لارڈ گف نے دشمن پر چڑھائی کی - فوج میں ستّر ہزار پیادے - چار ہزار سوار اور ساٹھ توپیں تھیں - اُن میں سے ساڑھے سات ہزار جوان محاصرۂ ملتان میں مصروف تھے - جو ۲۲ - جنوری ۱۸۴۹ء سے پہلے سر نہ ہو سکا - لیکن گف آگے بڑھا - اور ۲۲ - نومبر کو رام نگر واقع چناب پر ایک چھوٹی سی لڑائی ہوئی - جس میں جنرل کیورٹن مارا گیا +

سکھوں کی فوج کا حصۂ کثیر چیلیاں والہ واقع جہلم پر مورچہ بندی کئے پڑا تھا - اور تعداد میں شاید پچیس ہزار جوان تھے - ۱۳ - جنوری ۱۸۴۹ء کو لارڈ گف کی اُن سے مٹ بھیڑ ہوئی - دو بجے کا وقت تھا - اور گف کا ارادہ تھا - کہ دھاوا دوسرے دن کرے - مگر سکھوں کے جنرل شیر سنگھ نے گولہ باری شروع کر دی - اور گف کو حملہ کرنا پڑا + چوبیسویں رجمنٹ سخت گولہ باری کی زد میں آ گئی - اور چند ہی منٹ میں آدھے سے زیادہ آدمی مارے گئے - سپاہیوں نے بڑی بہادری سے پھر صف آرائی

کی - اور آگے بڑھے - یہاں تک تو لڑائی گف کے خلاف رہی +

لیکن انگریزی سپاہ کے پیادوں کی بہادری ہر مشکل پر غالب آئی - یہ بڑھے چلے گئے - اور آخرکار اُنھوں نے سکھوں کو اُن کے مورچوں پر سے ہٹا دیا - اور تیس توپیں چھین لیں - اب پانچ بجے اور شام ہونے کو آئی - گف نے یہی مناسب سمجھا - کہ چیلیاں والے چلا جائے - کیونکہ کھانا اور پانی لڑائی کے میدان میں دستیاب نہیں ہوسکتا تھا - چنانچہ کچھ عرصے کے لئے توپیں وہیں چھوڑ دیں - اور آخرکار بارہ توپوں کے سوا سکھ سب لے گئے +

لارڈ ڈلہوزی

لارڈ ڈلہوزی لڑائی کی کیفیت سُن کر بہت خفا ہوا - خود اُس کے خیال اور سخت نقصان سے لوگ یہ سمجھے - کہ نتیجہ خراب نکلا - بعض مصنّفوں نے اسی پر قناعت نہ کی - کہ اس لڑائی کو بے نتیجہ خیال کرتے - بلکہ اُس کو شکست کہا ہے +

چیلیاں والے کی لڑائی کے بعد گف کمک کا انتظار کرتا رہا - اور اُس نے کوئی حملہ نہیں کیا - سکھوں نے بھی اُس پر دھاوا کرنے کی جرأت نہ کی - جب کمک پہنچ گئی - تو وہ آگے بڑھا - اور دیکھا - کہ شیر سنگھ گجرات واقع چناب میں مقیم ہے - چنانچہ ۲۱ - فروری کو گف نے دھاوا کیا - سخت گولہ باری کے بعد انگریزی فوج آگے بڑھی - اور پیادوں نے ہلّہ کرکے سکھوں کی اگلی صفوں کو مار ہٹایا - سکھ یہ دیکھ کر کہ حملہ کرنے والی دو فوج کے بازوؤں کے بیچ میں جگہ خالی ہے - بڑی دلیری سے بیچ میں آ کودے - لیکن سخت لڑائی کے بعد جس میں سر کاٹن کیمبل نے مردانگی دکھائی - سکھوں کو شکست ہوئی - اور وہ ہر طرف بھاگتے نظر آئے +

چیلیاں والے کی لڑائی کی خبر جب لنڈن پہنچی - تو لارڈ گف کی جگہ سر چارلس نیپیر کمانڈر انچیف مقرر کرکے بھیجا گیا - لیکن اُسے پنجاب آتے آتے اتنی دیر لگی - کہ وہ لڑائی میں حصّہ نہ لے سکا +

فتح کامل ہوئی تھی - اور لارڈ ڈلہوزی کا عرصے سے پنجاب کو انگریزی عملداری میں داخل کرنے کا ارادہ ہو چکا تھا - دلیپ سنگھ کی بیش قرار پنشن مقرر ہو گئی - اور پنجاب سلطنتِ انگریزی کے نہایت بیش قیمت اور زرخیز حصّوں میں شامل ہو گیا - لڑائی میں جو

مال و اسباب انگریزوں کے ہاتھ آیا - اُس میں مشہور و معروف ہیرا کوہ نور بھی تھا +

کچھ عرصے تک پنجاب کا انتظام ایک بورڈ کے ہاتھوں میں رہا - جس میں ہنری لارنس - جان لارنس اور مانسل شامل تھے - لیکن تھوڑے عرصے کے بعد دونو بھائیوں کی رائے میں اختلاف ہو گیا - ہنری لارنس چاہتا تھا - کہ جن سرداروں سے علاقے چھینے گئے ہیں - اُن سے زیادہ فیاضی کے ساتھ سلوک کیا جائے - اگر اُس کی رائے پر عمل کیا جاتا - تو بعد میں جو مصیبتیں پیش آئیں - وہ نہ آتیں - لیکن جان لارنس کی مدد پر خود گورنر جنرل تھا - اور آخر میں وہی پنجاب کا اکیلا حاکم مقرر ہؤا +

لارڈ ڈلہوزی کے عہد کی دوسری بڑی لڑائی کا مختصر حال بھی لکھنا ضروری ہے - شاہِ برما بالکل خود مختار اور ظالم بادشاہ تھا - اور لارڈ ایمہرسٹ کے ساتھ جو عہد نامہ ہؤا تھا - اُس کی شرائط کے مطابق عملدرآمد نہ کرتا تھا - اُس سے طرح طرح کی زیادتیاں بھی ہوئی تھیں - ۱۸۵۱ء میں رنگون کے سوداگروں نے ایک عرضی بھیجی - اور اُس میں جو نقصان اُنہیں پہنچے تھے - سب کا حال لکھا - لیکن سمجھانے کا اثر شاہِ برما پر نہ ہؤا - لارڈ ڈلہوزی اپنے روزنامچے میں لکھتا ہے "خدا

جانتا ہے - کہ میں لڑائی کرنا نہیں چاہتا" لیکن کیا کیا جاتا - اور کوئی طریق تھا ہی نہیں - ۱۸۵۲ء کے آغاز میں لڑائی شروع ہوئی - بیڑے اور فوج دونو نے بڑے بڑے جوہر دکھائے - ۱۹- مئی کو بسین ہاتھ آیا - ۴ جون کو پیگو - اور ۲۱- نومبر کو پھر یہی شہر دوبارہ فتح ہؤا - ۲۰- دسمبر کو گورنر جنرل نے اعلان کر دیا کہ علاقۂ پیگو سلطنت انگریزی میں شامل کیا گیا - اور نئے صوبے کا انتظام خود جا کر کیا - لیکن معاملاتِ برما کا انتظام کچھ عرصے بعد اَور ہاتھوں سے ہونا تھا +

لارڈ ڈلہوزی کو اگرچہ دو بڑی بڑی لڑائیاں لڑنی پڑیں - لیکن یہ شخص صلح پسند تھا - اور جتنے مدبّر ہندوستان پر حکومت کر گئے ہیں - اُن میں سب سے زیادہ اصلاح و ترقّی کا خواہاں تھا - ۱۸۵۳ء میں اوّل ریلوے ہندوستان میں جاری ہوئی - اور لارڈ ڈلہوزی کے ولایت جانے سے پیشتر تین سو میل سڑک تیّار ہو گئی - اسی گورنر جنرل کے عہدِ حکومت میں تار برقی ہندوستان میں جاری ہوئی - اور چار ہزار میل تک لگائی گئی - ۱۸۵۴ء میں گورنر جنرل نہرِ گنگا کے جلسۂ افتتاحی میں شامل تھا - اس نہر پر چودہ لاکھ پونڈ صرف ہوئے - اس کے علاوہ آبپاشی کی اَور نہریں بھی تکمیل کو پہنچیں - ڈاک خانے کا آدھ آنے کا ٹکٹ بھی اس کے زمانے میں جاری ہؤا - ڈاک کے معاملے میں ہندوستان انگلستان سے

ہمیشہ آگے رہا ہے۔ڈلہوزی نے دیسی تعلیم کو ترقی دی۔اور یونیورسٹیوں کا ڈھانچ ڈالا۔جنہوں نے تھوڑے ہی عرصے بعد عملی صورت اختیار کر لی۔
لارڈ ڈلہوزی کا مزاج حاکمانہ تھا۔اور وہ اپنی اصلاحی تجاویز کو بڑے زور و شور سے عمل میں لاتا تھا۔
اگرچہ اہلِ ہند کو کبھی کبھی اس کی انتظامی تجاویز بُری معلوم ہوتی تھیں۔لیکن اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے۔کہ وہ عمدہ بھی تھیں۔اور نہایت ضروری بھی +

اس کے عہد میں فوجی انتظام کے بارے میں کوئی بات بیان کے قابل نہیں۔سپاہیوں کی تنخواہ اور بھتے کے بارے میں سرچارلس نیپیر کمانڈر انچیف سے کچھ جھگڑا ہؤا۔اور اس تیز مزاج بوڑھے سپہ سالار نے استعفا دے دیا۔۱۸۵۴ء میں یورپ میں جنگِ کریمیا ہوئی۔اس وجہ سے کچھ انگریزی فوج ہندوستان سے منتقل ہو گئی۔اور صلح ہونے کے بعد یہ کمی پوری نہیں کی گئی۔اس خطرناک حکمتِ عملی کے خلاف لارڈ ڈلہوزی نے سخت اعتراض کیا۔اور ابھی ہندوستان میں آئے اُسے بہت عرصہ نہ ہؤا تھا۔کہ یہ لکھا۔"میں یہ نہیں کہتا۔کہ دیسی فوج بھروسے اور اعتبار کے لائق نہیں ہے۔لیکن اس کی تعداد کافی سے زیادہ ہو گئی ہے۔اور سخت ضرورت کے بغیر اس میں ہرگز زیادتی نہیں ہونی

چاہیئے۔" اُس نے اسی مضمون پر نو یادداشتیں لکھی ہیں۔ جن کا لُبِ لباب یہ ہے۔ کہ "ہندوستان میں پیدل گوروں کی کم از کم پینتیس پلٹنیں ہمیشہ موجود رہنی چاہئیں"۔ اُس نے انگریزی توپخانے میں زیادتی اور دیسی پلٹنوں میں کمی کی تجویز بھی پیش کی تھی۔ یہ یادداشتیں انڈیا آفس کی الماریوں میں پڑی رہیں۔ اور بہت عرصہ گزرنے کے بعد لوگوں کو معلوم ہوئیں۔ اگر اُس کی سفارشوں پر عملدرآمد ہوتا۔ تو غدر ۱۸۵۷ء کی بد امنی پیش نہ آتی +

اس کے عہد کا ایک واقعہ اور قابلِ ذکر ہے۔ اس پر اختلافِ رائے بھی بڑا بھاری ہے۔ اور اس کے سبب لارڈ ڈلہوزی کی اکثر شکایت بھی کی جاتی ہے۔ یہ مسئلۂ انقضا کے عملدرآمد سے دیسی ریاستوں کا الحاق ہے۔ اس مسئلے کو لارڈ ڈلہوزی نے شروع نہیں کیا۔ ۱۸۳۴ء میں ڈائرکٹرانِ کمپنی نے اُس کی منظوری دی تھی۔ مسئلہ یہ تھا۔ کہ اگر کوئی دیسی رئیس لاولد مر جائے۔ اور سرکار ملکی حکمتِ عملی کے لحاظ سے اُس کی ریاست کا الحاق مناسب تصوّر کرے۔ تو گود لئے ہوئے بیٹے کو ورثہ نہیں ملنا چاہیئے۔ پس لارڈ ڈلہوزی نے کوئی نیا اصول گھڑ کر اُس پر عمل درآمد نہیں کیا۔ بلکہ یہ اصول پہلے سے جاری تھا۔ اس کا عقیدہ تھا۔

کہ انگریزی راج میں داخل ہو جانے سے رعایا کا بھلا ہے۔ چنانچہ مندرجۂ ذیل الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے "۔ اس بات میں کسے اختلاف ہوسکتا ہے۔ کہ جو علاقہ ہمارے تحت میں ہے۔ اُس کے استحکام اور مضبوطی کے واسطے ایسے جائز موقعوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔ کہ جن ریاستوں پر مسئلۂ انقضا عائد ہو سکتا ہے۔ اُنہیں ملحق کر لیا جائے۔ اس سے اُن چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے مخلصی ہو جائیگی۔ جو دق کرنے کے ذریعے تو بن سکتی ہیں۔ لیکن ہماری سلطنت کو طاقت پہنچانے کے ذریعے ہرگز نہیں بن سکتیں۔ الحاق سے خزانہ بڑھیگا۔ اور میرا عقیدہ ہے۔ کہ انگریزی راج میں آ جانے سے رعایا کا بھلا ہی بھلا ہے" +

لارڈ ڈلہوزی کو اس بات کے ثابت کرنے میں ذرا بھی دقت پیش نہ آئی۔ کہ جو علاقے ملحق کئے ہیں۔ وہ جائز طور پر ملحق کئے ہیں۔ لیکن اس انتظام کے شوق میں لارڈ ڈلہوزی سے کچھ کام ایسے ظہور میں آئے۔ جو مناسب نہ تھے۔ غرض کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اُس زمانے سے لے کر آج تک لارڈ ڈلہوزی کی اس حکمتِ عملی کے بالکل خلاف عمل ہوتا رہا ہے۔ اور دیسی رؤسا کو فرزندِ نرینہ نہ ہونے کی صورت میں کسی کو متبنیٰ کرکے وارثِ ریاست مقرر کرنے کا بھی اختیار مل گیا ہے +

اگرچہ متبنّٰی وارث موجود تھا۔ لیکن انقضا کی بنیاد پر ۱۸۴۸ء میں علاقۂ ستارا انگریزی راج میں شامل ہوگیا ۱۸۵۳ء میں جھانسی کا بھی یہی حال ہؤا۔ ۱۸۵۴ء میں علاقۂ ناگپور جس میں ایک کروڑ بیس لاکھ آدمی آباد ہیں۔ انگریزی قلمرو میں شامل ہؤا۔ اس وسیع علاقے کا نام آج کل صوبجاتِ وسط ہند ہے۔ اگرچہ یہ سچ ہے۔ کہ آج وہاں کوئی نہ کوئی دیسی رئیس گدّی پر بٹھا دیا جائے۔ تو خاطر خواہ ملک کا انتظام کرلے۔ لیکن اُس وقت یہاں سخت بدنظمی پھیلی ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے یہ علاقہ انگریزی عملداری میں شامل کیا گیا تھا۔ ان معاملات سے انگلستان میں بڑا شور مچا +

اودھ کا معاملہ ان سب سے زیادہ وقیع ہے۔ ۱۸۴۷ء میں لارڈ ہارڈنگ نے "سخت اور لگاتار بدنظمی" پر شاہِ اودھ کی توجّہ منعطف کرکے تنبیہ کی تھی۔ لیکن اصلاح کی کوئی صورت نہ نکلی۔ ۱۸۵۴ء میں لارڈ ڈلہوزی نے کرنیل اوٹرام سے سلطنتِ اودھ کے بارے میں رپورٹ طلب کی۔ اور رپورٹ آئی تو شاہِ اودھ کے اختیارات چھین لینے کے سوا کچھ چارہ باقی نہ رہا۔ چنانچہ لارڈ ڈلہوزی چاہتا تھا۔ کہ شاہِ اودھ برائے نام بادشاہ بنا رہے۔ لیکن ڈائرکٹروں نے اُس کی معزولی ہی منظور کی۔ چنانچہ وہ معزول ہوکر کلکتے بھیجا گیا +

لارڈ ڈلہوزی کی صحت خراب ہوگئی تھی۔ اور وہ

کام کی کثرت کے سبب کم زور ہو گیا تھا۔لیکن اس حالت میں بھی اودھ کے انتظام کا بوجھ اُسے اٹھانا پڑا۔ اس نے یہ بڑی دانائی کی۔کہ ہمدردِ خلائق سرہنری لارنس کو اودھ کا چیف کمشنر مقرر کر دیا۔ پشتہا پشت کی بدنظمی کے بعد لارنس اس صوبے کا انتظام جلد جلد کر ہی رہا تھا۔کہ بغاوتِ ہند کے سبب اس میں خلل پیدا ہو گیا +

اب لارڈ ڈلہوزی کی صحت ایسی خراب ہو گئی۔کہ وہ بارِ سلطنت اُٹھانے کے قابل نہ رہا۔کچھ عرصہ پہلے سے ہی وہ اس فکر میں تھا۔کہ میری جگہ کوئی اَور شخص لے۔آخر ۱۸۵۶ء میں وہ ہندوستان سے رخصت ہؤا۔یہ شخص حق پسندی کا پُر جوش حامی تھا۔ اور خدماتِ سرکاری میں صحت سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ اُس نے یہ سلسلہ جاری کیا۔کہ ہندوستان میں جو حکام مقرر ہوں۔وہ پوری پوری انتظامی لیاقت رکھتے ہوں۔ چنانچہ تمام محکموں میں یہی بات اب تک چلی جاتی ہے۔ جن حالات سے اُسے سابقہ پڑا۔اُن کے لحاظ سے وہ بعض اوقات ایسے کام بھی کر بیٹھا۔جن کا اثر بہت ہی دور پہنچا۔لیکن جو غلطیاں اُس سے سرزد ہوئیں۔ وہ اُس کی نیک نیتی اور حق پسندی پر مبنی تھیں۔ ہندوستان سے جا کر وہ چند سال بعد ہی مر گیا۔ اس پر لوگوں نے بُری طرح حملے کئے۔لیکن اُس نے وضعداری اور خاموشی سے کام رکھا +

بیسواں باب

بغاوتِ سپاہیاں

لارڈ کیننگ جو مشہور مدبّر کیننگ کا بیٹا تھا - ۱۸۵۶ء کے شروع میں ہندوستان میں پہنچا - اُس کی صورت سے عزّت و شان ٹپکتی تھی - اور بڑا معزّز شخص معلوم ہوتا تھا - مزاج ایسا پایا تھا - کہ خطرے اور گھبراہٹ کے وقت بھی مطمئن رہتا تھا - جنگِ روس کی وجہ سے وسط ایشیا میں دقّتیں اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں - چنانچہ شاہِ ایران نے فوج روانہ کی - اور دوست محمد خاں سے ہرات چھین لیا - گورنر جنرل نے سر جیمز اوٹرام کو فوج دے کر خلیج فارس میں بھیجا - اہلِ فارس افغانستان سے نکال دئے گئے - اس طرح دوست محمد خاں سے جو دوستی شروع ہوئی - بڑی مفید ثابت ہوئی - فوج بھی ہندوستان میں عین موقع پر واپس آ گئی - یعنی اُس وقت کہ بغاوت شروع ہی ہوئی تھی ؛

تمام اسباب بغاوت میں سے نہایت عام سبب چربی دار کارتوس ہیں۔ اور سب سے کم زور سبب وہ بد امنی ہے۔ جو ایک تو خاندان ہاے روساء کے ساتھ سرکار انگریزی کے سلوک سے پھیلی۔ اور دوسری اُن مختلف اصلاحوں سے۔ جو پُرانی وضع کے ہندوستانیوں کو بُری معلوم ہوئی تھیں۔ لوگوں میں یہ خبر پھیل گئی تھی۔ کہ نئے کارتوسوں[1] میں سؤر کی چربی لگائی جاتی ہے۔ جن شخصوں کا عقیدہ یہی تھا۔ اُن کی حیرانی کا کیا ٹھکانا ہے۔ لیکن اس قسم

لارڈ کیننگ

---

[1] جنوری ۱۸۵۷ء میں ایک کمین نے جو کلکتے کے قریب دم دم کے میگزین میں ملازم تھا۔ قلعے کے ایک سپاہی سے کہا۔ کہ مجھے لوٹے سے پانی پلاؤ۔ سپاہی نے یہ جواب سن کر کہ نیچی ذات کے آدمی کے چھونے سے لوٹا خراب ہو جائیگا۔ کمین نے کہا۔ کہ سپاہیوں کی ذات پات بھی قائم نہیں رہیگی۔ کیونکہ سرکار ایسے کارتوس بنوا رہی ہے۔ جن میں گاے اور سؤر کی چربی لگائی جائیگی۔ اور بندوقیں بھرنے سے پیشتر سپاہیوں کو اُنہیں دانتوں سے کاٹنا پڑیگا + ہومز

کی خبریں آئے دن اڑائی جاتی ہیں۔ اور کوئی خراب نتیجہ نہیں نکلتا۔ یہ تو اسی طرح کی بات ہے۔ کہ صوبجاتِ متحدہ امریکہ چاے کے باعث انگلستان سے علیحدہ ہو گئے۔ کارتوسوں کے بہانے سے لوگوں نے بغاوت کی آگ کو بھڑکایا تو ضرور۔ لیکن اس کو بغاوت کا سبب بتانا غلطی ہے +

معزز رؤساء کے ساتھ سختی کے ساتھ پیش آنے اور بار بار کے الحاقوں سے لوگ سخت بد ظن ہو گئے تھے۔ جو اور تبدیلیاں عمل میں آئیں۔ مثلاً ریل۔ تار برقی اور خاص کر ازدواجِ ثانی بیوگان اس سے اور بھی بدگمانی پھیلی۔ پس جہاں تک دریافت ہو سکتا ہے۔ بغاوت کے بڑے بھاری سبب یہی تھے۔ اس کے علاوہ کچھ اور چھوٹے موٹے اسباب بھی تھے +

ہندوستان میں انگریزی فوج کی تعداد کم رہ گئی تھی۔ اور ہندوستانی فوج کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ لارڈ ڈلہوزی کے عہدِ حکومت کے خاتمے پر ہندوستانی فوج کی تعداد دو لاکھ تہتّر ہزار جوان تھی۔ اور انگریزی فوج صرف ۴۵ ہزار تھی۔ بنگالہ کی سپاہ کا مزاج بگڑ رہا تھا۔ انہیں یہ خیال تھا۔ کہ ہم نے اپنی ہی طاقت سے سکھوں کو زیر کیا ہے۔ جنگِ افغانستان بھی بدنامی کا باعث ہوئی تھی۔ مسلمان یوں ناراض تھے۔ کہ یہ جنگ اُن کے ہم مذہبوں کے

ساتھ ہوئی تھی - اور ہندو یوں کہ میدانِ جنگ کا فاصلہ دور دراز تھا - اور انہیں سخت مصیبتیں جھیلنی پڑی تھیں - توپ خانے کا بڑا حصّہ دیسیوں کے ہاتھ میں تھا - اور فوج کی تقسیم میں بڑے بھاری نقص تھے +

اس کا نام بغاوتِ سپاہیاں ہی درست ہے - کیونکہ ہندوستان کے دیہات میں کچھ ہل چل نہیں ہوئی - بڑے شہروں میں بھی سازشوں سے قطع نظر کی جائے - تو صرف بد معاش لوگ ہی ہل چل میں شریک ہوئے - چربی دار کارتوسوں کی وجہ سے عام بد ظنی پھیل گئی اور تمام شمالی ہندوستان میں جگہ جگہ چٹھیاں بھیجی گئیں - جن کا مدعا بغاوت پھیلانا تھا - لیکن واقعی بغاوت ۱۰ - مئی کو میرٹھ میں شروع ہوئی - تیسرے رسالے میں بہت سے سواروں کو کارتوس نہ لینے کے جرم میں سزا ہوتی تھی - اور وہ قید خانے بھیج دئے گئے تھے +

اتوار کی شام کو تیسرے رسالے نے مقید سپاہیوں کو جیل خانے سے چھڑایا - اور وہ پریڈ کے میدان میں واپس آئے - تو پیادوں کی دو تین پلٹنیں بھی اُن کے ساتھ شامل ہوگئیں - ان کا ارادہ تھا - کہ گرجا پر حملہ کرکے انگریزی سپاہیوں کو قتل کر ڈالیں - خوش قسمتی سے یہ ارادہ معلوم ہو گیا تھا - اس وجہ سے باغیوں کو پریڈ پر ساٹھویں رائیفلز رجمنٹ

صف بندی کئے ہوئے ملی۔ لیکن اس پلٹن نے باغیوں پر
حملہ نہیں کیا۔ اور وہ بے روک ٹوک دہلی کی طرف روانہ
ہوکر صبح وہاں جا پہنچے۔ چونکہ وہاں انگریزوں کی
حفاظت کا کچھ سامان نہیں کیا گیا تھا۔ اس وجہ
سے شام کے وقت لوگوں نے انہیں قتل کر ڈالا +
دہلی میں انگریزوں کی تعداد تو بہت تھوڑی تھی۔
مگر جانباز ولوبی اور چند
اور انگریزوں نے مل کر
میگزین اڑا دیا۔ اور اکثر مرد
عورت اور بچوں نے بھاگ کر
اپنی جان بچائی۔ تمام شمالی
ہندوستان کے باغی دہلی
میں اکٹھے ہوگئے۔ اور دہلی
سے لے کر الہ آباد تک
ہنگامہ پھیل گیا۔ کمانڈرانچیف
جنرل اینسن نے فتح دہلی
کی تیاری بڑے زور شور

سر جان لارنس

سے کی۔ لیکن بدقسمتی سے ۲۷ - مئی کو وہ مر گیا +
دہلی کی کہانی کہنے سے پہلے ذرا پنجاب کی طرف
نگاہ ڈالنی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت
پنجاب نے بڑا کام دیا۔ خوش قسمتی سے یہ صوبہ
جان لارنس جیسے لائق آدمی کے زیر حکم تھا۔ لارنس
کے ماتحت بڑے بڑے لائق فوجی افسر تھے۔ اور ان

ہیں ایڈورڈس اور نکلسن سب سے ممتاز تھے - ۱۳ - مئی کو مسٹر منٹگمری نے جھٹ پٹ لاہور کی پلٹنوں سے ہتھیار لے لئے - لیکن فیروز پور اور جالندھر میں ایسی کامیابی ظہور میں نہیں آئی - ہاں بحیثیت مجموعی پنجاب میں انگریزی انتظام اچھا بنا رہا - اور فتح دہلی میں اسی صوبے نے خوب کام دیا +

جنرل ولسن نے میرٹھ سے کوچ کرکے باغیوں کو ہینیڈن پر شکست دی - اور ۳۱ - مئی کو دہلی کے قریب ڈیرے ڈال دئے - دوسرے روز اس کی جگہ جنرل برنارڈ مقرر ہوکر آیا - ۸ - جون کو انگریزوں نے بادلی کی سرائے پر پھر فتح پائی - اور پہاڑی پر مقیم ہوگئے +

جانب جنوب ابھی حالت خراب تھی - لکھنؤ میں سرہنری لارنس کی تجاویز ایسی قیمتی ثابت ہوئیں - کہ قلعے کی فوج بچ گئی - خوش قسمتی سے یہاں بتیسویں رجمنٹ اور کرنیل انگلس جیسا لائق افسر موجود تھا - ۳۰ - مئی کو یہاں بھی سپاہی باغی ہوگئے - ایک مہینہ بعد سرہنری نے ان پر حملہ کیا - لیکن سخت نقصان کے ساتھ پس پا ہونا پڑا - اور باغیوں نے رزیڈنسی کے مکان کا محاصرہ کر لیا - چند روز بعد ایک گولے کے پھٹنے سے سرہنری لارنس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا +

صوبہ متحدہ میں آگرے کے سوا انگریز اور کہیں

باغیوں سے عہدہ برا نہ ہوسکے۔ بریلی۔ شاہجہان پور۔ فرخ آباد۔ مراد آباد اور اَور مقاموں سے یا تو وہ نکال دئے گئے یا قتل ہوئے۔ اب بڑا بھاری آسرا یہ تھا۔ کہ دہلی جلدی سے فتح ہو جائے۔ کیونکہ جنوب کی طرف سے محصوروں کی مدد کو کمک جلد نہیں پہنچ سکتی تھی +
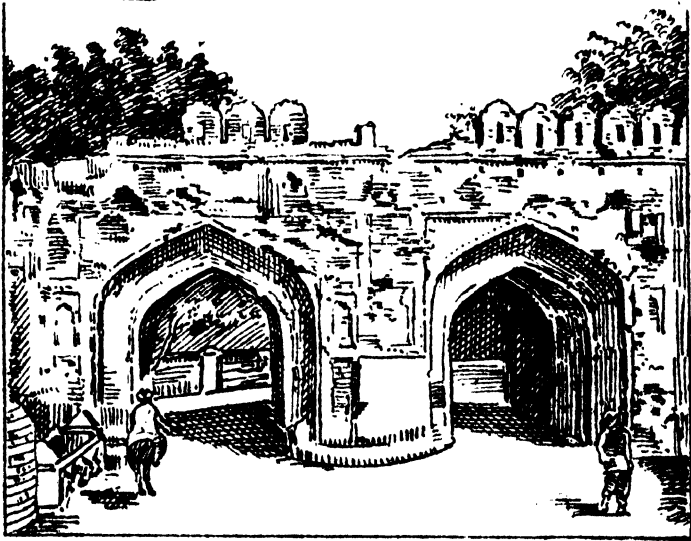
کشمیری دروازہ دہلی

دہلی پر فوراً ہی حملہ کر دینا مناسب نہ سمجھا گیا۔ جنرل برنارڈ ۵۔ جولائی کو مر گیا۔ اور جنرل ولسن جو پہاڑی پر افسر اعلےٰ تھا۔ اُسے شک و شبہات نے گھیرا۔ ہاں محاصرے کی روح رواں ایک لائق انجنیر

کرنل بیرڈ سمتھ تھا - اور سر جان لارنس پنجاب سے کمک پر کمک بھیجے جاتا تھا - اس کام میں نکلسن نے اپنے جوہر دکھائے +

سخت معرکوں کے بعد نکلسن ساتویں اگست کو دہلی پہنچا - جنرل ولسن کو یہ سمجھاتا - کہ دہلی پر حملہ کر دو - اگرچہ مشکل بات تھی - مگر چودھویں ستمبر کو آخری حملہ کیا گیا - چند جانبازوں نے کشمیری دروازے کو باروت سے اڑانا چاہا - اور ایک یا دو دن میں دہلی فتح ہو گئی - لیکن فتح کی خوشی نکلسن کی موت سے تلخ رہی - حملہ شروع ہوتے ہی

جنرل نکلسن

نکلسن کے ایک گولی لگی - اور وہ چند روز کے بعد ہی مر گیا - ہوڈسن نے جو رسالے کا ایک بہادر افسر تھا - شاہِ دہلی ابوظفر بہادر شاہ کو گرفتار کیا - جو بعد میں جلا وطن کر کے رنگون بھیجا گیا - اور وہیں مر گیا +

اب کانپور کے خوفناک واقعات سنئے - یہاں تھوڑی بہت انگریزی سپاہ تھی - اُن کے افسر ویلر نے بجائے اس کے کہ مضبوط اور مستحکم میگزین کو اپنی پناہ گاہ

بنانا - دیسی چھاؤنی کے قریب قیام کیا - ۵ - جون کو
باغیوں نے اُس کا محاصرہ شروع کر دیا - مقام بتھور
میں جو کانپور سے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔
دندو پنتھ معروف بہ نانا صاحب رہتا تھا - اُسے
سرکار انگریزی سے یہ پرخاش تھی - کہ اُس کے باپ
یعنی معزول پیشوا کی آٹھ لاکھ روپے سالانہ پنشن
بند کر دی گئی تھی - لیکن انگریز اُسے اپنا دوست
سمجھتے تھے - اور وہ سرکاری افسروں کی خاطر بھی
بہت کیا کرتا تھا - اس شخص نے جنرل وہیلر سے
یہ وعدہ کیا - کہ تمہیں دریا کے راستے الٰہ آباد
تک میرے سپاہی پہنچا دینگے - چونکہ محاصرہ تین
ہفتے سے جاری تھا - اس وجہ سے وہ بودے مکان
اب ٹھیرنے کے لائق نہیں رہے تھے - جنرل کے
ساتھ عورتیں بچّے بیمار اور زخمی بہت سے تھے -
اُس نے نانا صاحب کے وعدہ پر بھروسہ کیا - اور
۲۷ - جون کو انگریزی سپاہ کشتیوں میں سوار ہونے لگی۔
یکایک سپاہیوں نے اُن پر گولیاں برسانی شروع کیں۔
تمام آدمی مارے گئے - صرف چار آدمیوں نے تیر کر
جان بچائی - اور سو سے زیادہ عورتیں اور بچّے
مقید ہوکر کانپور بھیجے گئے - وہاں وہ بڑی مصیبت
سے کچھ دنوں قید خانے میں رہے - اور بعد میں
مروا دئے گئے *

جنوبی ہندوستان انگریزی فوج سے بالکل خالی

ہو گیا تھا - اُن کا سب سے بہادر اور لائق سپہ سالار یعنی برگیڈیر نیل کمک رسانی کی تجاویز میں مشغول تھا - ۳ - جون کو وہ ایک انگریزی رجمنٹ کے ساتھ بنارس پہنچا - اور اس شہر کو لے لیا - ایک ہفتے بعد الٰہ آباد پہنچا - یہاں کا حال خراب تو تھا - مگر اُس نے سب انتظام کر لیا - لیکن اُس کی فوج اتنی کم تھی - کہ کانپور یا لکھنؤ کو کمک نہیں پہنچا سکتا تھا - ۳۰ - جون کو جنرل ہیولک آیا اور فوج کا سپہ سالار مقرّر ہؤا - اُس نے کئی سخت معرکے مارے - لیکن کانپور اُس وقت پہنچا کہ انگریزوں کی عورتیں اور بچّے سب قتل ہو چکے تھے - نیل نے بہت سے قاتلوں کو مقدمہ کر کے سزاے موت دی - اور ہیولک نے لکھنؤ پہنچنا چاہا - لیکن وسط اگست میں اُسے پیچھے ہٹنا پڑا - نیل واپس آنے سے ناخوش تو ہؤا - لیکن فوجی آدمیوں کی راے ہے - کہ واپس آنے کے بغیر چارہ بھی نہ تھا - اُسی وقت کے قریب مسٹر وائل اور اُس کے رفیقوں نے آرے کی بڑی بہادری سے حفاظت کی - لیکن اس نواح میں وہ ہنگامہ برپا تھا - کہ جنرل ہیولک کو کمک پہنچانی بڑا ہی مشکل کام تھا +

آخر کار جنرل اوٹرام فوج لے کر آیا - اور قدامتِ ملازمت کے لحاظ سے وہ سپہ سالار قرار پایا - لیکن

اُس نے اس فیّاضی سے کام لیا - کہ اپنے حق کا خیال تک نہ کیا - اور جنرل ہیولک نے ہی لکھنؤ کو کمک پہنچائی - ۱۶ ستمبر کو تین ہزار فوج روانہ ہوئی - دشمنوں کو کئی بار شکستیں ہوئیں - اور ۲۵ ستمبر کو انگریز لکھنؤ میں داخل ہوئے - لیکن بازار میں جو لڑائی ہوئی - اُس میں نیل مارا گیا - دو مہینے بعد ہیولک نے بھی وفات پائی - حفاظتِ لکھنؤ ایک بڑا بھاری کارنامہ ہے - اور سرہنری لارنس کے بعد اس کا فخر و ناز جنرل انگلس اور اُس کے سپاہیوں کا حصّہ ہے - کمک رساں فوج تعداد میں اتنی تھوڑی تھی - کہ محصورین کو اپنے ساتھ لانے کی بجائے کچھ عرصے تک آپ لکھنؤ میں محصور رہی +

ماہ اگست میں جنگ آزمودہ سپہ سالار سر کالن کیمبل ہندوستان میں پہنچا - اس کے اور نیز انگلستان سے اَور فوج آنے کے باعث سے کلکتّے کے انگریز اطمینان سے رہنے سہنے لگے - کیمبل نے جانبِ شمال کوچ کرنے کی تیّاری کی - لیکن بہت سے دیر کے باعث پیش آ گئے - یکم اکتوبر کے قریب ملک کی حالت بہت کچھ درست ہو گئی تھی - دہلی فتح ہو چکی تھی - لکھنؤ انگریزوں کے ہاتھ میں تھا - آگرہ کا بھی یہی حال تھا - اور تھوڑے ہی عرصے میں کرنیل گریٹ ہیڈ دہلی سے کمک پہنچانے والا تھا - بمبئی

اور اُس کی نواح میں سازشیں تو بہت سی ہوئی تھیں - لیکن دانشمندی سے کام لینے سے دور ہوگئی تھیں - اس حصۂ ہندوستان میں کسی دقت کا سامنا نہیں ہؤا - مدراس اور حیدر آباد میں امن تھا - حیدر آباد میں امن رکھنے کا فخر سر سالار جنگ کا حصّہ ہے - بہار میں بھی شورش ہوئی - لیکن پنجاب میں سر جان لارنس اور اُس کے ماتحتوں کی ہمّت سے امن رہا - راجہ سر رنبھیر سنگھ والئے کپور تھلہ اور اُس کے بھائی سر بکرم سنگھ نے امن و امان قائم رکھنے میں بڑی مدد دی - اور یہ دونو بھائی اودھ میں بھی باغیوں سے لڑتے رہے - مہاراجہ پٹیالہ نے بھی اپنی فوجوں کو دہلی بھیجا - راجپوتانہ میں بھی کئی راجاؤں نے امن قائم کرنے میں مدد دی - ہاں وسط ہند میں بڑی خرابیاں واقع ہوئیں - گوالیار اور اندور میں بغاوت تو ہوئی - لیکن میجر ڈیورینڈ کی دانشمندی اور مہاراجہ سیندھیا کی وفاداری سے اُن کا اثر زیادہ نہ ہؤا +

جاڑے کے شروع میں انگریزوں نے چڑھائی شروع کی - سر جان کیمبل کلکتے سے ۲۷ - اکتوبر کو روانہ ہؤا - اور نومبر کے شروع میں پانچ ہزار فوج لے کر کانپور سے کوچ کیا - ۱۷ - نومبر کو لکھنؤ میں آخری کمک پہنچی - بڈّھے سپہ سالار میں نقص تھا - تو یہ تھا - کہ وہ بہت ہی محتاط آدمی تھا - اگرچہ

اور آدمی سمجھاتے رہے - لیکن وہ لکھنؤ سے فوراً روانہ ہوگیا - کانپور میں کرنیل ونڈھم کو چھوڑ گیا تھا۔ لیکن اُسے شکست ہوئی - مگر اس شکست سے کچھ بہت خراب نتیجے نہ نکلے - دوسرے سال کے شروع میں اُسے فتح پر فتح ہوئی - اور تمام اودھ اور روہیل کھنڈ انگریزوں نے فتح کر لیا +
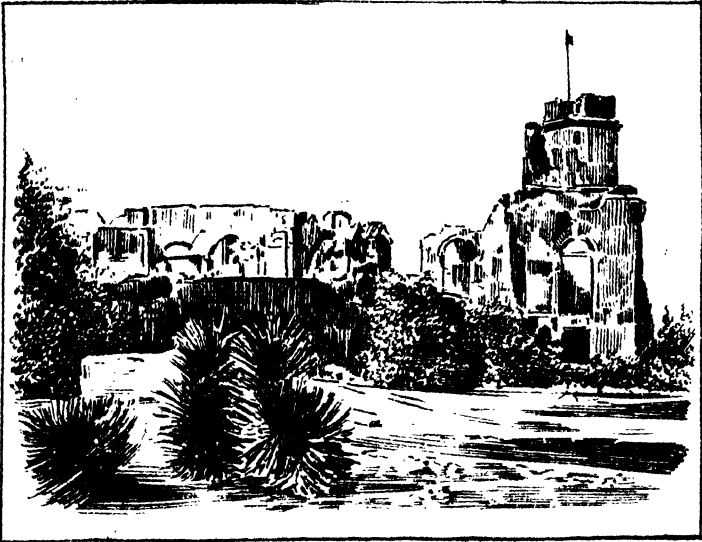
کھنڈراتِ لکھنؤ

ابھی تک وسط ہند کا قضیہ باقی تھا - یہ مشکل کام سر ہیو روز کے سپرد ہؤا - یہ سپہ سالار بغاوت مٹانے میں بہت ہی خوش تدبیر اور کامیابی حاصل کرنے والا سمجھا جاتا ہے - ۶ - جنوری ۱۸۵۸ء کو وہ

اِندور سے چلا - رہٹ گڑھ کو فتح کیا - اور ۳ - فروری کو ساگر میں داخل ہُوا - چند فتوحات کے بعد جھانسی کی طرف بڑھا - اور ۲۱ - مارچ کو وہاں جا پہنچا - یکم اپریل کو اُس نے تانتیا ٹوپی کی فوج کو شکست دی - اور پانچ دن بعد سخت لڑائی کے بعد شہرِ جھانسی کو لے لیا - یہاں سے وہ کالپی کی طرف بڑھا - ۶ - مئی کو کونچ اور ۲۲ - مئی کو گولولی کی لڑائی ماری - کالپی میں سے بہت سے میگزین اور لوٹ ہاتھ آئی - ان فتوحات کے ختم ہونے کے بعد ہی اُس نے سنا - کہ تانتیا ٹوپی نے گوالیار کو فتح کر لیا ہے - انتھک روز فوراً وہاں پہنچا - اور مہینہ بھر کے عرصے میں گوالیار پھر لے لیا - اب لڑائی ختم ہو گئی - اور ادھر اُدھر جو کچھ چھوٹے چھوٹے دستے لوٹ مار کرتے پھرتے تھے - اُن کا دبانا باقی رہ گیا - روز کو ان خدمات کے صلے میں نوٓابی کا خطاب اور اور اعزاز عطا ہوئے +

لڑائی تقریباً نو مہینے جاری رہی - لیکن تانتیا ٹوپی عرصے تک گرفتار نہ ہُوا - آخرکار اپریل ۱۸۵۹ء میں پکڑا گیا - اور اُسے پھانسی ہوئی - ہاں سب سے بڑا مجرم یعنی نانا صاحب گرفتار نہیں ہُوا - کہتے ہیں - کہ وہ نیپال بھاگ گیا - اور غالباً وہیں بخار سے مر گیا +

اس طرح ۱۸۵۷ء کی مشہور بغاوت ختم ہوئی -

مگر بغاوت سے تم یہ نہ سمجھ لینا - کہ تمام ہندوستان میں بد عملی پھیل گئی تھی - دہلی فتح ہونے سے پیشتر ہی یونیورسٹیاں قائم ہو چکی تھیں - اور جس جس ضلعے میں امن ہوتا جاتا تھا - ساتھ کے ساتھ انتظام ملکی و مالی بھی ہوتا جاتا تھا +

غدر سے سب سمجھ گئے - کہ حکومتِ کمپنی کا خاتمہ ہونے والا ہے - اور ہندوستان زیر ظلِ قیصری آنے والا ہے - اس تبدیلی کے عمل میں آنے سے پہلے پارلیمنٹ میں جو بحثیں ہوئیں - لارڈ کیننگ نے اودھ میں جو اعلان جاری کیا - اور جو اور واقع پیش آئے - ان سب کا حال لکھنا ضرور نہیں - ہم صرف نتیجے بیان کئے دیتے ہیں +

سب سے بڑی بات حضور ملکہ معظمہ کا اعلان مؤرخہ ۲ - اگست ۱۸۵۸ء ہے - اس میں تمام مجرموں کو پوری پوری معافی دینے کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے - اور اُس کے یہ الفاظ عام طور پر مشہور ہیں - "ہمارا ارادہ یہ بھی ہے - کہ جہاں تک ممکن ہو - ہماری رعایا خواہ وہ کسی مذہب و ملت کی کیوں نہ ہو - آزادی اور انصاف کے ساتھ ہماری سلطنت کے اُن عہدوں پر ممتاز ہوتی رہے - جن کے فرائض وہ اپنی تعلیم - لیاقت اور دیانت داری سے انجام دینے کے لائق ہو" +

اعلان کا اثر نہایت عمدہ ہوُا - لارڈ کیننگ پہلا گورنر جنرل زیر ظلِ قیصری ہوُا ہے - اس کے عہد

ہیں نہایت ضروری فوجی اصلاحیں عمل میں آئیں۔
دیسی فوج کی تعداد کم کر دی گئی۔اور انگریزی کی
زیادہ۔ اب ان دونو کی اوسط ڈیڑھ لاکھ اور ستر ہزار
ہے۔پہلے سب سے اچھے توپخانے دیسیوں کے تھے۔
اب قریباً ہر ایک توپخانہ گوروں کے ہاتھ میں ہے۔
غرض نمایاں خدمتوں کے بعد کمپنی کی فوج کا خاتمہ
ہُوا۔لیکن جو اصلاحیں عمل میں آئی تھیں۔ وہ
ہمیشہ دانشمندی کے ساتھ ہوئیں۔ اگرچہ بہت سے
لوگوں کو افسوس ہے۔کہ پُرانی ایسٹ انڈیا کمپنی
جاتی رہی۔ لیکن اس اصلاح کی بہت ضرورت تھی۔
ناممکن تھا۔کہ ایک برِّ اعظم کے برِّ اعظم پر جس
میں سلطنتِ انگریزی کی تین چوتھائی آبادی شامل
ہے۔ بنج بیوپار کرنے والوں کا ایک گروہ برائے نام
حکومت کرتا رہتا۔اس تبدیلی سے بہت کچھ انتظام
درست ہو گیا ہے۔ اگرچہ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی
کے کارنامے بڑے بڑے ہیں۔تاہم اس کا وجود
بے ضابطہ تھا۔اور غدر کا ہنگامہ اُس کے ختم کرنے
کا بہت اچھا موقع تھا ؎

اکیسواں باب

ہندوستان زیرِ ظلِّ قیصری

لارڈ کیننگ کے باقی عہدِ حکومت میں کچھ واقعات پیش نہیں آئے - یہ عہد نقصاناتِ غدر کے علاج میں صرف ہؤا - جن روساء نے سرکار کو مدد دی تھی - اُن میں سے بہتوں کو انعام و اکرام ملے - اور مسئلۂ انقضا طاق پر اُٹھا کر رکھ دیا گیا - غدر میں سرکاری آمدنی میں فتور واقع ہو گیا تھا - جیمز ولسن حساب کتاب درست کرنے آیا - اُس کی ناگہانی موت کے بعد اس عہدے پر سموئیل بنک مقرّر ہؤا - سب سے بڑی تبدیلی انکم ٹیکس کا لگانا اور کرنسی نوٹ جاری کرنا تھا - انہیں ایّام میں جو مجموعۂ تعزیراتِ ہند بیس سال پیشتر مکالے اور اُس کے مددگاروں نے بنایا تھا - وہ نافذ کیا گیا - ضوابط دیوانی و فوجداری جاری ہوئے - سپریم کورٹ اور صدر عدالت کی بجائے ہائی کورٹ قائم کئے گئے *

لارڈ کیننگ ۱۸۶۲ء میں ہندوستان سے رخصت ہوا - اور انگلستان پہنچنے کے تھوڑے عرصے بعد مر گیا - اس کے بعد لارڈ الگن آیا - جس نے جنگِ چین میں اپنی حسنِ تدبیر کے سبب بڑا نام پایا تھا - اس کے چھوٹے سے عہدِ حکومت کا سب سے بڑا واقعہ شمال مغربی سرحد پر مسلمانوں کے ایک پُر جوش فرقہ کی شورش تھی - درۂ امبیلا سے گزرنے میں سخت لڑائی ہوئی - جس میں جنرل چیمبرلین کے زخم کاری آیا - لڑائی ختم نہ ہونے پائی تھی - کہ گورنر جنرل کا ۲۰ - نومبر ۱۸۶۳ء کو مقامِ دھرم سالہ میں انتقال ہو گیا - اس طرح سے تین گورنر جنرلوں نے ملکی خدمات میں اپنی جان دی - ایک تو خدمت ادا کرتے کرتے اور دو عہدہ چھوڑنے کے تھوڑے تھوڑے عرصے بعد +

اس کے بعد مشہور و معروف لارڈ لارنس گورنر جنرل مقرر ہوکر آیا - اُس کے عہدِ حکومت میں کچھ واقعات پیش نہیں آئے - یہ دور دورۂ جنگ و الحاق نہ تھا - بلکہ زمانۂ امن و ترقی تھا - ہاں اس میں وہ قدرتی مصیبتیں ضرور پیش آئیں جو ہندوستان میں ہر ایک زمانے میں ظاہر ہوتی رہی ہیں - اور جن کے روکنے کی تجاویز نہایت من چلے - ہمدردِ خلائق اور دور بین حکام بھی ابھی تک نہیں نکال سکے - ۱۸۶۶ء میں صوبۂ اڑیسہ میں قحط پڑا - ریل وغیرہ

نہ ہونے کی وجہ سے قحط زدہ مقامات پر غلّہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس سے بہت آدمی ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد ۱۸۶۸-۶۹ء میں شمالی ہند اور بندھیل کھنڈ کو بھی اسی مصیبت کا سامنا ہُوا۔ بھوٹانیوں سے ایک لڑائی بھی ہوئی۔ یہ ملک نیپال کے مشرق میں واقع ہے۔ نہایت غیر معروف ہے۔ اور اب تک اس سے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچی تھی۔۔ بھوٹانیوں نے جب انگریزی علاقے ڈوار میں لوٹ مار شروع کی۔ تو لارڈ کیننگ نے فہمائش کے واسطے دربارِ پناکھا میں ایک سفیر بھیجا تھا۔ لیکن اُن ایام میں سفیر کا بھیجنا بڑی غلطی تھی۔ کیونکہ سلطنتِ بھوٹان میں انقلابِ عظیم ہو رہا تھا۔ مسٹر ایشلے ابڈن سفیر کی ایک غاصب رئیس کے ساتھ مٹ بھیڑ ہوئی۔ وہ نہایت گستاخی سے پیش آیا۔ اور سفیر سے جبراً ایک عہد نامے پر دستخط کرا لئے۔ کہ علاقۂ ڈوار بھوٹانیوں کو دیا گیا۔ لارڈ لارنس اس عہدنامے کو کب مانتا تھا۔ اس نے یہ اعلان کر دیا۔ کہ مغربی ڈوار جو اب تک بھوٹانیوں کا علاقہ تھا۔ سلطنتِ انگریزی میں شامل کیا گیا۔ اور ساتھ ہی ایک فوج بھی بھوٹان بھیج دی۔ اوّل اوّل تو بھوٹانیوں نے کچھ مقابلہ نہیں کیا۔ لیکن جنوری ۱۸۶۵ء میں ایک دستے پر دیوا نگری میں چھاپہ مارا۔ اور شکست دے کر دو توپیں چھین لیں۔ جنرل ٹومب نے

اس شکست کی جلد تر تلافی کر دی۔ اور دار الخلافہ بھوٹان پر حملہ کیا ہی چاہتا تھا۔ کہ بھوٹانی صلح کے خواہاں ہوئے۔ آسان شرائط پر صلح ہو گئی اور اُس وقت سے لے کر اب تک بھوٹانیوں نے سرکار کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دی +

۱۸۶۸ء میں ہزارے کے شمال یعنی کوہ سیاہ میں شورش ہوئی۔ اور سرکش قبیلوں کی سرکوبی کے واسطے فوج بھیجنی پڑی۔ اس قسم کی مہمات لارڈ لارنس کو سخت ناگوار گزرتی تھیں۔ اسے انتظامِ مالی کا فکر رہتا تھا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ معاملاتِ خارجی میں امن کی ایسی حکمتِ عملی برتی جائے۔ کہ ہمسائے رئیس میری تقلید کیا کریں۔ اُنہیں ایام میں دوست محمد خاں امیرِ افغانستان نے وفات پائی۔ اور شیر علی خاں اُس کا جانشین قرار پایا۔ جسے سرکار نے وظیفہ دینا منظور کر لیا۔ معاملاتِ افغانی و سرحدی میں لارڈ لارنس اس حکمتِ عملی کا سخت مخالف تھا۔ جس کا نام آج کل پیش دستی کی حکمتِ عملی مشہور ہے۔ اور اس حکمتِ عملی کا حامی تھا جو مدبرانہ سکوت کے نام سے موسوم ہے +

لارڈ لارنس نے ایک بڑے کام کا قانون رائج کیا۔ جس کی رو سے تعلقہ داروں کے علاقوں میں اودھ کے کسانوں کو اراضی پر تھوڑا بہت حقِ ملکیت حاصل ہو گیا۔ غرض لارڈ لارنس کی حکومت لیاقت

کے ساتھ تھی - اس کے عہد میں نہروں کی توسیع بھی ہوئی - اور اس مطلب کے واسطے جتنا روپیہ بہم پہنچ سکا - خرچ کیا گیا +

جنگِ امریکہ کی وجہ سے انگلستان میں تو روئی کا قحط پڑ گیا - اور بمبئی میں فراوانی ہوگئی - اچھے داموں پر خوب بکری ہونے لگی - لوگوں نے لاکھوں روپے کمائے - اور فارغبالی کے زمانے میں سر بارٹل فریر کے ماتحت حکّامِ وقت نے شہر کی زیب و زینت کے واسطے اچھی اچھی عمارتیں بنوائیں - زوال کے وقت بہتوں کے دوالے بھی نکلے - لیکن شاندار عمارتیں بنی رہیں اور اُس وقت جو عمدہ نمونے قائم ہوئے - اُن سے شہرِ بمبئی اب تک ہندوستان کا سب سے خوبصورت شہر چلا آتا ہے +

لارڈ لارنس ہر دل عزیز نہیں تھا - وجہ یہ تھی - کہ کلکتے اور شملے میں لوگ اُس کی کفایت شعاری کو پسند نہیں کرتے تھے - بعض اَور گورنر جنرل جو لیاقت میں اس سے کہیں کم تھے - مگر شان و شوکت میں بڑھ چڑھ کر تھے - زیادہ ہر دل عزیز رہے ہیں - اس کے ہاتھوں بڑے بڑے کام اُس وقت ہوئے تھے - جب یہ گورنر جنرل نہ تھا - لیکن اُس کی تجویزیں خاص کر سرحدی حکمتِ عملی دانشمندی پر مبنی تھیں - اور رعایائے ہند کی خوش حالی و بہبودی کے ترقی دینے میں اس کا ارادہ ایسا پکّا تھا - کہ

لارڈ ڈلہوزی کا بھی نہ تھا *

اس کے بعد لارڈ میو گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا۔ یہ ایک نیک نہاد اور ہر دل عزیز رئیس تھا۔ اُس وقت معاملاتِ افغانی کا بڑا چرچا تھا۔ شیر علی خاں ہندوستان میں آیا۔ اور انبالے کے مقام پر گورنر جنرل سے ملا۔ چونکہ لارڈ میو کو انگلستان کے وزیرِ اعظم ڈزریلی نے مقرر کر کے بھیجا تھا۔ اس لئے دول خارجہ کے ساتھ اُس کی حکمتِ عملی وزیرِ موصوف کی طرح پُرانی وضع کی تھی۔ چنانچہ جس مطلب سے امیرِ کابل ہندوستان میں آیا تھا۔ یعنی مقررہ وظیفہ جاری اور دوستی کا رشتہ قائم ہو جائے۔ وہ اُسے حاصل نہ ہؤا۔ ہاں وطن واپس گیا تو اس بات کے اطمینان کے ساتھ گیا۔ کہ انگریز اُس کے دوست ہیں۔ اور ضرورت کے وقت روپے اور ہتھیاروں سے امداد کرتے رہینگے۔

لارڈ میو

سرحدّی حکمتِ عملی کی نسبت لارڈ میو نے اپنی رائے اس طرح ظاہر کی ہے۔ ”سرحدّی ریاستوں یعنی قلّات۔ افغانستان۔ یارقند۔ نیپال اور برما کے

ساتھ ہمیں دوستانہ برتاؤ رکھنا چاہیئے - اور اُن ملکوں
کے لوگوں کو یہ ذہن نشین ہو جانا چاہیئے - کہ گو ہم
نہایت طاقتور ہیں - لیکن اُن کی قومیت کو قائم رکھنا چاہتے
ہیں - اور ضرورت کے وقت روپے سے ہتھیاروں
سے اور خاص صورتوں میں فوج سے بھی مدد دینے
کو تیار ہیں - اس طرح یہ ملک ہماری سلطنت کے
بیرونی مورچوں کا کام دینگے - اور جب انہیں اس
بات کا یقین ہو گیا - کہ الحاق کا زمانہ جاتا رہا - تو
ساتھ ہی اس بات کا بھی یقین ہو جائیگا - کہ ہماری
امداد و مہربانی کے مستحق بننے میں ان کا فائدہ ہی
فائدہ ہے - نقصان نہیں - اس کے علاوہ ہماری یہ
کوشش بھی رہنی چاہیئے - کہ نہ تو ہم اُن ملکوں سے
محض بے تعلق ہو جائیں - نہ اُن کے معاملات میں
فرنگستانی حکومتوں کو دخل دینے کی اجازت دیں" +

لارڈ میو کا عہد امن اور ترقی کا زمانہ تھا -
لیکن اس میں سزا دہی کی غرض سے کچھ چھوٹی
چھوٹی مہمات بھی ہوئیں - ان میں سے قزاقانِ کوہِ
لُشئے کا ذکر خاص کر کرنے کے لائق ہے - جو
کاشتکارانِ چاے کے علاقوں پر اکثر لوٹ مار کر جایا
کرتے تھے - اصلاحوں میں محاصلِ نمک کے وصول کرنے
میں بڑے کام کی اصلاح ہوئی - محکمۂ زراعت قائم
ہؤا - اور حدود کا ایسا انتظام کیا گیا - جس کے
سبب ایک صوبہ دوسرے سے علٰحدہ شمار ہونا موقوف

ہؤا - اور ہر ایک صوبے میں یکساں کارروائی ہونے لگی - ریلوں کی وسعت میں بہت کچھ ترقی ہوئی ۔ لیکن کفایت کو مدِ نظر رکھ کر یہ غلطی کی - کہ ریلیں میٹر گیج پر بنوائیں - چھوٹی پٹڑی کی ریلیں ہندوستان کے بڑے بڑے میدانوں کے لئے ٹھیک نہیں ہیں - چنانچہ آئندہ نسلوں کو ان سے سخت دقتیں رُونما ہوئیں - اجمیر سے ٹٹی کورن تک مال و اسباب بھیجا جاتا ہے - تو کئی جگہ اُتارنا چڑھانا پڑتا ہے +

لارڈ میو دورے میں بہت سا وقت صرف کیا کرتا تھا - ۱۸۷۲ء کے شروع میں وہ برما گیا - واپسی کے وقت پورٹ بلیر کا معاینہ کیا - یہیں ایک افغانی مجرم نے اس کا کام تمام کر دیا - جیسا یہ گورنر جنرل ہر فرقے کے لوگوں میں ہر دل عزیز تھا - ویسا اَور کوئی کم ہوگا +

اس کے بعد لارڈ نارتھ بُرک گورنر جنرل ہو کر آیا - یہ بیرنگ کے مشہور و معروف خزانچیوں کے خاندان میں سے تھا - اور اس کا ایک رشتہ دار میجر ایولن بیرنگ جو اب مشہور و معروف لارڈ کرومر ہے - اُس کا پرائیویٹ سکرٹری مقرر ہؤا - ۱۸۷۴ء میں بنگال میں سخت قحط پڑا - اس کا انتظام سر جارج کیمبل لفٹنٹ گورنر بنگال نے بڑی لیاقت سے کیا - اور قحط زدوں کے ایسے بڑے علاقے کو

امداد پہنچائی - کہ اب تک کبھی نہیں پہنچائی گئی تھی۔ برما سے ساڑھے چار لاکھ ٹن چاول خریدے - اور محتاجوں کو بڑی دانشمندی کے ساتھ بانٹے - ایک بات میں اس لفٹننٹ گورنر نے گورنر جنرل سے اختلاف بھی سخت کیا - سر جارج کیمبل چاہتا تھا - کہ چاول بنگال سے باہر نہ جانے پائیں - لیکن لارڈ نارتھ بُرک نہیں مانا - اس قحط میں ساٹھ لاکھ پونڈ سے زیادہ خرچ ہُوا +

اس قحط کے باوجود ملک کی حالت باقی امور میں اچھّی رہی - اور انکم ٹیکس موقوف کر دیا گیا - قحط کی وجہ سے ۱۸۷۴ء میں خزانے میں کچھ زیادتی تو نہیں ہوئی - لیکن اس سے پہلے پانچ سال میں جن میں ۱۸۷۴ء بھی شامل ہے - ساڑھے چار لاکھ پونڈ سے زیادہ زیادتی رہی - اس سے پہلے یعنی ۱۸۶۰ء سے لے کر ۱۸۷۰ء تک اکثر کمی رہا کرتی تھی +

۱۸۷۵ء میں ایک اَور تجویز بھی ہوئی جو لارڈ میو کو بھی دل سے پسند تھی - دیسی روساء کے بیٹوں کی صحبت اکثر خراب ہُوا کرتی ہے - خوشامدی لوگ گرد و پیش جمع رہتے ہیں - اور اُن کا کام یہ ہے - کہ اُن کی عقلی اور جسمانی طاقت زائل کرتے رہیں - چنانچہ جو لوگ دل سے اُن کی بہتری چاہتے ہیں - اُن کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے - کہ لڑکے کو گھر سے باہر بھیج دیا جائے - لیکن رئیس زادے

معمولی ہندوستانی کالجوں میں کیونکر پڑھ سکتے ہیں۔
اس وجہ سے لارڈ میو نے چیف کالجوں کی تجویز کی۔
اجمیر میں میو کالج کھولا گیا۔ اس کے بعد راج کوٹ
میں راجکمار کالج۔ لاہور میں ایچیسن کالج۔ اور کئی اور
جگہ بھی کالج کھلے۔ لارڈ کرزن نے ان تعلیم گاہوں کو
اور بھی وسعت دی۔ ان میں کام تو بہت اچھا ہوتا ہے۔
لیکن نوجوان رئیس زادوں کو یہاں تعلیم پانے کی ترغیب
آسانی سے نہیں دی جا سکتی۔ سر ولیم ہنٹر لکھتا
ہے۔ کہ "اگر لارڈ میو اب زندہ ہوتا۔ تو رؤسائے
ہندوستان سے جو معاملات اس نے کامیابی کے ساتھ
کئے تھے۔ اُن سے کہیں بڑھ چڑھ کر ان کالجوں کو
اپنا نہایت فیاضانہ یادگار تصوّر کرتا"۔

انہی ایّام میں تعلیم میں ایک اور عمدہ تدبیر عمل
میں آئی۔ مسلمان تعلیم میں پیچھے رہ گئے تھے۔ اور
اب بھی پیچھے ہیں۔ لیکن پچھلی نسل میں جو کچھ ترقّی
ہوئی۔ وہ ایک شخص کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ ۱۸۷۵ء
میں دور اندیش اور خیر خواہ سرکار سر سیّد احمد خاں
نے علی گڑھ میں اینگلو محمڈن علی گڑھ کالج کی بنیاد
ڈالی۔ جس کا مقصد مسلمانوں کی تعلیم تھا۔ یکے
بعد دیگرے کئی لائق پرنسپلوں کی نگرانی میں یہ کالج
عرصے سے ہندوستان کی تعلیم گاہوں میں نہایت
کامیاب شمار ہوتا رہا ہے۔

اسی سال کے موسم سرما میں حضور ایلبرٹ ایڈورڈ

شاہزادہ ویلز ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور ہر جگہ ان کا استقبال بڑی سرگرمی کے ساتھ ہوا ۔ لارڈ نارتھ برک کے ذریعے گورنمنٹ روس اور گورنمنٹ ہند میں بھی اتحاد قائم ہوا ۔ عام طور پر یہ خیال تھا ۔ کہ روسی لوگ انگریزوں کے خلاف امیرِ کابل سے سازش کرتے رہتے ہیں ۔ وائسرائے کو ان سازشوں کی پرواہ تو نہ تھی ۔ لیکن مصلحت اسی میں تھی ۔ کہ روسیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھے جائیں +

لارڈ نارتھ برک کے عہد میں کچھ بڑے واقعات پیش نہیں آئے ۔ لیکن اس کے ہندوستان سے رخصت ہونے سے کچھ پیشتر آثار ایسے تھے ۔ کہ امن میں خرابی ہونے والی ہے ۔ انگلستان کے وزیر یہ چاہتے تھے ۔ کہ لارڈ نارتھ برک امیرِ افغانستان کے دربار میں انگریزی سفیر بھیجے ۔ لارڈ نارتھ برک اس بارے میں لارڈ لارنس اور لارڈ میو کا ہم رائے تھا ۔ اور وہ اور اُس کی کونسل دونو ممبر اس تجویز کے سخت مخالف تھے ۔ لیکن انگلستان میں یہ رائے قائم ہو چکی تھی ۔ اُنہوں نے لارڈ نارتھ برک کی ایک نہ سنی ۔ چنانچہ لارڈ موصوف نے ۱۸۷۶ء میں اپنے جلیل القدر عہدے سے استعفا دینا پسند کیا +

اس کے بعد لارڈ لٹن گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا ۔ یہ مشہور و معروف فسانہ نویس لٹن کا بیٹا تھا ۔ خود بھی نہایت لائق آدمی تھا ۔ اور فن

شعر گوئی میں بہت کچھ شہرت حاصل کر چکا تھا۔
اُس کی زندگی کا بڑا حصّہ سفارت میں خرچ ہُوا تھا +
معاملاتِ افغانستان کے بیان کرنے سے پہلے یہ
مناسب ہے۔کہ اگلے چار سال کے واقعات یہاں
بیان کر دئے جائیں - یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو دہلی کے

کوئین امپرس وکٹوریہ

عالی شان دربار میں حضور ملکہ معظّمہ کے خطاب
قیصر ہند کا اعلان کیا گیا - پُرانی ایسٹ انڈیا کمپنی

شاہانِ مغلیہ کی دیوان تھی - اب چونکہ خاندانِ مغلیہ کا خاتمہ ہو چکا تھا - اور ملکۂ انگلستان ہندوستان کی مہارانی تھیں - پس یہ قدرتی بات تھی - کہ یہاں کے اتنے راجاؤں اور بادشاہوں کی شہنشاہ قیصرِ ہند کا خطاب اختیار کرے - یہ خطاب حضور ملکہ معظّمہ کو پسند آیا - یکم جنوری ۱۸۷۷ء کو دہلی میں ایک عظیم الشّان دربار ہوّا - جس میں ملکہ معظّمہ کے قیصرِ ہند ہونے کا اعلان کیا گیا - دوسری اہم تجویز یہ تھی - کہ کپڑے کا ٹیکس موقوف کر دیا گیا - اس کا نتیجہ یہ ہوّا - کہ اور ملکوں سے کپڑا کثرت سے ہندوستان میں آنے لگا ❊

قحط نے اپنا رُخِ منحوس پھر دکھایا - اس مرتبہ دور دور قحط پھیلا ہوّا تھا - مدراس - میسور اور دکن میں تو سخت مصیبت تھی - ۱۸۷۶ء و ۷۷ و ۷۸ میں باشندگانِ ہند نے وہ مصیبت دیکھی - کہ ۱۸۷۰ء کے بعد کبھی نہیں دیکھی تھی - جولائی ۱۸۷۶ء میں صرف مدراس میں آٹھ لاکھ انتالیس ہزار آدمیوں کو امدادِ قحط ملتی تھی - اس مصیبت کے کم کرنے میں سخت کوششیں ہوئیں - لیکن کہتے ہیں - کہ پچاس لاکھ آدمی فنا ہوئے - اس قحط کی آفت کو دور کرنے کے لئے سرکار نے نہایت کوشش کی - اور لوگوں کو خوراک بہم پہنچانے میں گیارہ کروڑ روپیہ صرف کیا - لنڈن - آسٹریلیا اور ہندوستان میں قحط زدوں کی امداد

کے لئے چندے جمع کئے گئے - تاہم مدراس اور میسور میں سخت نقصان ہوا +

۱۸۷۸ء میں آزادئے مطابع کا مضمون پھر پیش ہوا - گورنر جنرل نے ارادہ کیا - کہ اخباروں کے واسطے کچھ پابندیاں مقرّر کی جائیں - اس تجویز پر سخت نکتہ چینیاں ہوئیں - لارڈ لٹن بڑا حوصلے والا گورنر جنرل تھا - اگر وہ یہ سمجھتا تھا - کہ کسی ناگوار معاملے کو ہاتھ میں لینا ہے - تو اُس سے پہلو تہی نہ کرتا تھا - چنانچہ اُس نے اس قانون کو سخت مخالفت کے باوجود رائج کر ہی دیا +

جنگِ افغانستان کا مفصّل ذکر کرنا ضرور ہے - کیونکہ ہندوستان کی خارجی حکمتِ عملی کا سوال افغانستان سے تعلّق رکھتا ہے - اس وقت جو عہد و پیمان افغانستان کے ساتھ ہوئے تھے - وہی اب تک چلے آتے ہیں - اس مضمون پر اہل الرائے کا اتّفاق نہیں ہے - بلکہ لارڈ لٹن کی حکمتِ عملی پر تعریف کی بجائے الزام دیا جاتا ہے - لیکن اوّل سے ہی یہ بتا دینا ضرور ہے - کہ یہ حکمتِ عملی لارڈ آک لینڈ

لارڈ لٹن

کی خواہ مخواہ جنگ کی حکمتِ عملی سے مشابہت نہیں رکھتی - اس وقت روس کی کارستانیوں کا واقعی خوف تھا - اور لڑائی کا بھی اندیشہ تھا - دوسری یہ بات ہے - کہ لارڈ لارنس کی حکمتِ عملی مدبرانہ سکوت یعنی دریاے اٹک کے کنارے فوج دشمن کے انتظار کرنے کا وقت نہیں رہا تھا +

۱۸۷۶ء میں لارڈ لٹن نے جس تجویز پر عملدرآمد کیا - وہ نہایت اچھی تھی - اُس نے خان قلات سے دوستانہ برتاؤ کے ساتھ کوئٹہ لے لیا - یہ آج کل ہندوستان کی سب سے بڑی چھاؤنی ہے - اور خارجی حملہ روکنے کے لئے بڑے کام کی سرحد ہے - نیز انگلستان کے وزیروں کی راے کے مطابق لارڈ لٹن نے افغانستان میں ایک سفیر بھیجنے کا ارادہ کیا - تاکہ ہندوستان اور افغانستان میں گہرے تعلقات پیدا ہو جائیں - اگر یہ تجویز دو سال بعد عمل میں آئی ہوتی - تو اُس پر اعتراض نہ ہوتا - لیکن اس وقت روس کی طرف سے کچھ کارروائی نہیں ہو رہی تھی - پس شیر علی خاں کو چھیڑنے کے یہ معنی تھے - کہ وہ سرکار انگریزی کی دوستی چھوڑ کر روس سے جا ملے +

کچھ عرصہ شیر علی گول مول جواب دیتا رہا - اور سفارت بھیجنے کی تجویز عمل میں نہیں آئی - لیکن اس اثنا میں پیچیدگیاں بڑھتی گئیں - روس کی طرف

سے جنگ چھڑ گئی - اور انگلستان کے ساتھ تعلقات
میں بھی فتور واقع ہونے لگا - ۱۸۷۸ء کے شروع
میں پانچ ہزار انگریزی فوج روس کے دھمکانے کی
غرض سے مالٹا بھیجی گئی - اور روس نے اس کا جواب
یہ دیا - کہ وسطی ایشیا میں اَور بھی زیادہ سرگرمی
دکھانے لگا - ماہ جون میں جنرل سٹولیٹوف کی روسی
سفارت کابل پہنچی - اگرچہ شیر علی خان نے خوشی
سے اُس کا استقبال کیا - لیکن عہد نامہ برلن سے
روسیوں کو سخت بے چینی ہوئی - کیونکہ اُس عہدنامے
کی رو سے روس و انگلستان کے درمیان جنگ کا
اندیشہ جاتا رہا - لارڈ لِٹن نے بھی کابل میں سفارت
بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا - اور ساتھ ہی یہ کہا - کہ
سفارت دوستانہ ہے - ہاں اسے منظور نہیں کیا گیا -
تو یہ بات مخالفانہ شمار کی جائیگی - ۲۱ ستمبر کو سفارت
پشاور سے روانہ ہوئی - اس میں دو بڑے بڑے
آدمی نیول چیمبر لین اور میجر کیویگنری تھے - امیر
کے حکم سے انہیں فوراً واپس کر دیا گیا - اور
سفارت آئی گئی بات ہوگئی +

اب جنگ کے سوا کچھ چارہ نہ رہا - چنانچہ
تین فوجوں نے افغانستان پر چڑھائی کی - فوجِ
قندھار کی تعداد بارہ ہزار اور توپیں ۷۸ تھیں -
اس کا سپہ سالار ڈونلڈ سٹوارٹ تھا - فوجِ کُرم
کی تعداد چھ ہزار اور توپیں ۱۸ تھیں - اس کا

سپہ سالار سر فریڈرک رابرٹ تھا۔فوجِ پشاور کی تعداد پندرہ ہزار اور توپیں ۴۸ تھیں۔اس کا سپہ سالار سر سیمیوئل براؤن تھا۔چونکہ شیر علی کی طرف سے کوئی قابلِ اطمینان جواب نہیں ملا۔اس واسطے جنگ شروع ہوئی +

۲۔دسمبر کو پیوارڑ کوتل کے میدان پر رابرٹس نے دشمن کو شکست دی۔اس لڑائی میں انگریزی فوج کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔۷۔جنوری کو سٹوارٹ قندھار میں داخل ہوا۔شیر علی ترکستان بھاگ گیا۔اور وہیں ۱۸۷۹ء میں مرگیا۔اس کا بیٹا یعقوب خاں اس بات کا خواہشمند معلوم ہوا۔کہ صلح ہو جائے +

۲۶۔مارچ کو میجر کیویگنری کے توسّط سے گنڈمک کے مقام پر عہدنامہ ہوا۔یعقوب خاں نے کچھ علاقہ انگریزوں کو دیا۔اور وعدہ کیا۔کہ اَور حکومتوں کے ساتھ اپنے تعلقات ایسے رکھونگا۔جیسے انگریز چاہتے ہیں۔اس کے عوض میں سرکار نے اُس کی حفاظت کا وعدہ کیا۔اور چھ لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔بد قسمتی سے عہدنامے میں ایک یہ شرط بھی تھی۔کہ انگریزی وکیل کابل میں رہیگا۔چنانچہ گو آثار اچھے نہ تھے۔سر لوئیس کیویگنری کابل کو روانہ ہوا۔لارڈ لارنس نے کہا تھا۔کہ اُن میں سے ایک نہ ایک مارا جائیگا۔ہوا بھی ایسا ہی۔ماہ اگست میں انگریزوں کے مکان پر حملہ ہوا۔اور

سب قتل کر دئے گئے +

لارڈ رابرٹس کابل پہنچا - اور یعقوب خاں سے ملا - یعقوب خاں نے دوستی کا اظہار کیا - اور کچھ عہد و پیمان کے بعد حکومت سے کنارہ کشی کی - اور کچھ پابندیوں کے ساتھ ہندوستان بھیجا گیا - لارڈ رلٹن نے نہایت بہادری اور دانائی سے کام لے کر دوست محمد خاں کے بیٹے عبد الرحمٰن خاں کو اُس کا جانشین منتخب کیا - یہ شخص برسوں سے جلا وطن تھا - اور روسیوں کی حمایت میں رہا کرتا تھا - لیکن اُس وقت ایک اور سخت واقعہ پیش آیا - شیر علی کے دوسرے بیٹے ایوب خاں نے مخالفت کا جھنڈا کھڑا کیا - اور وہ ایک با ہمت اور لائق جنرل ثابت ہُوا - سر ڈونلڈ سٹوارٹ قندھار سے کابل چلا آیا تھا - قندھار کے جن دوستوں پر انگریزوں کو بھروسا تھا - وہ دغا باز نکلے - جنرل بروز ڈھائی ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر ایوب خاں پر حملہ کرنے کی غرض سے قندھار سے باہر نکلا - اور ۲ - جولائی ۱۸۸۱ء کو میواند کے مقام پر اُس کی ایوب خاں سے مڈ بھیڑ ہوئی - فوجِ انگریزی کو شکست ہوئی - اور ۱۱۰۹ آدمی کام آئے - اگر چھیاسٹھویں رجمنٹ بہادری نہ دکھاتی - تو تمام فوج ہی قتل ہو جاتی +

ماہ اگست میں جنرل رابرٹس قندھار کو کمک پہنچانے آیا - اور ۳۱ - اگست کو قندھار میں داخل ہُوا - اس

کے تھوڑے ہی عرصے بعد اُس نے ایوب خاں کو شکست فاش دی۔ اور اُس کے خیمہ گاہ پر قابض ہوگیا۔ ایوب خاں ہرات کی طرف بھاگا۔ لیکن عبدالرحمٰن خاں اُس کے ساتھ لڑ کر برابر تکلیفیں دیتا رہا۔ تقریباً ایک سال بعد اسے ایران میں پناہ لینی پڑی۔ اس طرح سے اس لمبی اور خطرناک لڑائی کا خاتمہ ہوا +

۱۸۸۰ء میں لارڈ رلٹن نے استعفا دے دیا۔ جنگِ افغانستان کے عام نتائج بہت مفید ثابت ہوئے۔ بہتیرے موقعوں پر عبدالرحمٰن خاں کی دوستی انگریزوں کے بہت کام آئی۔ اور لارڈ رلٹن کے عہد سے لے کر اب تک افغانستان کے ساتھ انگریزی تعلقات دوستانہ چلے آتے ہیں +

لارڈ رلٹن لارڈ بینکر فیلڈ کے قدم بقدم چلتا تھا۔ اسی کی طرح تصنیف کی لیاقت بھی رکھتا تھا۔ اور بڑے بڑے پولیٹیکل تجربات کرنے کا بھی شائق تھا۔ اس کی وفات کے کئی سال بعد تک اُس کے کام کے اندازہ کرنے کا مصالحہ نہ مل سکا۔ اور لوگ اُس پر الزامات دھرنے لگے۔ لیکن کچھ عرصے سے تمام معاملات روز روشن کی طرح سے صاف ہوگئے ہیں اور معلوم ہوا ہے۔ کہ اُس کی حکمتِ عملی کی کافی وجوہات موجود ہیں +

اس جنگ کا ایک ناگوار نتیجہ یہ بھی نکلا۔ کہ اس میں مالی انتظام بہت خراب رہا۔ عرصۂ دراز

تک انگلستان میں یہی پیغام بھیجے جاتے رہے ۔ کہ جنگ میں نہایت کفایت شعاری مدِّ نظر رکھی گئی ہے ۔ اور بجٹ میں بڑی بچت دکھائی جائیگی ۔ یکایک لڑائی کے اَور اخراجات دریافت ہوئے ۔ اور معلوم ہؤا ۔ کہ حساب میں پچاس لاکھ پونڈ کی غلطی ہے ۔ اس غلطی کی ذمّہ وار گورنمنٹ ہند نہیں تھی ۔ جنگی محکمہ حساب و کتاب میں پُرانے اور پیچدار طریقے جاری تھے ۔ اور اس محکمے سے حساب کا صحیح گوشوارہ بہم نہیں پہنچ سکا تھا ۔ اس خبر کا بڑا بُرا اثر ہؤا ۔ اور حساب کی پڑتال بڑی احتیاط سے کی گئی ۔ اس جنگ پر کل خرچ ایک کروڑ نوّے لاکھ پونڈ آیا تھا ✦

اس موقع پر اس نکتہ چینی کا حال بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ جو ان ایّام میں ہندوستان کے انتظامِ مالی پر کی گئی تھی ۔ مسٹر ہنری فاسٹ جو ملکی امور کا بڑا واقف کار تھا ۔ مختلف وجوہات سے گورنمنٹ ہند پر انگلستان میں نکتہ چینی کر رہا تھا ۔ اس کا ایک اعتراض تو یہ تھا ۔ کہ انگلستان میں جو دعوتیں دی گئی تھیں ۔ یا مالٹا اور اسکندریہ کے درمیان جو تار کا سلسلہ قائم کیا گیا تھا ۔ ان دونو کا خرچ ہندوستان پر کیوں ڈالا گیا ۔ اور یہ اعتراض تھا بھی صحیح ۔ کیونکہ اُن دنوں میں عموماً میلان اسی طرف تھا ۔ کہ بڑے بڑے خرچوں کا بوجھ ہندوستان پر ڈال دیا جائے ۔ خاص کر ہندوستان سے باہر کی

لڑائیوں میں ہندوستانی فوج بھیجی جاتی تھی۔ اور اُس کا خرچ بھی ہندوستان ہی سے لیا جاتا تھا۔ اب اس قسم کی ناانصافی نہیں ہونے پاتی۔ اس بارے میں کئی کمیٹیاں بھی قائم ہو چکی ہیں۔ کہ انگلستان اور ہندوستان کے درمیان خرچ کی تقسیم منصفانہ کر دیں +

ہندوستان کا مالی انتظام اس کفایت اور دانائی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ کہ اور ممالک کے لئے نمونے کا کام دیتا ہے۔ یہاں کے اکثر محکمے انگلستان کے محکموں سے بھی بہتر ہیں۔ لیکن مسٹر فاسٹ کی نکتہ چینی گورنمنٹ کے حق میں اچھی ثابت ہوئی۔ اس سے بعض عیوب اور فضول اخراجات کی اصلاح ہو گئی۔ فاسٹ کا نام ہندوستان میں ایسی ہی عزت سے لیا جاتا ہے۔ جیسا مسٹر بریڈلا کا +

بائیسواں باب

ہندوستان زیرِ ظلِّ قیصری۔ تتمّہ

لارڈ رلٹن کے بعد لارڈ رپن گورنر جنرل مقرّر ہوکر آیا۔ یہ شخص ہندوستان میں اصلاحوں کے لئے تیّار ہوکر آیا تھا۔ اور اس کے حامی بھی اپنے عہد کو اصلاحی عہد بنایا چاہتے تھے۔ اب ہندوستان بھی مناسب تبدیلیوں کے لئے تیّار تھا۔ لیکن اس ملک میں تبدیلیاں جاری کرنی کچھ آسان بات نہیں۔ اور ان کے جاری کرنے کا طریقہ بھی ایک ایسا ہی مشکل کام ہے۔ جیسی خود تجاویز ہیں۔ جو تجاویز اس وقت عمل میں آئیں۔ اُن میں سے بعض بد قسمتی سے یہ کہ کر جاری کی گئیں۔ کہ انگلستان کے حکم سے کی گئی ہیں۔ ہندوستان کے انگریز بہت ہی قدامت پسند ہیں۔ اور وہ لارڈ رپن کی بعض تجاویز سے بے ضرورت اندیشہ کرنے لگے +

لارڈ رلٹن کا ایکٹ مطابع منسوخ کیا گیا۔ سب

سے مفید تجویز میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے اختیارات کی توسیع تھی۔ اس میں شک نہیں۔ کہ بعض اضلاع میں لوگ میونسپل کمیٹیوں کے معاملات میں چنداں شوق ظاہر نہیں کرتے۔ لیکن بہیئتِ مجموعی اس تجربے میں کامیابی ہوئی ہے ــ اور میونسپل کمیٹیوں کی وجہ سے بہت سے شہروں میں بڑی ترقی ہوئی ہے۔ محصولِ چنگی کے ذریعے سے ٹیکس جمع کرنا حقیقت میں بُرا ہے۔ لیکن یہاں عرصے سے یہی دستور چلا آتا ہے۔ اور کسی اور طرح ٹیکس کا جمع ہونا سمجھ میں نہیں آتا +

سنہ ۱۸۸۳ء میں ہندوستان کے انگریزوں اور خاص کر بنگال میں تہلکہ عظیم برپا ہؤا۔ اس کا باعث البرٹ بل تھا۔ اس سے ضابطہ فوجداری کی ترمیم مقصود تھی اور قومیّت کا فرق اُڑا دینا منظور تھا۔ لارڈ ولیم بنٹنک کے ایک قانون کی رو سے مقدّماتِ دیوانی میں دیسی ججوں کو پورے اختیار حاصل تھے ـ لیکن ضابطۂ فوجداری کی رو سے کسی دیسی کو اہلِ یورپ کے مقدّماتِ فوجداری فیصل کرنے کا اختیار نہ تھا۔ جس طریق سے یہ مسوّدہ قانون پیش ہؤا ـ اُس سے کلکتّے کے انگریزوں میں تہلکہ مچ گیا ـ اور یہ اندیشہ ظاہر کیا گیا۔ کہ ملک کے دور دراز حصّوں میں اکیلے رہنے والے انگریزوں اور میموں کے ساتھ سخت ناانصافی عمل میں آئیگی ـ یہ اندیشہ محض بے بنیاد

تھا - لیکن ایسے معاملات میں لوگوں کے خیالات بہت کچھ وقعت رکھتے ہیں - نتیجہ یہ ہؤا - کہ کچھ سرکار کو دبنا پڑا - کچھ انگریزوں کو - تمام ہندوستان میں ججوں کو خواہ وہ دیسی ہوں - خواہ انگریز - اختیارات دئے گئے - اور فرنگستانیوں کو یہ اختیار مل گیا - کہ وہ فرنگستانیوں کی جوری سے اپنا مقدّمہ کرانے کے حقدار ہیں ۔

محکمۂ زراعتی پھر کھولا گیا - اور اُس نے اچھے اچھے کام کئے - لگان وصول کرنے کے طریق میں ترقّی ہوئی - اور تعلیمی کمیشن کی رپوٹ پر عام تعلیم کو وسعت دی گئی - ۱۸۸۴ء کے خاتمے کے قریب لارڈ رپن ہندوستان سے رخصت ہؤا - تعلیم یافتہ ہندوستانیوں میں یہ گورنر جنرل بہت ہی ہر دل عزیز تھا ۔

نیا گورنر جنرل یعنی لارڈ ڈفرن ایک نہایت ہی لائق اور معاملہ فہم آدمی تھا - پہلا قانون جو اُس نے رائج کیا - وہ مزارعانِ بنگال کی درستی حالت کے متعلق تھا - ۱۸۸۵ء کے موسم بہار میں ہندوستان کو ایک سخت خطرے کا اندیشہ تھا - سال گزشتہ میں روسیوں نے مرو کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا - اس سے امیرِ کابُل کو اپنے علاقے کی فکر ہوئی - چنانچہ انگریزوں اور روسیوں کی ایک کمیشن مقرّر ہوئی اور انگریزوں کی طرف سے سر جارج لمسڈن اُس کے افسر قرار پائے - بد قسمتی سے اُس وقت روسی سپاہ

سرحد پر موجود تھی - ۳۰- مارچ کو جنرل کماروف نے افغانوں کے علاقے میں اُن پر حملہ کیا - اور کچھ نقصان کے ساتھ اُنہیں بھگا دیا - اس بات سے انگلستان اور ہندوستان میں بڑا جوش پھیل گیا - اور بہتیرے دیسی رؤسا نے خیر خواہی سے سرکار کو امداد دینی چاہی - کچھ بعید نہ تھا - کہ انگلستان اور روس کے درمیان جنگ چھڑ جائے - لیکن خوش قسمتی سے ایسا نہیں ہونے پایا - اور حد بندی آسانی کے ساتھ ہو گئی +

اس معاملے کے ابتدا میں ہی لارڈ ڈفرن نے امیرِ کابل سے راولپنڈی کے مقام پر ملاقات کی اور معاملاتِ ملکی اطمینان کے ساتھ طے کر لئے - لیکن اسی سال ہندوستان کی دوسری سرحد پر شورش ہوئی - برما کا شاہ تھیبا ایک نہایت ظالم آدمی تھا - یہ تمام رشتہ داروں کو مار کر بادشاہ بنا تھا - اور اُس کی بدنظمی اور انگریزوں کے ساتھ مخالفت اتنی بڑھ گئی تھی - کہ جنوبی برما کے امن میں خلل پڑتا نظر آتا تھا - اُس کو فہمائش کی گئی - لیکن

لارڈ ڈفرن

کچھ نتیجہ نہیں نکلا۔ ۲۲۔ اکتوبر کو اُسے آخری شرط بھیجی گئی۔ لیکن ۹۔ نومبر کو اُس نے مخالفانہ جواب دیا۔ چنانچہ جنرل پرنڈر گاسٹ کو فوج دے کر ایراوتی کی طرف بھیجا گیا۔ ۱۷۔ نومبر کو اہل برما نے منھلا کے مقام پر شکست کھائی۔ اور تھوڑا بہت نقصان انگریزی فوج کو بھی پہنچا۔ جس تیزی سے انگریز برابر بڑھتے چلے گئے۔ اُس سے اہلِ برما حیران رہ گئے۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد شاہِ برما نے اطاعت منظور کر لی۔ ۲۸۔ نومبر کو فوجِ انگریزی منڈالے میں داخل ہوئی۔ مہینہ بھر بعد بھامو پر قبضہ ہو گیا۔ اور اس سے لڑائیوں کا خاتمہ ہؤا۔ اور برمی سپاہی بھاگ کر جنگلوں میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اور عرصۂ دراز تک مار دھاڑ کرتے رہے۔ آخر ۱۸۸۶ء میں نو روز کے دن اس ملک کو سلطنتِ انگریزی میں شامل کر لیا گیا۔ برما کا رقبہ ایک لاکھ پینسٹھ ہزار مربع میل ہے۔ اور آبادی اسی لاکھ سے زیادہ ہے۔ یہ ملک سلطنتِ ہندوستان کا نہایت ہی قیمتی حصّہ ہے۔ چاول اور نیل یہاں کثرت سے ہوتا ہے۔ روئی اور تمباکو بھی بہت پیدا ہوتا ہے۔ اور لکڑی کی بڑی بھاری تجارت ہے۔ معدنی پیداوار بھی بہت ہے۔ اگرچہ ابھی تک کانیں بہت کھودی نہیں گئیں۔ اس ملک کی یاقوت کی کانیں مشہور ہیں۔ برما کے لوگ مزاج کے بہت اچھے اور

تربیت پذیر ہیں۔ لیکن کاہل پرلے درجے کے ہیں۔ محنت کے تمام کام باہر کے مزدور کرتے ہیں +

ملکہ معظمہ کی پنجاہ سالہ جوبلی جو فروری ۱۸۸۷ء میں ہندوستان میں بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ اس سے قطع نظر کریں۔ تو لارڈ ڈفرن کے عہد میں اور کچھ واقعات نہیں ہوئے۔ وہ ۱۸۸۸ء میں ہندوستان سے رخصت ہؤا۔ اور اُس کو مارکوئس آف ڈفرن و آوا کا خطاب مل گیا۔ اس کے بعد لارڈ لینسڈون گورنر جنرل مقرّر ہو کر آیا۔ اس کی زیادہ تر توجہ سرحدی معاملوں پر مبذول رہی۔ لارڈ رابرٹس جو پیش دستی کی حکمتِ عملی کا حامی تھا۔ ان دنوں کمانڈرانِ چیف تھا۔ دونو نے مل کر علاقۂ انگریزی کے استحکام کی تدبیریں کیں۔ چنانچہ امن قائم رہا۔ اور امیرِ کابل سے دوستانہ تعلّقات بنے رہے +

سرحد پر عرصۂ دراز تک امن و امان قائم رکھنا مشکل ہے۔ چنانچہ کئی طرف چھوٹی چھوٹی مہمّات ہوئیں۔ وادئ ژوب (بلوچستان) میں کچھ شورش ہوئی۔ لیکن جلد دور ہو گئی۔ اس علاقے کو چند سال پیشتر سینڈیمن نے سلطنتِ انگریزی میں شامل کیا تھا۔ کوہ سیاہ میں سخت دقّتوں کا سامنا ہؤا۔ یہاں جون ۱۸۸۸ء میں کچھ افسر اور سپاہی پیمائش کرتے ہوئے قتل ہوئے۔ فوج بھیجی گئی۔ تو باشندے مقابلے سے پیش آئے۔ اور چار سال تک جنگ جاری رہی۔

آخرکار سر ولیم لوک ہارٹ نے یہاں کی سرکش قوموں کو زیر کیا +

سنہ ۱۸۹۰ء میں ایک اَور سخت مہم پیش آئی۔ چِن لوشے قومیں اکثر مار دھاڑ کرتی رہتی تھیں۔ ان کو سزا دینا ضروری سمجھا گیا۔ مہم لوشے میں سخت دقّتوں کا سامنا ہؤا۔ اگرچہ لڑائیاں تو بڑی بھاری نہیں ہوئیں۔ لیکن فوج کو گھنے جنگلوں میں سے گزرنا پڑا۔ جس سے بہت سے سپاہی بیمار ہوکر مر گئے۔ سال کے اختتام کے قریب سرداران لوشے نے اطاعت اختیار کر لی +

ایک اَور معاملے سے انگلستان میں تہلکہ مچ گیا۔ وجہ یہ ہوئی۔ کہ اس میں کچھ انگریز مارے گئے تھے۔ لوشے کی پہاڑیوں کے شمال کی طرف آسام کی سرحد سے ملا ہؤا علاقہ منی پور ہے۔ جو ایک چھوٹی سی دیسی ریاست ہے۔ جب وہاں کا راجہ مر گیا۔ تو مارچ سنہ ۱۸۹۱ء میں مسٹر کوئنٹن چیف کمشنر آسام گورکھوں کی کچھ فوج لے کر منی پور میں وراثت کا جھگڑا طے کرنے گیا۔ لیکن سیناپتی یا سپہ سالار مخالف تھا۔ جب معاملات و معاہدات سے کام نہ چلا۔ تو اُس کے گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور اس میں ایک انگریزی افسر مارا گیا۔ اس کے بعد انگریزی رزیڈنسی پر حملہ ہؤا۔ چند آدمیوں کے ساتھ مسٹر کوئنٹن قلعہ میں فہمائش کرنے گیا۔ لیکن

ان سب کو دغا بازی سے مار ڈالا گیا - اور فوج پس پا ہو کر آسام چلی آئی - لفٹنٹ گرانٹ نے تھوڑی سی فوج لے جا کر انگریزوں کو مدد پہنچائی - اور بڑا نام پیدا کیا - چند ماہ کے بعد منی پوریوں نے اطاعت منظور کر لی - سینا پتی کو پھانسی ہوئی - اُس کے ساتھیوں کو سزائیں ملیں - اور راجہ کے خاندان کا ایک لڑکا گدّی پر بٹھا دیا گیا *

لارڈ لینسڈون کے عہد میں ایک بہت ہی قابلِ قدر اصلاح ہوئی - ہندوستان میں بچپن کی شادی کا رواج ہے - سنہ ۱۸۹۱ء میں باوجود سخت مخالفت کے ایک قانون بنایا گیا - جس کی رو سے عمرِ رضامندی دس برس سے بڑھا کر بارہ برس کر دی گئی - ایک بڑی پولیٹیکل ترقّی بھی انہیں دنوں میں ہوئی - سب جانتے ہیں - کہ گورنر جنرل کی مدد کے واسطے انگلستان کی مجلس وزرا کی طرح ایک اگزکٹو کونسل ہے - جو انگریزی مجلس وزرا سے زیادہ طاقتور ہے - کیونکہ مجلسِ وزرا پارلیمنٹ کی جوابدہ ہے اور کونسل سیکرٹری آف سٹیٹ کی جو عام طور پر معاملاتِ ہند میں دست اندازی نہیں کیا کرتا - گورنر جنرل اور صوبے کے لفٹنٹ گورنروں کی مدد کو قانونی کونسلیں بھی ہیں - ان میں انتخاب کے اصول کو وسعت دی گئی - میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کو یہ اختیار دیا گیا - کہ کونسلِ قانونی میں ممبر منتخب

کرکے بھیجیں - نیز بعض زمینداروں - یونیورسٹیوں اور سوداگروں کو بھی یہ اختیار ملا - لیکن اس بات کی احتیاط رکھی جاتی ہے - کہ کثرت رائے سرکار کی رہے - مثلاً گورنر جنرل کی کونسل میں چھ ممبر سرکار مقرر کرتی ہے اور چھ منتخب شدہ ہوتے ہیں - اسی طرح اَور تجاویز ترقی پر بھی غور ہوتی رہی +

۱۸۹۳ء میں لارڈ لینسڈون ہندوستان سے رخصت ہوا - یہ بڑا لائق مدبر تھا - اس کے بعد لارڈ الگن آیا - یہ اُسی مدبر کا بیٹا تھا - جس نے تیس برس پیشتر ہندوستان میں جان دی تھی - اس وقت سکوں کا ضروری سوال گورنمنٹ ہند کے سامنے پیش تھا - عرصۂ دراز سے سونے کی نسبت چاندی کی قیمت ایک حالت پر تھی - بدلتی نہیں رہتی تھی - لیکن ۱۸۷۰ء سے لے کر فرانس - سپین - اطالیہ وغیرہ ملکوں میں چاندی کے سکوں کا رواج کم ہو گیا - اس وجہ سے چاندی کی مانگ بھی تھوڑی رہ گئی - اُس پر طرّہ یہ ہوا - کہ چاندی کی بڑی بڑی کانیں دریافت ہوئیں - اور یہ دھات کثرت سے ملنے لگی - اُس وقت روپے کی قیمت دو شلنگ تھی - مگر اب گھٹنے لگی - نتیجہ یہ ہوا - کہ گورنمنٹ ہند کا خرچ بہت بڑھ گیا - کیونکہ محاصل کی آمدنی روپیوں میں ہوتی تھی - اور ولایت بھیجنا پڑتا تھا بہت سا سونا - چنانچہ سرکاری

ملازموں کو سخت دقّت کا سامنا تھا۔ اُن کی آمدنی گھٹ کر تقریباً ایک تہائی رہ گئی۔ لارڈ الگن کے ابتدائی عہدِ حکومت میں روپے کی قیمت تقریباً ایک شلنگ کے قریب ہو گئی۔ لیکن انہی ایّام میں ایک کرنسی کمیشن کام کر رہی تھی۔ انہوں نے یہ صلاح دی۔ کہ ٹکسال بند کر دی جائے۔ اس سے بہت فائدہ ہؤا۔ اگر روپے برابر اسی طرح بنتے جاتے اور اُن کی قیمت گھٹتی رہتی تو آج گھٹ کر بہت ہی کم رہ جاتی۔ ٹکسالیں بند ہو گئیں۔ تو روپے کی قیمت ایک شلنگ چار پنس پر آکر ٹھیری۔ سونے کے سکّے بھی مروّج ہوئے۔ اور انگریزی پونڈ کی قیمت پندرہ روپے مقرّر ہوئی +

ایک اَور کمیشن مقرّر ہوئی۔ اور اُس نے بھی ایک بڑا کام کیا۔ انگلستان کے خیر خواہ خلائق لوگ عرصۂ دراز سے محاصلِ افیون پر نکتہ چینی کر رہے تھے۔ اُن کی چھان بین کے لئے ایک کمیشن مقرّر کی گئی۔ اس کمیشن نے اپنی رپورٹ میں لکھا۔ کہ افیون کے جو نقصان بیان کئے جاتے ہیں۔ اُن میں مبالغہ ہے۔ اس لئے یہ مسئلہ بھی کچھ عرصے کے لئے بالائے طاق رکھا گیا +

روپے کی قیمت چونکہ بہت گھٹ گئی تھی۔ سرکاری خرچ میں سخت فتور واقع ہؤا۔ اور اس بات کی تلاش ہونے لگی۔ کہ خزانے میں زیادتی پیدا کرنے کی

نئی تدابیر نکالی جائیں - چنانچہ بارہ برس پہلے جو روئی کا محصول موقوف کر دیا گیا تھا - وہ پھر جاری ہؤا - اس ٹیکس کی آمدنی کچھ زیادہ نہیں ہے - اور ایسا ہلکا ہے - کہ لوگوں کو معلوم بھی نہیں ہوتا *

بدقسمتی سے لارڈ الگن کو اب سخت دقّتوں کا سامنا ہؤا - ۱۸۹۶ء میں طاعون نمودار ہؤا - اس میں لاکھوں جانیں ضائع ہوئیں - اور صوبۂ پنجاب اور احاطۂ بمبئی میں تو بہت ہی زور رہا - ساتھ ہی قحط نے بھی لوگوں کو آ دبایا - ۱۸۹۴ء سے لے کر آج تک ایسے متواتر سال بہت کم آئے ہیں - جن میں اچھّی بارش ہوئی ہو - اور ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۹ء میں تو تمام ملک میں سخت قحط پھیلا ہؤا تھا - ہم قحطوں کا بیان اوپر کر آئے ہیں - یہاں اُس کے دہرانے کی ضرورت نہیں - وہی کہانی بار بار کہنی پڑتی ہے - یعنی بارش کا کم ہونا یا گرمی میں بے وقت ہونا - موسم خزاں اور سرما میں قحط کی تیّاریاں ہونی اور دوسرے سال سخت مصیبت کا پیش آنا - جہاں تک ہو سکا ہے - قحط کے دفعیے کی کوششیں کی گئی ہیں - اور انگلستان میں کیا - تمام سلطنتِ برطانیہ میں اور نیز ممالکِ غیر میں فیّاضانہ چندے دے دے کر لوگوں نے قحط زدوں کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی ہے - لیکن انسانی کوشش کا بس مینہ پر نہیں چلتا *

حضور ملکہ معظّمہ کی ۱۸۹۷ء کی ڈائمنڈ جوبلی کے

موقع پر اگرچہ ہندوستان بھر میں اظہارِ وفاداری کیا گیا۔ لیکن سلطنتِ برطانیہ کے اور حصّوں کے مقابلے میں یہاں کی حالت کچھ زیادہ اچھّی نہ تھی ۔ طاعون اور قحط زوروں پر تھا ۔ آسام میں بھونچال سے سخت نقصان پہنچا تھا ۔ طاعون کے روکنے کے واسطے جن تجاویز پر اوّل اوّل عمل درآمد کیا گیا ۔ اُن سے لوگوں میں شک اور شبہے پھیل گئے ۔ اور انہیں بہت غصّہ آیا ۔ خاص کر بمبئی میں ۔ ماہ جون میں پونا میں مسٹر رینڈ اور لفٹنٹ ایرسٹ مارے گئے ۔ اخباروں میں شر انگیز مضمون نکلے ۔ اور کئی جگہ فساد بھی ہوئے۔ چند سرغنوں اور اخبار کے ایڈیٹروں کو سزائیں بھی ملیں ۔ اور کچھ عرصے تک بہت فکر رہی ۔ ۱۸۹۸ء میں سڈیشن یعنی شر انگیزی کا قانون زیادہ مستحکم کیا گیا ۔ آخر یہ دقّتیں بھی آہستہ آہستہ کم ہو گئیں ۔ سرکار نے طاعون کے متعلق اپنی حکمتِ عملی بدل ڈالی ۔ اور پھر جو تجاویز ہوئیں ۔ اُن کے جاری کرنے میں حکّام کا مقابلہ کسی نے نہیں کیا ۔ لارڈ الگن کے عہد میں واقعات تو بہت سے پیش آئے ۔ لیکن اس کا نام سرحدی لڑائیوں کے باعث یاد رہیگا۔ اس کے تمام عہد میں یہ لڑائیاں جاری رہیں۔ سپاہ نے خوب خوب بہادری دکھائی ۔ اور امیر عبد الرحمٰن خاں سرکار کا وفادار دوست بنا رہا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ الگن کا انتخاب نہایت عمدہ تھا +

اوّل چترال میں شورش ہوئی۔ شیر افضل مہترِ چترال بن بیٹھا تھا۔ اور اُس نے شجاع الملک سے جس کو سرکار نے مہتر مان لیا تھا۔ حکومت چھین لی تھی۔ شیر افضل کی مدد پر عمرا خاں والئے جھنڈول تھا۔ سرکار نے اُسے حکم دیا۔ کہ اپنے علاقے کو چلے جاؤ۔ لیکن اُس نے انکار کیا۔ اس پر لڑائی چھڑ گئی۔ کپتان رُوس اور سپاہیوں کا ایک دستہ قتل ہؤا۔ اور میجر رابرٹس چترال میں محصور ہو گیا۔ قلعہ میں گھری ہوئی فوج کو خطرہ تو بہت تھا۔ لیکن جان توڑ کر مقابلہ کرتی رہی۔ ۲۰۔ اپریل کو کرنیل کلی نے باوجود سخت مخالفت کے درۂ شندر سے گزر کر اُنہیں مدد پہنچائی۔ یہ محاصرہ چھیالیس دن تک رہا۔ اسی اثنا میں سر رابرٹ لو نے ایک بڑی فوج کے ساتھ حملہ کر کے درۂ مالاکند کو لے لیا۔ اور علاقۂ سوات میں سے گزر کر چترال کو کمک پہنچائی۔ اب لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔ عمرا خاں افغانستان کو بھاگ گیا۔ اور شیر افضل قید ہو کر ہندوستان پہنچا۔ اوّل اوّل تو یہی بحث ہوتی رہی۔ کہ اس علاقے کا کیا کیا جائے۔ پہلے تو یہ فیصلہ ہؤا۔ کہ اسے خالی کر دیا جائے۔ لیکن انجام میں چترال شامل علاقۂ انگریزی ہو گیا *

کچھ عرصہ تو امن چین رہا۔ ۱۰۔ جون کو درۂ ٹوچی میں وزیریوں نے دغا بازی سے ایک پولیٹیکل افسر پر حملہ کیا۔ اور اُس کے کچھ ساتھی قتل کر ڈالے۔

چنانچہ درۂ ٹوچی میں فوج کا ایک دستہ بھیجا گیا۔ لیکن دشمن نے مقابلہ نہ کیا۔ اور سال ختم ہونے نہیں پایا تھا۔ کہ سرداروں نے اطاعت قبول کر لی۔ یہ ایک معمولی سرحدی واقعہ تھا۔ اور کسی کو خبر نہ تھی۔ کہ آگے کیا ہونا ہے۔ اختتام جولائی کے قریب ایک ملّا نے وادئ سوات کی قوموں میں شورش کی آگ بھڑکا دی۔ انہوں نے مالاکنڈ میں فوج انگریزی پر حملہ کیا۔ قلعۂ چکدرہ کا محاصرہ ہُوا۔ اور بڑی مشکل سے مدد پہنچی۔ جب اس شورش میں آفریدی اور اُرک زئی بھی شامل ہو گئے۔ تو صاف معلوم ہونے لگا۔ کہ لڑائی بڑی بھاری ہوگی +

اس لڑائی کے شروع میں سکھّوں نے ایک موقع پر بڑی بہادری دکھائی۔ ۲۱ سکھ سارا گڑھی میں تھے۔ اُن پر بے شمار افغان چڑھ آئے۔ انہوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ اور ایک ایک کر کے سب جان پر کھیل گئے۔ اس لڑائی کے مفصّل حالات لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ سر ویلیم لوک ہارٹ کے ماتحت بڑی بھاری فوج تھی۔ اور مختلف دستے کرم۔ تیراہ اور بازار کی وادیوں میں مردانہ وار بڑھتے چلے گئے۔ ۲۰۔ اکتوبر کو درگئی کی پہاڑیاں حملہ کر کے لی گئیں۔ لیکن جم کر لڑائیاں کم ہوئیں۔ دشمنوں کا قاعدہ تھا۔ کہ فاصلے پر رہتے تھے۔ اور حملہ آوروں پر بندوقوں سے گولیاں برسائے جاتے تھے۔ ہاں

تھوڑے بہت سپاہی فوج سے الگ ہو جاتے تھے۔ تو اُن پر پل پڑتے تھے۔ غرض بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ اور وہ بھی اکثر رات کو۔ بہت سی پلٹنوں کو سخت نقصان پہنچا۔ ایک یا دو موقعوں پر سپہ سالاروں سے کچھ غلطی بھی ہوئی۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ سخت دقّت کا سامنا تھا۔ ملک پہاڑی تھا۔ آفریدیوں کے پاس ہتھیار بھی اچھّے تھے۔ اور یہ نشانہ باز بھی اچھّے ہیں۔ جاڑے کے دن چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک حملہ سورج ڈوبنے سے پہلے ختم کر دیا جاتا تھا۔ ورنہ تمام فوج خیموں تک پہنچتے پہنچتے قتل ہو جاتی ۔ چونکہ دشمن وحشی تھے۔ اس واسطے ہر ایک زخمی سپاہی کو فوراً ہی کمپو میں بھیجنا پڑتا تھا۔ یہ لڑائی جون سے فروری تک جاری رہی۔ اور اس میں اُنّیس سو آدمی کام آئے ۔

انجام میں آفریدیوں نے اطاعت منظور کر لی۔ تھوڑا سا تاوان ادا کیا اور بہت سی بندوقیں دیں۔ یہ انتظام بھی کیا گیا۔ کہ بندوقچیانِ خیبر درۂ خیبر کی حفاظت کیا کریں۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہُوا۔ کہ ان پہاڑی لڑائیوں میں اس قدر خونریزی کا ہونا سخت افسوس کی بات ہے۔ کچھ ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنی چاہیئے۔ کہ ہمارے شورہ پشت ہمسائے امن و امان کے ساتھ رہیں سہیں ۔

۱۸۹۹ء کے شروع میں لارڈ الگن کی جگہ لارڈ کرزن گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا - یہ ایک مشہور مدبر تھا - اس نے وسط ایشیا میں سفر کیا تھا - اور معاملاتِ افغانی پر کتابیں لکھی تھیں - چنانچہ اوّل اوّل مسئلۂ سرحدی کو ہی اُس نے اپنے ہاتھ میں لیا - اور ایک نئی حکمتِ عملی کی بنیاد ڈالی - اس حکمتِ عملی کا اصل الاصول یہ ہے - کہ افغانی قوموں کے علاقوں میں جو چھوٹی چھوٹی چھاؤنیاں ہیں - اُن سے انگریزی فوج کو ہٹا کر سرحد ہندوستان یا اُس کے قریب کی چھاؤنیوں میں جمع کیا جائے - اور اُن کی جگہ ایسی فوجیں چھوڑی جائیں - کہ سپاہی تو اُنہی قوموں کے ہوں - لیکن انگریزی افسروں کے ماتحت سکھائے گئے ہوں - یہ لوگ والنٹیروں کی طرح اپنے دروں اور پہاڑیوں کی حفاظت کریں - اس کے یہ معنی ہیں - کہ افغانوں کے ملک میں بجائے اس کے کہ بہت سا روپیہ خرچ کرکے بڑے بڑے قلعے بنائے جائیں - اور دور دراز فاصلوں پر چھاؤنیاں ڈالی جائیں - ایک ایسی حکمتِ عملی پر عمل درآمد ہو - کہ وہاں کے رہنے والے خود فوج کا کام دیں - دوسری تبدیلی یہ تھی - کہ سرحدی ضلعوں کو گورنمنٹ پنجاب سے علیحدہ کر دیا جائے - سولہ ہزار مربع میل رقبے اور بیس لاکھ آبادی کا علاقہ گورنمنٹ ہند نے اپنے زیر حکومت لے لیا - اور اس کا انتظام ایک

ایجنٹ گورنر جنرل کے سپرد کیا - نئے انتظام میں یہ خوبی تھی - کہ سرحدی معاملات کا انتظام خود گورنر جنرل کرنے لگا - یہ لارڈ لٹن کی پُرانی تجویز تھی - اور اب تک اچھّا کام دے رہی ہے - لارڈ کرزن کی کسی تجویز میں ایسی کامیابی نہیں ہوئی - جیسی سرحد پر امن قائم رکھنے میں ہوئی ہے - اب سرحد پر عموماً بالکل امن و امان ہے - اور پچھلے آٹھ سال میں سرحد پر انگریزی سپاہی اتنے کم کام آئے ہیں - کہ لارڈ آک لینڈ کے عہد سے لے کر اب تک ایسا کبھی نہیں ہوُا +

لارڈ کرزن نے ہندوستان میں صرف یہی کام نہیں کیا - وہ گھر سے ارادہ کرکے آیا تھا - کہ جو حالت اس ملک کی ہے - اُس سے بہتر کرکے چھوڑ جاؤنگا - اُس نے اُن امور کی ایک فہرست بنا رکھّی تھی - جن میں وہ اصلاحیں کرنی چاہتا تھا - وہ فہرست یہ ہے :-

لارڈ کرزن

(۱) حکمتِ عملی سرحدی - (۲) قواعد رخصت - (۳) گورنمنٹ کے دفتر - (۴) سکّہ - (۵) ریلوے - (۶) نہریں - (۷) قرضدار

مزارعوں کی امداد - (۸) تار برقی کی شرح میں کمی۔
(۹) ہندوستان کی پرانی یادگاروں کی حفاظت -
(۱۰) تعلیم - (۱۱) پولیس - (۱۲) حکمتِ عملی متعلق رؤسائے
ہند + ان تمام شاخوں میں کچھ نہ کچھ ترقی ضرور
ہوئی ہے +

قواعد رخصت کے قاعدوں میں جو تھوڑی بہت
اصلاح ہوئی ہے - اس سے حکام کو یہ فائدہ پہنچا
ہے - کہ کئی قسموں کی رخصتیں شامل کرکے لے سکتے
ہیں - اس طرح اب بار بار تبدیلیاں نہیں کرنی پڑتیں -
اور سرکاری کام زیادہ لیاقت سے انجام پاتا ہے +

گورنمنٹ کے دفتروں کے بارے میں ابھی بہت کچھ
نہیں ہوًا ہے - اس میں شک نہیں - کہ لمبی چوڑی
رپورٹیں اب نہیں لکھی جاتیں - لیکن حکام کارکن
سے دفتروں کے جو مطالبات ہیں - اُن میں ابھی کمی
کی صورت نظر نہیں آئی +

سکوں کی اصلاح کامیاب ثابت ہوئی - اور
ریلوں کے سالانہ خرچ میں ایزادی بھی ہوئی -
اور زیادہ تندہی اور انتظام کے ساتھ کام بھی ہونے
لگا - نہروں کی حکمتِ عملی میں زیادہ تبدیلی کی ضرورت
نہیں تھی - گزشتہ نسلوں کا عمدہ کام برابر جاری
ہے - مزارعان کی قرضداری کا سوال ہمیشہ سامنے
رہتا ہے - اور جب تک اس ملک میں مزارعے ہیں -
رہیگا - مزارعے عام طور پر بنیوں کے قرضدار رہتے

ہیں - وجہ یہ ہے - کہ مقدموں اور شادیوں پر خرچ بہت کر ڈالتے ہیں - لیکن اس بات میں بھی کسی طرح کا شک نہیں ہے - کہ بہت سے مزارعوں کے لئے بنیوں کا وجود اب بھی بہت ضروری ہے - سنہ ۱۹۰۰ء کا قانون انتقالِ اراضی پنجاب ایک کام کا قانون ہے - اور بنک ہائے اراضی کے کھولنے میں بھی تھوڑا بہت کام ہؤا ہے + تار برقی کی شرح اجرت کم کر دی گئی ہے - اب ہندوستان کے ہر ایک حصّے میں صرف چھ آنے میں تار جا سکتا ہے - اسی طرح ولایت کے تاروں کی شرح میں بھی کمی ہو گئی ہے +

لارڈ کرزن کے کارناموں میں سے ایک تاریخی اور شاندار یادگاروں کی حفاظت ہے - زر مرمّت کا پورا انتظام نہ ہونے سے یہ یادگاریں کھنڈر ہو رہی تھیں - لارڈ کرزن جیسے با مذاق کے واسطے اس قسم کا کام خوشی کا باعث تھا - چنانچہ اُس نے روضۂ تاج گنج اور اَور تاریخی مکانات کی حفاظت اور غور و پرداخت میں اس سرگرمی سے کام لیا - کہ اگر اَور حکّام بھی ویسا ہی کریں - تو نہایت مناسب ہے - ایک مصنّف لکھتا ہے - کہ میں جس جس تاریخی مکان کی سیر کو گیا ہوں - وہاں یہی دیکھا ہے - کہ وائسرائے مجھ سے پہلے پہنچا ہے - اور مرمّت و تعمیر کے واسطے ہدایتیں جاری کر چکا ہے - نقشے بنا چکا ہے -

اور اس بارے میں کوشش کر رہا ہے۔ کہ تاریخی زمانوں کی وقعت مقامی افسروں کے دل میں بھی ایسی ہی ہو جائے۔ جیسی میرے دل میں ہے +

ہندوستان میں لارڈ کرزن نے تعلیم کے بارے میں بھی بہت اچھا کام کیا ہے۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں کی حالت قابلِ اطمینان نہ تھی۔ لارڈ کرزن نے یونیورسٹی کمیشن مقرر کی۔ جس نے بہت سے گواہوں کے اظہار لئے۔ اور قابلِ قدر سفارشیں کیں۔ سنٹوں میں بڑی بھاری اصلاح کی ضرورت تھی۔ اس کمیشن کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ سنہ ۱۹۰۴ع کا یونیورسٹی ایکٹ پاس کیا گیا۔ اور اس سے سنٹوں میں بڑی بھاری ترقی ہو گئی۔ اس طرح لارڈ کرزن نے یونیورسٹی کی کلوں کو ہی درست نہیں کیا۔ بلکہ کام کرنے کے واسطے اُن میں ایندھن دینا بھی ضروری سمجھا۔ یعنی روپے سے کالجوں کو سرکاری امداد دی۔ اس سے ان تعلیم گاہوں میں ضروری ترقی خاص کر علم طبیعی کی تعلیم اور سامان میں نظر آنے لگی +

ایک کمیشن پولیس کی بھی مقرر ہوئی۔ اور اُس کی سفارشیں آج کل عمل میں آ رہی ہیں۔ گمان غالب ہے۔ کہ اس محکمے میں بھی چونکہ تنخواہیں بڑھ جائینگی۔ زیادہ لیاقت کے آدمی شامل ہونے لگینگے +

دیسی رؤسا کے بارے میں حکمتِ عملی میں کوئی

تبدیلی تو نہیں کی گئی - ہاں لارڈ کرزن نے دو مفید تجویزیں جاری کیں - چیف کالجوں کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں - یہ تعلیم گاہیں کامیاب بھی ہوئیں - اور اچھے آدمیوں کے ہاتھ میں بھی تھیں - لیکن افسروں کی تنخواہیں قلیل تھیں - لارڈ کرزن نے اُن کو بڑھایا - چیف کالجوں کو ایک سرکاری محکمہ بنا دیا - اور انگلستان سے لائق لائق پروفیسر بلا کر نوکر رکھے - اب ان کالجوں کی حالت بہت اچھی ہے - امپیریل کیڈٹ کورس کو یہاں کی تعلیم کا تتمہ سمجھنا چاہیئے - نوجوان رؤساء کالج چھوڑ کر جنگی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس فوج میں شامل ہو جایا کرتے ہیں - اس تعلیم سے دیسی ریاستوں کی فوج میں ترقی ظاہر ہوگی - یہ فوجیں اب بھی اچھی حالت میں ہیں - اور انہوں نے میدانِ جنگ میں اچھی اچھی خدمات کی ہیں +

غرض لارڈ کرزن کی حکومت کی تاریخ انہیں بارہ اصلاحوں کی تاریخ ہے - ان کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی تھیں جو اُس نے اُسی سرگرمی کے ساتھ کیں +

لارڈ کرزن کا قطعی ارادہ تھا - کہ پیداوار ملکی میں نہایت نمایاں ترقی ہو - اس لئے اُس نے تجارت و حرفت کا ایک محکمہ کھولا - ہندوستان میں مصری روئی بونے کا تجربہ کیا گیا - اگر اس تجربہ میں

کامیابی ہوئی - تو ہندوستانی روئی کی قیمت بہت بڑھ جائیگی - محکمۂ مال لائق لائق افسروں کے ہاتھ میں تھا - اس لئے ہندوستان کی مالی حالت اب ایسی اچھی ہوگئی ہے - کہ پہلے کبھی نہ تھی - نمک کے محصول میں کمی کی گئی - اور انکم ٹیکس کا عمل درآمد ہزار روپے سالانہ یا زیادہ آمدنیوں پر رہ گیا +

جیسا اوپر ذکر آ چکا ہے - طاعون اور قحط کا زور رہا - لیکن بہیئت مجموعی ملک میں بہبودی کی صورت نظر آتی رہی - اور تجارت و حرفت کو ترقی رہی - یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو گورنر جنرل نے دہلی میں ایک دربار عالی شان منعقد کیا - اس میں حضور ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ بھی شامل تھے - یہ دربار اس غرض سے کیا گیا تھا - کہ حضور قیصرِ ہند کی نسبت جن کی رسمِ تاجپوشی انگلستان میں عمل میں آ چکی تھی - حضور ملکہ معظمہ کی جانشینی کا اعلان کیا جائے - مہارانی وکٹوریہ کی وفات ۲۲ - جنوری ۱۹۰۱ء کو ہوئی تھی - اور سلطنتِ برطانیہ کے اَور حصّوں کی نسبت ہندوستان میں اُس کا غم و الم اَور بھی زیادہ ہوا تھا - ہندوستانیوں میں یہ عادت بڑی اچھی ہے - کہ پشتینی بادشاہ کی وفادار رعایا بنے رہتے ہیں - غدر کے اعلان اور رعایائے ہند کے ساتھ ہمدردی کی یاد سے تمام ہندوستان میں ملکہ معظمہ کی وفات سخت مصیبت شمار ہوئی +

کنگ امپرر ایڈورڈ ہفتم

۱۹۰۴ء میں تبّت میں کچھ دقّت کا سامنا ہؤا۔ اس ملک کے حکّام عہد و پیمان پر قائم بھی نہیں تھے۔ اور سرحد پر اور طرح کی تکلیفیں بھی پہنچاتے رہتے تھے۔ فہمائشیں ہوئیں۔ مگر ان کو خاطر میں نہ لائے۔ ناچار ایک سفارت بھیجنی پڑی۔ لیکن بغیر لڑائی بھڑائی کے یہ لاسے میں داخل نہ ہو سکی۔ آخرکار کچھ عہد و پیمان کے بعد معاملات کا فیصلہ ہو گیا +

لارڈ کرزن کے عہد کے خاتمے کے قریب بنگال کی تقسیم عمل میں آئی - اس صوبے میں سات کروڑ آدمی بستے تھے - اور اتنا بڑا تھا - کہ ایک لفٹنٹ گورنر سے اُس کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا - چنانچہ مشرقی بنگال اور آسام کو علیحدہ کرکے اور ڈھاکے کو دار الخلافہ بناکے ایک لفٹنٹ گورنر اور مقرّر کیا - یہ انتظام مسلمانوں کو پسند آیا - انہی کی تعداد مشرقی بنگال میں زیادہ بھی ہے - لیکن بنگالی مدبّروں نے اس کی مخالفت کی - اس مخالفت کی ایک وجہ یہ تھی - کہ ڈھاکہ اور چٹاگنگ میں ترقّی ہو جانے سے کلکتّے کی وقعت ماری جاتی تھی - بنگالی اس تجویز سے سخت ناراض ہوئے +

سنہ ۱۹۰۵ء میں لارڈ کچنر کمانڈر انچیف نے ہندوستان کی فوجوں کا نیا انتظام پیش کیا - لارڈ کرزن نے جنگی انتظام سے تو اتّفاق رائے ظاہر کیا - لیکن اس بات سے اختلاف کیا - کہ فوجی خرچ پر سول والوں کا اختیار نہ رہے - گورنمنٹ انگلستان نے لارڈ کرزن کی تائید نہ کی - اور اُسے سنہ ۱۹۰۴ء میں استعفا دینا پڑا +

لارڈ کرزن ہندوستان کے نہایت لائق گورنر جنرلوں میں سے ہے - اصلاحوں کے بارے میں نہایت ہی سرگرمی ظاہر کرتا تھا - لیکن لارڈ ڈلہوزی کی طرح بعض موقعوں پر اُن کے فائدے واقعی فائدوں سے

زیادہ شمار کر بیٹھتا تھا - اور ہندوستان جیسے قدامت پسند ملک میں اُن سے جو مخالفت اُٹھتی تھی - اُس کی زیادہ پرواہ نہ کرتا تھا - اس پر طرّہ یہ تھا - کہ اپنے قابلِ تعریف مقصدوں کے حصول میں اس بات کی پرواہ نہ کرتا تھا - کہ جن لوگوں کے فائدہ کی غرض سے اصلاحیں کر رہا ہوں - اُن کے کیا خیالات ہیں +

لارڈ کرزن فوجی آدمیوں میں بھی ہر دل عزیز نہ تھا - اور بہت سے تجربہ کار سول والوں کی بھی یہ رائے تھی - کہ یہ بہت جلد جلد اصلاحیں کرتا ہے - لیکن افسروں اور پرائیویٹ لوگوں کی ایک سمجھ دار جماعت اُس کے کاموں کو پسند کرتی اور تعریف کرتی تھی - ہندوستان کے واقعی باشندوں یعنی دیہاتیوں کو بھی اُس کے کام سمجھائے جائیں - تو وہ بھی بے شک و شبہ تعریف کرینگے - اُس نے گورنمنٹ کے بازو خوب مستحکم کر دئے ہیں - سرحد پر امن و امان قائم کر دیا ہے - اور گمان غالب ہے - کہ آئندہ زمانے میں اُس کے کام اور بھی دانائی کے معلوم ہوں - غرض یہ شخص بڑے آدمیوں میں سے ہے +

لارڈ کرزن ہندوستان سے رخصت ہؤا ہی چاہتے تھے - اور لارڈ منٹو ہندوستان میں آئے ہی تھے - کہ حضور پرنس اور پرنسز آف ویلز اس ملک میں تشریف لائے - رعایا نے ہر جگہ اُن کا استقبال نہایت جوش و خروش کے ساتھ کر کے اس وفاداری اور

عقیدتمندی کا ثبوت دیا جو اہلِ ہندوستان کو اپنے انگریزی حکمرانوں سے ہے ؂

لارڈ منٹو کو ہندوستان میں تشریف لاتے ہی اس بے چینی کا سامنا کرنا پڑا جو تقسیمِ بنگال کی وجہ سے بنگالیوں کے دلوں میں پیدا ہو رہی تھی۔ اس بے چینی کو فرو کرنے کے لئے سرکار نے ملک کے عام قانون کی مدد سے مختلف تدابیر اختیار کیں جو بنگال سے باہر ملک کے اور حصّوں میں کامیاب بھی ہوئیں۔ مگر بنگال کے لئے خاص قوانین اس مرض کے انسداد کے لئے وضع کئے گئے۔ سرکار عالی کی دور اندیشی نے مفید قانون وضع کرنے کے علاوہ ایسی تدابیر بھی اختیار کیں جن کا مقصد یہ تھا۔ کہ لائق ہندوستانیوں کو ملک کے

لارڈ منٹو

انتظام میں زیادہ حصّہ ملے۔ گورنمنٹ نے ہمیشہ سے اس مفید اصول پر عمل کیا ہے۔ اور جو تبدیلیاں لارڈ منٹو کے عہد میں ہوئیں۔ وہ حقیقت میں اِسی اصول کا نتیجہ ہیں۔ سنہ ۱۹۰۷ء میں دو ہندوستانی ایک ہندو ایک مسلمان سکرٹری آف سٹیٹ کی کونسل میں ممبر مقرر کئے گئے۔ سنہ ۱۹۰۹ء میں ایک ممتاز ہندو بیرسٹر وائسرائے ہند کی انتظامی کونسل کا ممبر مقرر کیا گیا۔ ۲۔ نومبر سنہ ۱۹۰۸ء کو شہنشاہ ہندوستان نے ایک پیغام رؤسا اور رعایائے ہند کے نام بھیجا جس میں حضور عالی نے اہلِ ہندوستان پر خاص عنایات کا اظہار فرمایا۔ یہ اُسی مبارک پیغام کا نتیجہ تھا۔ کہ سنہ ۱۹۰۹ء میں انڈین کونسلز ایکٹ پاس ہؤا۔ جس کی رو سے نئی کونسلیں بنائی گئیں۔ اور اُن کو معاملاتِ ملکی پر بحث کرنے کے مزید اختیارات دئے گئے۔ اسی ایکٹ کی رُو سے بمبئی اور مدراس کی انتظامی کونسلوں میں دو دو ممبروں کا اضافہ کیا گیا۔ اور بنگال کے لئے انتظامی کونسل کا مقرر ہونا قرار پایا۔ مجلسانِ واضع قوانین کو معاملاتِ ملکی پر بحث مباحثہ کرنے اور ان معاملات کے متعلق گورنمنٹ سے سوال کرنے۔ سالانہ بجٹ پر اور عام انتظامی حکّام پر نکتہ چینی کرنے کا اختیار دیا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گورنمنٹ ہند کو رعایا کی بہتری اور مرفّہ الحالی کا کہاں تک خیال ہے۔ کونسلوں کا پہلا انتخاب دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء میں

ہوُا - اور حضور وائسرائے کی نئی کونسل کا پہلا اجلاس جنوری ۱۹۱۱ء میں ہوُا - غرضیکہ لارڈ منٹو کا زمانہ رعایائے ہندوستان کے لئے برکات کا زمانہ ثابت ہوُا۔ اور اس نیک دل وائسرائے نے عام رعایا کی دلجوئی اور ان کی بہبودی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

لارڈ منٹو اپنا عہد پورا کرکے ولایت تشریف لے گئے تو اُن کی جگہ لارڈ ہارڈنگ ہندوستان کے گورنر جنرل مقرّر ہوکر آئے۔

جن کا عہد ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ بے نظیر رہیگا۔ شہنشاہ انگلستان و ہندوستان کا اس ملک کے قدیم دار السّلطنت دہلی میں آکر رسم تاجپوشی ادا کرنا - کلکتّہ کی جگہ دہلی کا دار السّلطنت قرار پانا - تقسیم بنگال کا منسوخ ہونا - یہ ایسے واقعات ہیں - کہ ہندوستان

لارڈ ہارڈنگ

والے انہیں کبھی فراموش نہ کرینگے - اور خصوصاً دہلی دربار تو دنیا کی تاریخ میں یادگار رہیگا - دسمبر ۱۹۱۱ء کی ساتویں تاریخ سلطنتِ ہندوستان کے لئے ایک مسعود دن تھا - تاریخ ہند و انگلستان میں اُس روز پہلی مرتبہ شہنشاہ عالم پناہ اور ملکہ محترمہ نے اس قدر دور دراز مسافت طے فرماکر دہلی کی سر زمین کو اپنی قدم بوسی کا شرف بخشا - ایک مدّت کے بعد ملکِ معظم جارج پنجم کے جشنِ جلوس کے سال اس قدیم ملک اور اس قدیم راجدھانی کی قسمت کا تارہ پھر چمکا - کیونکہ اپنی تاجپوشی کا اعلان کرنے اور اپنی وفادار رعایا سے ملنے کے لئے حضور قیصرِ ہند بہ نفس نفیس تشریف لائے - اور اپنے شاہانہ دربار کے لئے سر زمین دہلی کو انتخاب فرمایا - دہلی میں ایسا عظیم الشّان اور قوی شوکت بادشاہ اس سے پہلے اَور کب آیا تھا - ہندوستان کی تاریخ میں اَور کس فرمانروا کی حکومت اس قدر وسیع ہوئی تھی - کہ آج ایک سرے سے دوسرے سرے تک سب کے سب ایک ہی حکمراں کی رعیّت ہیں - ایک ہی ان کا قانون ہے - اور ایک ہی طرزِ حکومت کے سائے میں امن و امان سے زندگی بسر کرتے ہیں +

دہلی میں اس عظیم الشّان موقع پر غیر معمولی رونق تھی - دور دور سے راجے مہاراجے - نوّاب و رؤسا بڑی شان کے ساتھ رونق افروز ہوئے - سارا شہر دلہن کی طرح سج گیا - ساتویں دسمبر کی صبح کو فوجوں کی دف و

کرنا کی صدائیں آنے لگیں - اور سورج نکلتے نکلتے
لاکھوں آدمی سڑکوں - چھجوں اور نشست گاہوں پر
اپنے بادشاہ کے استقبال کے لئے جمع ہو گئے - سلیم گڑھ
کے بُرج پر افواج ہند کے آٹھ سو قدیمی وفادار سردار
جمع تھے - ریلوے پلیٹ فارم پر نوّاب گورنر جنرل بہادر
اور بہت سے افسر شاہی گاڑی کے انتظار میں کھڑے
تھے - سامنے شاہی گارڈ آف آنر تھا - دس بجے وہ
گاڑی آئی - جس کا انتظار ہر آنکھ کو تھا - شہنشاہ
اور ملکہ گاڑی سے اُترے - چاروں طرف ایک عام جوش
پھیل گیا - اور مبارک سلامت کا غل ہونے لگا -
گارڈ آف آنر نے سلامی دی - بینڈ نے قومی ترانہ
گایا - اور قلعہ سے توپیں سلامیاں سر کرنے لگیں -
سڑکوں کے کنارے جو فوجیں کھڑی تھیں - انہوں
نے بندوقوں کی باڑیں چھوڑنا شروع کیں - جس سے
تمام شہر میں شہنشاہ معظّم کی آمد کی خبر پھیل گئی -
شہنشاہ استقبالی شامیانے میں تشریف لائے - جہاں تمام
باجگزار رؤسا درجہ بدرجہ موجود تھے - ایک ایک کرکے
ملک معظّم کی خدمت میں باریاب کئے گئے - اور میرِ
تشریفات و مہتمم مراسم دربار نے سب کے نام نامی
پڑھ کر سنائے - جب یہ سب رؤسا پیش ہو چکے - تو
شاہی جلوس آراستہ کیا گیا - جو تین حصّوں میں منقسم
تھا - شہنشاہ فیلڈ مارشل کی وردی پہنے ایک نفیس
عربی گھوڑے پر سوار تھے - اعلٰے حضرت کے پیچھے

گورنر جنرل اور اُن کے پہلو بہ پہلو لارڈ کریو وزیرِ ہند تھے۔ اس جلوس کے گزرتے ہی فوجیں سلامی اُتارتی جاتی تھیں۔ بادشاہ کی سواری کے پیچھے وہ شاہی گاڑی تھی۔ جس پر حضور ملکہ معظمہ سوار تھیں۔ اسی طرح درجہ بدرجہ ہندوستانی رؤسا کی سواریاں تھیں۔ جو اپنی زرق برق پوشاکوں سے جلوس کی عظمت کو دوبالا کر رہے تھے۔ غرض یہ بادشاہی جلوس آہستہ آہستہ جامع مسجد کے چاروں طرف ہو کر چاندنی چوک سے گزرا۔ جہاں تماشائیوں کے جوش کی کوئی حد نہ تھی۔ جلوس کی وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۳۰ والیانِ ریاست اور اُن کے چھ ہزار اہلکار اس میں شریک تھے۔ سارا جلوس چھ میل تک پھیلا ہوا تھا۔ آخر یہ حیرت افزا جلوس اپنا مقررہ راستہ طے کر کے اُس ٹیلے پر چڑھ گیا۔ جہاں ۱۸۵۷ء کے غدر میں انگریزی فوج نے مورچے بنا رکھے تھے۔ اِس موقع کے لئے یہاں ایک خوش نما سائبان ڈال کر ایک گول عمارت بنائی گئی تھی۔ جس میں ہر قوم اور ہر طبقہ کے چار ہزار منتخب قائم مقامانِ رعایا شہنشاہ و قیصرہ کے استقبال کے لئے جمع تھے۔ ملکِ معظم نے اُس مقام پر پہنچ کر اپنے گھوڑے کی باگیں روک لیں۔ وائس پریزیڈنٹ امپیریل کونسل نے آگے بڑھ کر ایڈرس خیر مقدم پڑھ کر سنایا۔ عالم پناہ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا۔ جس پر نعرہ ہائے مسرت بلند ہوئے ۔ اور

جلوس آہستہ آہستہ شاہی فرودگاہ کی طرف روانہ ہؤا +

جلوس کی کیفیّت تو تم نے سن لی - اب ذرا اعلانِ تاجپوشی کا حال بھی تھوڑا سا سن لو - اس غرض کے لئے ایک قوس کی شکل کا ایمفی تھیئٹر تیّار کیا گیا تھا - جس کے مقابل میں نصف دائرے کی شکل کے مٹی کے ٹیلے بنائے گئے تھے - جہاں پچاس ہزار تماشائیوں کی نشست کا پورا سامان کیا گیا تھا - ایک طرف بیضوی شکل کا نفیس سائبان تھا - جس کے نیچے بارہ ہزار درباریوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی - صبح کے دس بجے تک تمام درباری اس مقام پر جمع ہوگئے - والیانِ ریاست طرح طرح کے جواہرات لگائے اور زرق برق ریشمی لباس پہنے تھے - ۱۱ بجے کے بعد شہنشاہِ معظّم اور ملکہ معظّمہ رونق افروز ہوگے - اور تخت کی کرسیوں پر جو ٹھوس چاندی کی تھیں - اور جن پر طلائی کام کیا گیا تھا - متمکّن ہوئے - قیصر و قیصرہ دونو تاج پوشی کی پوشاکیں زیب تن کئے ہوئے تھے - توپوں کی سلامی ابھی ختم نہ ہونے پائی تھی - کہ سرہنری میکموہن میرِ تشریفات حاضر ہوکر آداب بجا لائے - اور افتتاحِ دربار کے لئے شاہی اجازت چاہی - حکم ہوتے ہی بینڈ باجا بجنے لگا - ترمچیوں نے کرنا بجانا شروع کیا - جب باجوں - ڈھولوں اور بگلوں کی آوازیں بند ہوئیں - تو ملکِ معظّم کھڑے ہوئے -

اور دربار کے عظیم الشان مجمع سے مخاطب ہو کر وہ تقریر ارشاد فرمائی ۔ جو تاریخ ہند میں ہمیشہ یادگار رہیگی ۔ اس مبارک تقریر کے بعد رسم اطاعت ادا ہونے لگی ۔ سب سے پہلے حضور گورنر جنرل نے آگے بڑھ کر اعلیٰ حضرت کے روبرو سر تسلیم خم کر کے دستِ مبارک کا بوسہ لیا ۔ اس کے بعد کمانڈر انچیف بہادر ممبرانِ اگزکٹو کونسل ۔ والیانِ ملک اور صوبجات کے فرماں روا باری باری اظہارِ اطاعت سے مشرف ہوئے ۔ اس مبارک رسم کی بجا آوری کے بعد جو ایک غیر معمولی شان و شوکت کی رسم تھی ۔ قیصر و قیصرہ شاہی کرسیوں سے اٹھ کر جلوس کے ساتھ شامیانے سے تخت گاہ یا شہ نشین کی جانب روانہ ہوئے ۔ اور وہاں پہنچ کر تختِ شاہی پر متمکن ہوئے ۔ آپ کے ساتھ سب حاضرین جو اس اثناء میں کھڑے تھے ۔ دوبارہ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے ۔ نقیبِ دربار جنرل پٹ سن نے بہ آوازِ بلند ۲۲ جون سنہ ۱۹۱۱ء کو لندن میں اعلیٰ حضرت قیصرِ ہند کے تاجپوشی کی رسم ادا ہونے کا اعلان انگریزی میں پڑھ کر سنایا ۔ اور حسبِ فرمانِ شاہی حضور گورنر جنرل نے شہنشاہ عالم پناہ کے نوازشی احکام جو دربار کی یادگار میں صادر کئے گئے تھے ۔ پڑھ کر سنائے ۔ اس اعلانِ شاہی پر دیر تک خوشی کے نعرے بلند رہے ۔ ہر طرف خوشی کا غلغلہ بلند تھا ۔ حلقۂ دربار سے باہر

بھی نعرہ ہائے مسرت سے ہوا معمور ہوگئی - اب ملک معظم اور ملکہ معظمہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے - جلوس مرتب ہئوا - اور سب اسی ترتیب سے شامیانۂ دربار کی طرف روانہ ہوئے - یہاں پہنچ کر اور اپنی شاہی گاڑی پر سوار ہونے سے پہلے حضور شہنشاہ نے یہ مختصر مگر اہم اعلان فرمایا +

"ہم خوشی کے ساتھ اپنی رعایا کو اعلان کرتے ہیں - کہ بصلاح اپنے وزرا کے ہم نے تصفیہ کیا ہے - کہ گورنمنٹ ہند کا دار السّلطنت اب بجائے کلکتہ کے دہلی قرار دیا جائے - جو زمانہ قدیم میں رہا ہے - اور بباعث اس تبدیلی کے جس قدر جلد ممکن ہو - صوبہ بنگال کے لئے ایک گورنری قائم کی جائے - اور علاقہ ہائے بہار - چھوٹا ناگ پور و اڑیسہ کے لئے نئی لفٹننٹ گورنری قائم ہو - اور آسام کی چیف کمشنری قائم ہو - اور ان صوبہ جات کی حلقہ بندی از سرِ نو اس طرح پر اور ایسے انتظامی تغیرات کے ساتھ کی جائے - جیسا کہ گورنر جنرل باجلاس کونسل بہ پسندیدگی سکرٹری آف سٹیٹ ہند باجلاسِ کونسل بعد ازاں قطعی طور پر طے کریں - ہماری یہ دلی خواہش ہے - کہ ان تغیرات کے باعث ہندوستان کا انتظام بہتر طریق پر کر دیا جائیگا - اور ہماری عزیز رعایا کی سرسبزی اور راحت اس سے بڑھ جائیگی" +

بگلوں کی آوازیں ایک دفعہ پھر بلند ہوئیں -

میر تشریفات نے اختتام دربار کی اجازت مانگی۔ اور یہ عظیم الشان اور یادگارِ زمانہ دربار بخیر و عافیت ختم ہوا۔ اور ہر جانب سے "خدا ملکِ معظم کو سلامت باکرامت رکھے!" کے نعرے بلند ہوئے +

ہم دربارِ دہلی کے اس مختصر بیان کو حضور شہنشاہِ معظم کی تقریر کے آخری فقرہ پر ختم کرتے ہیں۔ جو اعلیٰ حضرت نے اس موقع پر اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمائی :-

"آخر الامر ما بدولت و اقبال اس موقع پر نہایت مسرت سے بذاتِ اقدس خود معاہدوں کی تجدید فرماتے ہیں۔ جن کی بابت ہمارے معزز اسلاف آپ لوگوں کو مطمئن کر گئے ہیں۔ کہ آپ کے حقوق و اختیارات برقرار رکھے جائینگے۔ اور آپ کی بہبودی۔ فلاح اور خوش حالی ہمیشہ ہمارے مدِ نظر رہیگی۔ دعا ہے۔ کہ فضلِ الٰہی ہماری رعایا کے شاملِ حال رہے۔ اور ہم کو توفیق عطا کرے۔ کہ اُن کی خوشحالی اور اقبال مندی کی ترقی کے لئے اپنی سعی بلیغ میں ہم کامیاب ہوں" +

تیئیسواں باب

ہند کی حکومت کا انتظام

برٹش ہندوستان اور برما کی تقسیم اس طرح ہے۔ کہ دو احاطوں میں گورنر مقرر ہیں۔ کئی صوبوں میں لفٹننٹ گورنر ہیں۔ کئی میں چیف کمشنر ہیں۔ اور ایک ایک ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں ہے۔ ہر جگہ بڑی بڑی باتوں میں انتظام ایک ہی طرح کا ہے۔ اس انتظام کا بنیادی پتھر افسر ضلع ہے۔ جسے کلکٹر کہتے ہیں اور غیر آئین صوبوں میں ڈپٹی کمشنر۔ اسے بڑے بڑے عدالتی اختیارات حاصل ہیں۔ اپنے وسیع علاقے کی بہبودی کا یہی ذمہ وار ہے۔ اور لاکھوں آدمیوں کی بہتری اور آرام زیادہ تر اسی کی ذات سے ہے +

دیگر خدمات مثلاً محکمۂ انجنیری۔ تعلیم۔ جنگلات۔ پولیس وغیرہ وغیرہ میں بھی لائق آدمی بھرتی ہیں۔

لیکن پولیس کے ادنےٰ عہدوں پر ہنوز اچھے آدمی آنا نہیں چاہتے - چند سالہاے گزشتہ سے اس بات کی سخت کوشش ہو رہی ہے - کہ پولیس کے ادنےٰ عہدوں میں ترقی کے آثار نمایاں ہو جائیں +

ملازمین میں سے تعدادِ کثیر ہندوستانیوں کی ہے - جو بالعموم اپنا کام اچھی طرح کرتے ہیں - کلارک اور محرّر لوگ بے نمود و نمائش عمدہ کام کر کے دکھاتے ہیں - اور اگر اُن کی نگرانی معقول ہو - تو بے نظیر آدمی ہیں +

ہندوستان کی فوج دنیا کی فوجوں سے بڑھ چڑھ کر ہے - انگریزی پلٹنیں اور توپخانے نہایت عمدہ حالت میں ہیں - اور فوجی سپاہی کی خوبی ضرب المثل ہے - افسرانِ جنگی سول افسروں کا کام بھی خوب دیتے ہیں - فوج کا نیا انتظام ایسے طریق پر ہو رہا ہے - کہ آئندہ لڑائیوں میں خوب کام دیا کریگی +

قانونی عدالتیں بھی حکومتِ انگریزی کی ایک برکت ہیں - یہاں ہر شخص کو یقین ہے - کہ میرا انصاف ہوگا - یہ بھی خیال رہے - کہ اَور ملکوں کے مقابلے میں ہندوستان کے قانون زیادہ اچھے ہیں - اور دیسی جج بھی عموماً اپنے منصبی فرائض ادا کرنے میں ہوشیار ہیں +

گزشتہ سولہ سال میں طاعون اور قحط دونو اتنے بڑھ گئے ہیں - کہ بجاے خود ان کا انتظام بھی

طرزِ حکومت کا ایک انتظام سمجھنا چاہئے - قحط کا انتظام بڑی لیاقت کے ساتھ کیا جاتا ہے +

میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کا بھی بڑا چرچا رہتا ہے - ان کے متعلق بہت سی شکایتیں بھی سنی جاتی ہیں - لیکن بحیثیت مجموعی یہ کہنا بالکل غلط ہے - کہ ہندوستانیوں کو اپنے شہروں اور قصبوں کے معاملات کا انتظام کرنے کی لیاقت نہیں ہے - بمبئی میونسپل کمیٹی کو دیکھو - کیسا عمدہ انتظام ہے - اس میونسپل کمیٹی میں انگریز کم ہیں - لیکن حصّہ شمالی کی اکثر میونسپل کمیٹیوں میں اچھے کام اور انتظام کا دار و مدار افسروں کی ہدایتوں پر ہے - غرض میونسپل کمیٹیوں کو خوب کامیابی ہوئی ہے - ہاں اس میں شک نہیں - کہ میونسپل علاقوں کی نسبت چھاؤنیوں کا انتظام زیادہ اچھّا ہے - یہاں فوجی افسر منتظم ہوتے ہیں +

جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں - ہندوستانی گاؤں ہی واقع میں ہندوستان ہے - یہاں کے لوگ مقدم - نمبردار یا ذیلدار کے ماتحت سیدھے سادے طور پر پُرانی وضع کی زندگی بسر کرتے ہیں - باہر کی دنیا کی انہیں مطلق پروا نہیں ہوتی - محنت اور کفایت شعاری کے ساتھ رہتے سہتے ہیں - ان میں اگر ذرا اور ہمّت ہو - کچھ اسبابِ صحت کا خیال رکھیں - اور بارش وقت پر ہوتی رہے - تو ایسے

فارغ البال ہو جائیں - کہ دنیا کی اور قوموں سے ہرگز نیچے نہ رہیں +

تقریباً ایک تہائی ہندوستان ہندوستانی رئیسوں کے ماتحت ہے - مختلف ریاستوں کے سرکار انگریزی کے ساتھ مختلف تعلق ہیں - بعض گورنمنٹ ہند کے ماتحت ہیں - بعض گورنمنٹ صوبجات کے - بعض میں رزیڈنٹ مقرر ہیں - بعض میں نہیں - بعض ریاستوں کا رقبہ صرف کئی سو ایکڑ ہے - اور بعض اتنی بڑی ہیں - جیسے فرنگستان کے ملک - بڑی بڑی ریاستیں مندرجۂ ذیل ہیں :-

نام ریاست	رقبہ مربع میلوں میں	آبادی
حیدر آباد	۸۲۶۹۸	۱۳۳۷۴۶۷۶
میسور	۲۹۴۴۴	۵۸۰۶۱۹۳
کشمیر	۸۰۰۰۰	۳۱۵۸۱۲۶
گوالیار	۱۸۰۵۴	۳۰۹۰۷۹۸
جے پور	۱۵۵۷۹	۲۶۳۶۶۴۷
مارواڑ	۳۴۹۶۳	۲۰۵۷۵۵۳
پٹیالہ	۶۰۰۰	۱۴۰۷۶۵۹
بیکانیر	۲۳۳۱۱	۷۰۰۹۸۳

اور ریاستیں مندرجۂ ذیل ہیں - بڑودہ - اندور - ٹراونکور - بہاولپور - نابھہ - جیند - کپورتھلہ - الور -

کوچ بہار - کچھ اور کولہا پور - ان میں سے مختلف ریاستیں مختلف باتوں کے باعث امتیاز رکھتی ہیں ✤

کوہِ ہمالیہ میں نیپال اور بھوٹان خود مختار ریاستیں ہیں ✤

ہندوستان دیہات کا ملک ہے - نہ کہ بڑے بڑے شہروں کا - اس بات کے ثابت کرنے کے واسطے ہم کچھ شہروں کی آبادی ذیل میں درج کرتے ہیں - پچاس ہزار سے زیادہ آبادی والے شہروں میں صرف ایک کروڑ آدمی بستے ہیں - مندرجۂ ذیل شہر بڑے بڑے ہیں :-

نام شہر	آبادی	نام شہر	آبادی
کلکتہ	۱۲۲۳۳۱۳	احمد آباد	۲۱۵۸۳۵
بمبئی	۹۷۹۴۴۵	بنارس	۲۰۳۸۰۴
مدراس	۵۱۸۶۶۰	آگرہ	۱۸۵۴۴۹
حیدر آباد	۵۰۰۶۲۳	کان پور	۱۷۸۵۵۷
رنگون	۲۹۳۳۱۶	الہ آباد	۱۷۱۶۹۷
لکھنؤ	۲۵۹۷۹۸	امرتسر	۱۵۲۷۵۶
دہلی	۲۳۲۸۳۷	منڈالے	۱۳۸۲۹۹
لاہور	۲۲۸۶۸۷		